

یہ بازی آخری بازی نہیں

عائشہ لطیف

"تم ہی ہو"

اک بھٹکا ہوا

نظر انداز کیا ہوا شخص تھا میں

نہ کوئی محبت
نہ کوئی عقیدت

نہ کوئی خلوص
نہ کوئی عزت
درد سے ٹھوکریں ملی
ہر طرف سے ٹھکرایا گیا تھا میں

بہت سے امتحانوں
سے گزر کر
ہر طرح سے آزمایا گیا تھا میں

جب زندگی
بے وجہ سی لگنے لگی
راتیں بے آرام سی گزرنے لگی

سکون برباد ہو گیا
جینا عذاب ہو گیا

-----پھر-----

پھر تم آئی میری زندگی میں

میری راتوں کا چاند بن کر
میری روح کا شباب بن کر....

میری مشکلوں کا ساتھ بن کر
میرا دایاں ہاتھ بن کر....

اب تو بارشیں بھی اچھی لگنے لگی ہیں
تصویر یار کو دیکھ کر
گنگنا بھی سیکھ لیا....

یہ جو میری آنکھوں میں چمک

ہونٹوں پہ ہنسی
اور دل میں سکون ہے.....

یہ جو میں سدھر سا گیا ہوں
محبتوں سے بھر سا گیا ہوں
اس سب کی وجہ.....

"بس"

تم ہی ہو.....
تم ہی ہو.....

(محمد حماد احمد)

یہ کہانی ہے اک ایسی لڑکی کی جو ہے خوابوں میں رہنے والی، شوخ اور چنچل

زندگی کی رنگینیوں سے مزے اٹھاتی۔۔۔

کسی کے عشق میں ڈوبی ہوئی۔۔۔۔

ہر لمحہ اسی کے خیالوں، اور تصور میں بھٹکی ہوئی۔۔۔۔

لیکن اسے کس نے یہ نہیں بتایا کہ گریبا عشق آسان نہیں ہے۔۔۔۔

اس کے لیے کانٹوں پہ چلنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔

سخت امتحانوں سے گزرنا ہوتا ہے۔۔۔۔۔
اور منزل کی آس نہیں رکھی جاتی۔۔۔۔۔
کیونکہ اس رستے میں منزل ملنا تو کبھی طے ہوتا۔۔۔۔۔
اور کبھی خالی ہاتھ ہی رہ جاتا ہے انسان۔۔۔۔۔
یہ کہانی ہے اس لڑکی کی جسے ہمیشہ محبتوں کا سامنا رہا۔۔۔۔۔
ایسی لڑکی جو عشق کی آخری حدوں کو بھی پار کر گئی۔۔۔۔۔
اسے محبت ہے اس دیس سے۔۔۔۔۔
یہاں کے لوگوں سے۔۔۔۔۔
گنگناتی آبشاروں، بہتی ندیوں سے۔۔۔۔۔
بلند پہاڑوں، جھکے بادلوں سے۔۔۔۔۔
گھنے جنگلوں، اونچے پیڑوں سے۔۔۔۔۔

چہماتے پرندوں، سرسبز وادیوں سے ----
گرتے جھرنوں سے ----

ایک ایسے لڑکے کی کہانی جو بالکل ہی برعکس ہے ایک زندہ دل نوجوان
سے ----

جو جذباتی ہے اپنے کام کے لیے ----
جسے ٹھکرایا گیا ----
اس کے جذبے کو لیکر ----
جسے نفرتیں ملی ----
جب چھوٹ لگی تو کوئی ہاتھ نہ تھا ----
کوئی کندھا نہ تھا ----

لیکن پھر کوئی ایسی آئی۔

جس نے ہنسنا سکھایا۔۔۔۔

بولنا سکھایا۔۔۔

محبت سکھائی۔۔۔۔

عزت کرائی۔۔۔

اور عقیدت بھی کی۔۔۔

یہ کہانی ہے ایسے شخص کی

جو ہے نفرتوں کا پجاری۔۔۔۔۔

انسانیت کا دشمن۔۔۔۔

وہ نہیں ہے انسان کہلانے کے لائق۔۔۔۔

وہ پتھر سے بھی سخت-----

جسے کوئی پگھلا نہ سکا۔۔۔

لیکن جب اللہ نے اس کو بت توڑا۔۔۔۔

تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔۔۔۔

اسے محبت نے توڑ دیا۔۔۔۔

زمیں دوز کر دیا۔۔۔۔۔

ایک ایسے گھر کی جہاں محبتیں پنپتی ہیں۔۔۔۔

ایک ایسے گھر ہی جہاں ویرانیاں اور اداسیوں کے ڈیرے ہیں۔۔۔۔

"سر میرا خیال ہے ہمیں اس علاقے کو اچھے سے دوبارہ دیکھنا
چاہیئے۔۔۔۔ مجھے نہیں لگتا کہ اتنی سیکیورٹی کے باوجود وہ باہر کہیں نکل
سکتا۔۔۔۔ یہی کسی بل میں چھپا ہوگا۔۔۔۔"

یہ ہے میجر حیدر علی خان۔۔۔۔ چھ فٹ کا لمبا نوجوان، یونیفارم کے بازو سے
نکلتا کسرتی جسم لائٹ براؤن آنکھیں، فوجی کٹنگ، بال آگے سے ماتھے پہ
گرے ہوئے۔۔۔۔ دیکھنے والے کو اپنی کشش کرتے۔۔۔۔ لیکن آنکھوں میں
دہشت ہی دہشت اور ویرانگی۔۔۔۔ اور ہونٹوں پہ مسکراہٹ نہ ہونے کے
برابر۔۔۔۔۔ کام اور اس زمین کے لیے پاگل اور ایک عاشق۔۔۔۔ جس کا
ہنسنا بھی صرف اس وطن کے لیے ہے۔۔۔۔۔

"میجر آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔۔۔ کیا پتہ اس بار ہماری تلاش ختم ہو جائے۔۔۔ اور وہ واقعی ہی ہمارے ہاتھ لگ جائے۔۔۔"

یہ ہیں اس اسکواڈ کے چیف۔۔۔ کرنل سکندر۔۔۔ جو دشمنوں کے لیے کسی عذاب سے کم نہیں ہیں۔۔۔

"کیپٹن طلحہ اور کیپٹن عثمان آپ اس علاقے میں اپنی ٹیم کے ساتھ تلاشی لو۔۔۔ لیکن اسے خبر نہ ہو۔۔۔ اور حیدر آپ اپنے مشن پہ فوکس کرو اور ٹیم تیار کرو۔۔۔ ہمیں اسے ہر حال میں پکڑنا ہے اس بار"

"ایس سر۔۔۔ اوکے۔۔۔ اسلام و علیکم سر۔۔۔"

اور وہ سب باہر کی جانب بڑھ گئے۔۔۔۔۔

یہ منظر تھا آرمی ہیڈ کوارٹر کا جہاں ایک دہشت گرد کو پکڑنے کی پلاننگ
ہو رہی تھی۔۔۔ یہ کوششیں پچھلے دو سال سے جاری ہیں۔۔ لیکن ہر بار ناکام
ہونے پڑتا۔۔۔۔۔

"مما---مما---مما---سڈ کہاں ہو سب کے سب ----جلدی آؤ
سب کے سب ----"

"کیا ہو گیا عاشی---کیوں شور مچا رہی ہو----پورا گھر سر پہ اٹھا لیا تم نے
تو---بتاؤ کیا ہوا ہے---اتنے شور کی کیا وجہ ہے----"

"سڈ---سڈ---سڈ تمہیں پتہ ہے آج جب میں واپس آرہی تھی کالج سے تو
میں نے آرمی کی گاڑی دیکھی ----افف افف افف یا یہ وردی ----یہ
وردی مجھے پاگل کر دے گی کسی دن ----"

یہ ہے چنچل، شوخ، نٹکھٹ اور زندگی کو انجوائے کرنے والی سب کی جان
 عائشہ ارتضیٰ۔۔۔ گھر کی رونق اور سب کی لاڈلی۔۔۔ اور اس کی بہن سدرہ
 ارتضیٰ۔۔۔ تھوڑی سمجھدار۔۔۔ اپنی بہن کی لیے پاگل۔۔۔ جان نچھاور کرنے
 والی۔۔۔ اس کے لیے ہر وقت تیار۔۔۔

"یہ لڑکی کسی دن ہم سب کو پاگل کر دے گی ارتضیٰ۔۔۔۔۔ ایسے ہی روز کوئی
 نہ کوئی وین دیکھ کے آجاتی ہے اور پھر پورے گھر کو سر پہ اٹھا لیتی
 ہے۔۔۔ کیا ہوگا اس لڑکی کا۔۔۔"

"ارے یار ہانیہ بیگم کیوں پریشان ہوتی ہیں۔۔۔ اپ کو پتہ تو ہے کہ وہ ان کے لیے کتنی پاگل ہے۔۔ ابھی بچی ہے خود ہی سمجھ جائے گی۔۔۔ مت ٹوکا کریں اسے"

"جی ماما۔۔۔ پاپا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔ فکر مت کریں۔۔ ہم ہیں نہ سب۔۔۔ سمجھ جائے گی۔۔۔"

"اللہ کرے۔۔۔ چلو آجاؤ۔۔ میں کھانا لگواتی ہوں۔۔۔"

یہ ہے عائشہ کا چھوٹا سا گھرانہ۔۔۔ جہاں وہ سب پیار اور محبت سے رہتے ہیں۔۔۔ ارتضیٰ احمد کا اپنا ٹیکسٹائل کا بزنس ہے۔۔ جسے وہ اور سدرہ

سنجھالتے ہیں۔۔۔ اور عائشہ ابھی سیکنڈ ائیر کی طالبہ ہے۔۔۔ صاف رنگت، لمبے
 بال جن کو کلر کیا گیا تھا، عنابی لب، ہیزل گرین آنکھیں جو دیکھنے والے کو
 ایک سحر میں مبتلا کر دیتی تھی۔۔۔ لیکن وہ کہیں سے بھی ایک نازک اندام
 لڑکی ہرگز نہیں تھی۔۔۔ ہر کسی کو حد میں رکھنا اور غلط بات پہ بولنا جانتی
 تھی۔۔۔۔۔

"فیضی۔۔۔ بتاؤ کیا خبریں ہیں باہر کی۔۔۔ اور فوج کی طرف ٹھنڈ ہیں یا پھر
 گرمی۔۔۔"

"جی باس---- کچھ خاص خبر نہیں ہے۔۔۔ لگتا ہے کہ وہ امید چھوڑ چکے ہیں۔۔ اس لیے کوئی خاص ہلچل نہیں ہے۔۔۔"

"ایسا ہی ہونا چاہیے۔۔۔ لیکن پھر بھی تم ان پہ نظر رکھو۔۔۔ مجھے ان وردی والوں پہ کچھ بھروسہ نہیں ہے۔۔ ان کا خون اچانک ہی جوش مارتا ہے"

"جو حکم باس۔۔۔ میں اب جاؤ۔۔۔"

"ہاں جاؤ۔۔۔۔"

یہ منظر ہے اضاہاک مینشن میں ناشتے کی میز کا-----جہاں کا باس ہے
 سمیع منہاج شاہ---سات فٹ کا لمبا خوبصورت نوجوان، شہد رنگ آنکھیں
 ،کسرتی جسم، صاف دودھیا رنگت، فرنیچ کٹ داڑھی، شیر جیسی دھاڑ۔۔کوئی بھی
 اسے دیکھ کہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ انڈورلڈ کا باس ہوگا اور خطرناک
 ہوگا-----سب لوگ، ملازم حتی کہ پرندے اور جانور بھی اس سے خوف
 کھاتے ہیں۔۔کیونکہ یہ اپنی انڈورلڈ میں جانوروں سے بھی بدتر ہے۔۔۔رحم
 کرنا کبھی سیکھا ہی نہیں۔۔۔فیضی اس کے خاص بندوں میں شمار ہوتا
 ہے۔۔۔اس کے مال کی ڈیلیوری، سیکیورٹی، مافیا کی خبریں، اسمگلنگ، اسلحہ
 اور اغوا غرض جو بھی کام ہو وہ فیضی کے ذمے ہوتا ہے۔۔۔

رات کو ارتضیٰ صاحب روم میں آئے تو ہانیہ بیگم کو بیڈ پہ بیٹھے کسی سوچ
میں گم پایا.....

"کیا سوچ رہی ہیں بیگم؟"

"کچھ نہیں۔۔۔۔ بس عائشہ کے بارے میں سوچ رہی ہوں"

"کیوں۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔ کچھ کیا ہے اس نے۔۔۔"

"نہیں۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔"

"تو پھر۔۔۔۔"

"ارتضیٰ آپ تو جانتے ہیں کہ وہ کتنی پاگل ہے فورسز کو لیکر۔۔۔۔ اور اس
کا پاگل پن دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے"

"ارے ہانی بیگم۔۔۔۔ یہ تو فطری بات ہے۔۔۔۔ بس ہماری شہزادی تھوڑی زیادہ
پاگل ہے۔۔۔۔ اپ ٹینشن نہ لیں۔۔۔۔ ابھی بچی ہے وہ۔۔۔۔ بچیوں پہ بے جا
روک ٹوک اچھی نہیں۔۔۔۔ سمجھ جائیے گی۔۔۔۔"

"اللہ کرے۔۔۔۔ چلیں آپ سو جائیں۔۔۔۔ صبح آفس بھی جانا ہے"

ہانیہ بیگم بول کے سونے کے لیے لیٹ گئی۔۔۔ ارتضیٰ بھی ڈریس چینج
کر کے آکر لیٹ گئے۔۔۔۔۔

"سڈ۔۔۔ ایک بات بولوں"

وہ دونوں بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھیں۔۔ جب عائشہ نے اسے پکارا۔۔۔۔۔

"ہاں میری جان بولوں۔۔ کیا بات کہنی۔۔۔۔۔"

"یار تمہیں پتہ ہے نہ -- میں فورسز کے لیے پاگل ہوں -- پلیز جب اپنے لیے
جیجو ڈھونڈنے لگو تو میری خواہش کا احترام کرنا۔۔۔"

سدرہ تو ہونکوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی جو ایسے منہ پھاڑ کے اپنی شادی
کا کہہ رہی تھی۔۔۔۔

"شرم کر جا۔۔۔ عاشی -- ماما کو پتہ چلا نا ڈانٹ پڑے گی۔۔۔۔"

"پلیز -- پرامس کریں نہ -- ورنہ میں خود ڈھونڈ لینا پھر۔۔۔"

"نہ نہ بہن --- یہ ظلم نہ کرنا --- اچھا میری ماں ڈھونڈ لیں گے --- جب
وقت آئے گا --- ابھی سو جا اور مجھے بھی سونے دے ---"

"تھینک یو سو مچ میری جان --- لو یو ---"

"لو یو ٹو --- گڈ نائٹ"

"گڈ نائٹ"

"پاگل"

اور سدرہ مسکراہٹ اچھالتی سونے کے لیے لیٹ گئی۔۔۔ اس کا کچھ نہیں
ہو سکتا۔۔۔

"فیضی۔۔۔۔ زرا اپنے گودام کی سی سی ٹی وی فوٹج چلانا۔۔۔۔ مجھے کچھ گڑبڑ
کی بو آرہی ہے۔۔۔"

سمیع اپنے گودام جس میں اسلحہ، منشیات، اسمگلنگ کا سامان اور لڑکیوں کو
اغوا کر کے رکھا جاتا تھا، دیکھ کر واپس جا رہا تھا جب اسے کچھ کھٹکا سا
ہوا۔۔۔

کیمبرے پہ کچھ منظر نمودار ہوا۔۔۔۔۔ دو لوگ چھپکے چھپکے اس بات سے بے
خبر کے انہوں نے اپنی موت کو آواز دی ہے، کمروں کی تلاشی لے رہے
تھے۔۔۔۔۔

سمیچ نے فوراً گاڑی کو ریورس کروایا اور گودام میں داخل ہوا۔۔۔۔۔

اس نے اپنی پسٹل نکال کر ہاتھ میں پکڑ لی۔۔۔۔۔ کیونکہ رحم کا لفظ اس
درندے کی زندگی میں تھا ہی نہیں۔۔۔۔۔

وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھتے مطلوبہ کمرے میں پہنچا۔۔۔ اور دھاڑ کی آواز سے دروازے کو کھولا۔۔۔

تو وہ دونوں لوگ چونکے۔۔۔ لیکن اس سے پہلے کہ ان کو گن نکالنے کا ہوش آتا سمیع نے ساری کی ساری گولیاں ان کے اندر اتار دی۔۔۔ ایک پل کے لیے فیضی بھی اسے دیکھ کے ڈر گیا۔۔۔۔

ان کو مارنے کے بعد اب وہ ان کے پاس بیٹھا گولیوں کی جگہ میں انگلی ڈال رہا تھا۔۔۔۔

"تم لوگوں کو کیا لگا کہ سمیع کو دھوکا دینا اتنا آسان ہے۔۔۔ مانا تم لوگ اس وطن کے رکھوالے ہو۔۔۔ لیکن میں اس اپنی دنیا کا بادشاہ ہوں۔۔۔ میرا

کاٹا پانی بھی نہیں مانگتا۔۔۔ چچ چچ چچ بہت افسوس ہوا۔۔ تم آرمی والے کب
سمجھو گے۔۔۔۔"

سمیع نے اٹھتے ہوئے انہیں پاؤں سے ٹھوکر ماری اور باہر نکل گیا۔۔۔ اس
کے پیچھے پیچھے فیضی بھی افسوس کرتا نکل پڑا۔۔

جبکہ وہ دونوں تو اب جنت میں اللہ تعالیٰ کے مہمان بن گئے تھے۔۔۔۔ یہ وہ
لوگ ہیں جو اپنی اس دھرتی اور اس کے لوگوں کی حفاظت کے لیے اپنی جان
ہتھیلی پہ رکھ کر نکلتے ہیں اور بدلے میں کچھ نہیں مانگتے۔۔۔۔

پھر بھی کچھ نام نہاد لوگ ان کو برا بھلا کہتے ہیں۔۔۔۔۔ یہ لوگ تو اپنے بیوی
بچوں کی پروا نہیں کرتے صرف ہمارے لیے۔۔۔۔۔ اور ہم.....

گھر والوں تو جانتے بھی نہیں کہ ان کے لال کسی کی گولی سے واقعی لال
ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔

اے پتر ہٹاں تے ننیں وکدے
تو لبدی اے بازار کڑے.....
اے دین ہے میرے داتا دی
ایویں نہ ٹھکرا مار کڑے....

"عاشی --- میری جان اٹھ جائیں --- نماز پڑھ لیں --- وقت گزری جا رہا

ہے ---"

ہانیہ بیگم نے اپنی دونوں بیٹیوں کو بچپن سے ہی نماز کا پابند بنایا تھا۔۔۔ اس لیے وہ کوئی نماز نہیں چھوڑتی تھیں۔۔۔ بس فجر ٹائم عائشہ مشکل سے اٹھتی تھی۔۔۔ ابھی بھی اسے سدرہ جگا رہی تھی۔۔۔

"بس اٹھ گئی۔۔۔"

سدرہ نے دیکھا کہ عاشی اٹھ گئی تو وہ وضو بنانے چلی گئی۔۔۔ واپس آ کر دیکھا
تو عائشہ میڈم دوبارہ سو چکی تھی۔۔۔۔ اس کے اوپر سے کمبل اتار کے اسے
اٹھایا اور وضو کرنے بھیجا۔۔۔۔ اور خود نماز پڑھنے لگی۔۔۔۔

عائشہ بھی وضو کر کے نماز پڑھنے لگی۔۔۔ تب تک سدرہ نماز پڑھ کے قرآن
پاک پڑھنے لگ گئی اور عائشہ دوبارہ سونے کے لیے لیٹ گئی۔۔ کیونکہ کالج
جانے میں کافی ٹائم تھا۔۔۔۔۔

"عائشہ، سدرہ بچے آجاؤ۔۔۔ ناشتہ بیڈی ہے۔۔۔ ارتضیٰ آپ بھی آجاؤ۔۔۔۔۔"

ہانیہ بیگم ٹیبل پہ ناشتہ لگا رہی تھیں اور ساتھ ساتھ ان کو آوازیں بھی لگا رہی
تھیں۔۔۔۔

عائشہ جلدی جلدی اٹھ کے یونیفارم اٹھا کر واشروم میں گھس
گئی۔۔۔۔ تھوڑی دیر بعد وہ فریش ہو کر نکلی تو نکھرے نکھرے چہرے کے
ساتھ بہت پیاری لگ رہی تھی۔۔۔۔ اس کے نین نقش تھے ہی اتنے
پیارے۔۔۔۔ بالوں کو کنگھی کر کے پونی ٹیل کی، آنکھوں میں کاجل ڈالا، اور
لبوں پہ نیچرل لب اسٹک لگائے وہ بالکل تیار کھڑی تھی۔۔۔۔ سر پہ اسکارف
پہن کر بیگ اٹھائے وہ روم سے باہر نکل گئی۔۔۔۔

اس کے پیچھے پی سدرہ واٹ اور بلیک شلوار قمیض میں حجاب لیے ،سادہ
 سے تیار ہو کر اتری۔۔۔۔۔ تو ہانیہ بیگم نے ایک نظر دونوں کو دیکھا اور دل میں
 ان کی حفاظت کی دعا کی۔۔۔۔۔ بلاشبہ وہ دونوں عام نقوش کے ساتھ بھی
 بہت حسین لگتی تھی۔۔۔۔۔ عائشہ کی ہیزل گرین آنکھیں سب کو مسحور کر
 دیتی تھیں۔۔۔۔۔

"السلام وعلیکم ماما۔۔۔۔۔ بابا نہیں آئے ابھی"

دونوں نے بیک وقت سلام کیا اور ارتضیٰ صاحب کے بارے میں
 پوچھا۔۔۔۔۔

"بس آتے ہونگے۔۔۔ لو آگئے۔۔۔"

اتنی دیر میں ارتضیٰ صاحب بھی آکر بیٹھ گئے۔۔۔

"عاشی بچہ آپ کی اسٹڈیز کیسی جارہی۔۔۔۔ اور ایگزامز کب تک ہیں۔۔۔۔"

"بابا اسٹڈی فرسٹ کلاس جارہی ہے۔۔۔ ایگزامز میں ابھی کافی ٹائم

ہے۔۔۔ لیکن میری پوری تیاری ہے۔۔۔ اس بار بھی میں پوزیشن لوں

گی۔۔۔ انشاء اللہ۔۔۔"

"انشاء اللہ۔۔۔ میرا بچہ خوب ترقی کرے گا۔۔۔ اللہ تم دونوں کو کامیاب
کرے۔۔۔"

"آمین۔۔۔"

سب نے یک زبان بولا۔۔۔۔

"عاشی ، سدرہ بچے آجاؤ لیٹ ہو رہا ہے۔۔۔"

وہ دونوں ہانیہ بیگم کو اللہ حافظ بول کر باہر کی جانب لپکی۔۔۔۔۔

"سر۔۔۔ کب تک ہم اپنے مجاہدوں کو کھوتے رہیں گیں۔۔۔ اور مجرم کھلے
عام ہمیں للکارتا رہے گا۔۔۔"

میجر سکندر اپنے ایک اور ایجنٹ کی شہادت کے بعد کوئی نیا لائحہ عمل طے
کرنا چاہتا۔۔۔ ہر بار ان کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔۔۔ ان کا ہر پلین سمیٹ
منہاج ناکام بنادیتا۔۔۔۔

ابھی بھی حیدر کرنل سکندر کے سامنے غصے میں چکر لگا رہا تھا۔۔۔

"سر۔ کب تک ہم ایسے چھپ چھپ کر بیٹھیں گے۔۔۔ اپ یہ مشن میرے
حوالے کر دیں۔۔۔"

"حیدر۔۔۔ تم ہمارے قابل آفیسر ہوں۔۔ میں تمہاری جان خطرے میں نہیں
ڈال سکتا۔۔۔"

"یہ جان تو اس ملک کی امانت ہے سر۔۔۔ اس دھرتی کے لیے ہزاروں
جانیں بھی قربان۔۔۔۔۔"

"میجر۔۔۔ یہ وقت جوش سے نہیں بلکہ ہوش سے کام لینے کا ہے۔۔۔ تمہارے
غصہ کی وجہ سے میں تمہیں یہ مشن نہیں دیتا۔۔۔۔۔"

"سر۔۔۔ پلیز بس ایک بار مجھے موقع دیں میں شکایت کا موقع نہیں

دونگا۔۔۔۔"

"اوکے ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن صرف ایک موقع۔۔۔ پہلا اور آخری۔۔۔ انجام کے

زمہ دار تم خود ہونگے۔۔۔ اب جاؤ اور اپنی ٹیم تیار کر کے لائحہ عمل طے

کرو۔۔۔۔"

"اوکے سر۔۔۔ تھنک یو سر۔۔۔ ای ول نیور ڈس اپوئنٹ یو۔۔۔"

حیدر انہیں سیلوٹ کرتا باہر نکل گیا۔۔۔۔ اس کے چہرے پہ چٹانوں کی سی
سختی تھی۔۔ اپنے دشمنوں کے لیے وہ موت تھا۔۔ رحم تو اس کی زندگی میں تھا
ہی نہیں۔۔۔

عائشہ کالج پہنچی تو زلے پہلے سے ہی گراؤنڈ میں بیٹھی اس کا ویٹ کر رہی
تھی۔۔۔۔

وہ دونوں اسکول ٹائم سے ساتھ تھیں۔۔۔ ان کا تین لوگوں کا گروپ ہوتا
تھا۔۔۔۔

"اسلام و علیکم۔۔۔ میری پیاری زلے خان"

"و علیکم السلام۔۔۔ پیاری چڑیل۔۔۔ کیسی ہو؟؟ اتنی دیر لگادی۔۔۔ میں کب سے ویٹ کر رہی تھی۔۔۔۔"

زلے سے اسے کہتے ہوئے منہ بسورا۔۔۔۔

"یار تمہیں پتہ تو ہے۔۔۔ صبح صبح اٹھنا بہت مشکل ہے۔۔۔ یہ تو بس سڈ کی وجہ سے جلدی اٹھ جاتی ہوں۔۔۔۔"

"کل کو جب ساس جوتے مار کر اٹھائے گی۔۔ تب مجھے بتانا۔۔"

زلے نے گویا اسے ڈرانا چاہا۔۔۔

"تب کی تب دیکھی جاپے گی۔۔۔ ابھی تو انجوائے کرنے دے۔۔۔"

عائشہ نے آنکھیں پٹیٹاتے ہوئے کہا۔۔۔۔

"اچھا میری ماں۔۔۔ چل کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے۔۔۔"

زلے نے بیگ اٹھاتے ہوئے اسے بھی اٹھایا۔۔۔

"عاشی --- شرم کر لے --- پیپر ہونے والے ہیں --- اور تیرے نخرے ختم نہیں ہو رہے --- اٹھ جا جلدی ---"

عائشہ کو آخر ماننا پڑا۔۔۔ تو بادل ناخواستہ اٹھ گئی۔۔۔۔۔

سر ذیشان کلاس لے رہے تھے --- اور زلے بھی توجہ سے لیکچر نوٹ کر رہی تھی --- جبکہ عائشہ پور ہو رہی تھی ---

اسے زلے کا موبائل دکھا۔۔۔ اس نے چھپکے سے اٹھایا۔۔۔ سائنٹ موڈ سے
ہٹا کے فل والیوم پہ لگا کر واپس رکھ دیا۔۔۔

تھوڑی دیر بعد کلاس میں رنگ ٹون گونجی۔۔۔

مجھے چھوڑ کر جو تم

جاؤ گے

جو تم جاؤ گے

بڑا پچھتاؤ گے

Novelnagri

"کون بدتمیز ہے۔۔۔ کیا بکواس ہے یہ"

سر ذیشان دھاڑے۔۔۔۔۔

"س۔۔۔ سر۔۔۔ وہ۔۔۔ مو۔۔۔ موبائل۔۔۔ رن گ۔۔۔ رنگ

ٹون۔۔۔۔"

زلے کو سمجھ نہ آیا کیا بولے۔۔۔۔

"نکل جائیں کلاس سے باہر۔۔۔۔"

ز لے بیگ اٹھا کر باہر نکل گئی۔۔۔ اود جاتے جاتے عاشی کو گھورنا نہیں

بھولی۔۔۔۔

"سر۔۔۔۔"

عائشہ نے مسکین سی شکل بنا کر پکارا۔۔۔۔

"اب آپ کو کیا مسئلہ ہے۔۔۔۔"

"سر۔۔۔۔ وہ ذلے باہر ہے۔۔۔ تو میں اکیلی کیا کروں گی۔۔۔ میں بھی

جاؤ۔۔۔۔"

کلاس میں دبی دبی ہنسی کی آواز گونجی۔۔۔

"گلیٹ آؤٹ رائٹ ناؤ۔۔۔"

تو وہ بھی بیگ اٹھا کے باہر نکل گئی۔۔۔۔

"موٹی عورت مجھے پتہ تھا۔۔ تو یہی ہوگی۔۔۔۔"

عائشہ کلاس سے نکل کر کیفے آئی تو زلے کو سموسوں سے انصاف کرتے
دیکھا۔۔۔

"دیکھ تجھے کتنی بار کہا ہے مجھے عورت نہ بولا کر۔۔۔ عورت ہوگی تو تیرا پورا
خاندان۔۔۔۔ اور میرے کھانے پہ نظر نہ رکھ اپنے باپ کا کھاتی ہوں تیرا
نہیں۔۔۔"

زلے نے اسے غصے سے جواب دیا۔۔۔

"بے شک بیشک تو اپنے باپ کا ہی کھاتی ہے۔۔۔ میں تو تمہارے لیے کہہ رہی تھی کہ کل کو تمہاری ساس یہ نہ کہے کہ میں بھینس اٹھا کے لے آئی اپنے پھول جیسے بیٹے کے لیے۔۔۔"

عائشہ نے ہنستے ہوئے اسکے صحت مند ہونے پہ طنز کیا۔۔۔

"تو میری فکر نہ کر بہن۔۔ تیری مہربانی۔۔ ویسے بھی پھول جیسا نہیں چاند جیسا ہوتا ہے۔۔۔"

"ہنہ۔۔۔"

عاشی نے گویا ناک سے مکھی اڑائی۔۔۔

"ویسے عاشی تجھے شرم نہیں آتی۔۔ میری بے عزتی کروادی سر کے سامنے"

"بے عزتی ان کی ہوتی ہے جن کی عزت ہو لیکن تیری تو ماشاء اللہ

سے۔۔۔۔۔

ویسے بھی میں نے کہا تھا لیکچر لینے کو موڈ نہیں تجھے ہی آئن سٹائن کا باپ

بننے کا شوق چڑھا تھا۔۔۔"

عائشہ نے اسے گھورا۔۔۔۔

"او میری ماں میرا جینڈر تو نہ چیلنج کر۔۔۔ کم از کم۔۔۔"

زلے نے اسکے کندھے پہ مکا مارا تو وہ بلبلا کر رہ گئی۔۔۔

"چل زلے جان۔۔۔ کچھ آرڈر کر بہت بھوک لگی ہے۔۔۔"

"او ہڈیوں کی دکان۔۔۔ تجھے کب بھوک نہیں لگتی۔۔۔ پتہ نہیں تیرا کھایا جاتا کہاں ہے۔۔۔ اتنا کھاتی ہو۔۔۔ اور خود بھی کچھ کھلا دیا کر۔۔۔ ہمیشہ مجھ سے ہی کھاتی رہتی ہو۔۔۔"

"تو کیا تمہاری طرح موٹی بھینس بن جاؤ --- اور میرے کھانے پہ نظر نہ رکھا

کر موٹی عورت ---

چل آج تجھے میں کھلاتی ہوں -- بتا کیا کھانا ہے "

"اولے چھوٹے دو ٹھنڈے پانی کے گلاس لے کر آ"

اس سے پہلے کہ زلے بتاتی عائشہ خود ہی بول پڑی اب اس کی سخی پن پہ

ہونکوں کی طرح منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی ---

"ارے منہ تو بند کر --- تم تو ایسے کر رہی جیسے کبھی کچھ دیکھا نہیں ---"

عائشہ نے اسے لتاڑا۔۔۔

"نہیں۔۔ میں بس حیران ہوں کہ اتنے سخی لوگ اب بھی اس دنیا میں
پائے جاتے ہیں۔۔۔ کہاں سے آتے ہیں ایسے لوگ۔۔۔"

زلے نے اسے شرمندہ کرنا چاہا لیکن آگے بھی عائشہ ارتضیٰ تھی ڈھیٹوں کی
سردار۔۔ جس نے بجائے شرمندہ ہونے کے فرضی کالر جھاڑے۔۔۔

"اچھا بس بس۔۔ رونے مت بیٹھ جائی۔۔۔ ٹھونس لے جو دل کرے۔۔ میں
پیسے دے دوں گی۔۔۔"

زلے نے اسے ایسے دیکھا جیسے یقین کرنا چاہ رہی ہوں کہ یہ عائشہ ہی ہے

نا۔۔۔۔

تو عائشہ نے آگے سے اسے آنکھیں دکھائی۔۔۔۔

"اس مشن میں طلحہ اور عثمان فرنٹ پہ میرے ساتھ ہوں گے ہر پلین میں۔۔۔ جبکہ سرفراز اور علی آپ بیک پہ رہیں گے اور ہمیں ہر ضروری چیز سے آگاہ کریں گے۔۔۔ اور اضہاک مینشن پہ نظر رکھیں گے۔۔ کیسے یہ آپکا مسئلہ ہے۔۔۔ بہت کرلی اس شخص نے اپنی اب ہماری باری۔۔۔"

حیدر اپنی ٹیم کو مشن کی تمام باریک بینی سے آگاہ کر رہے تھے۔۔۔

"لیکن سر اگر اسے شک ہو گیا۔۔۔"

کیپٹن طلحہ نے پوچھا۔۔۔

"تو کچھ نہیں کیپٹن۔۔۔ زیادہ سے زیادہ شہید ہو جائیں گے۔۔۔ یہ تو اعزاز ہوگا

اس دھرتی کے لیے اپنا خون دینا۔۔۔"

"ایس سر۔۔۔ وی آر ریڈی۔۔۔"

سب یک زبان بولے۔۔۔

"پاکستان زندہ باد۔۔۔ پاک فوج پائندہ باد۔۔۔"

ایک ہی جذبہ اس ملک کے محافظوں کے خون میں شامل ہوتا ہے اور وہ خون
کے آخری قطرے تک اس کو نبھانے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔

وطن کی مٹی

عظیم ہے تو

عظیم تر ہم

بنارہے ہیں

گواہ رہنا۔۔۔

ان کا روم روم اس بات کی عکاسی کرتا ہے۔۔۔

اگر سب لوگ بجائے دوسروں کو برا بھلا کہنے کے، دیانتداری سے کام کرنے لگ جائیں تو اس ملک کے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔۔۔ ہمیں فقط اصلاح اور اچھی قیادت کی ضرورت ہے۔۔۔ دوسروں کے بارے میں بہت جلدی آراء قائم کر لیتے لیکن اپنے گریبان میں کوئی نہیں جھانکتا۔۔۔

بھگوانا

عائشہ لان میں کھڑی گنگنا رہی تھی ساتھ میں ہلکی ہلکی بارش کا مزہ لے رہی تھی۔۔۔

کوئی دھوپ چھاؤں کا موسم ہو

Novelnagri

اور مدہم مدہم بارش ہو
 ہم گہری سوچ میں بیٹھے ہوں
 سوچوں میں سوچ تمہاری ہو
 اس وقت تم ملنے آ جاؤ
 اور خوشی سے پلکیں بہاری ہوں
 ہم تم دونوں خاموش رہیں
 اور زباں پر آنکھیں حاوی ہوں
 تم تھام لو میرے ہاتھوں کو
 اور لفظ زباں سے جاری ہوں
 میں تم سے محبت کرتا ہوں
 اور جذبوں میں سرشاری ہو

ہاتھوں کی لکیریں مل جائیں
 سنگ چلنے کی تیاری ہو
 سب خوابوں کو تعبیر ملے
 اور ہم پر خوشیاں واری ہوں

وہ بچپن سے ہی بارش کی دیوانی تھی۔۔ بارش ہو اور وہ بھیگے نہ ایسا ممکن ہی
 نہیں ہے۔۔۔۔۔ یہ موسم اس کا فیوریٹ تھا۔۔۔ بارش، پکوڑے،
 چائے۔۔۔۔۔ اس سے پہلے کہ عائشہ اپنے سر پورے کرتی کسی نے پیچھے
 سے اس کی کمر میں مکا جڑا۔۔۔ تو وہ بلبلا کر رہی گئی۔۔۔

پیچھے مڑ کر آنے والی شخصیت کو غصے سے گھورا۔۔۔

"کیا تکلیف ہے تجھے موٹے آلو۔۔۔ مجھے مارا کیوں۔۔۔"

"کیا مطلب کیوں مارا۔۔۔ کب سے تمہاری یہ بھگی بھگی بکواس سن سن
کے میرے کان پک گئے۔۔۔"

"تو اپنے کانوں کا علاج کروا جا کر۔۔ شکل گم کر۔۔۔ سارا موڈ خراب
کر دیا۔۔۔"

"تو اپنے گلے اور دماغ کا علاج کیوں نہ کرواتی تجھے زیادہ ضرورت ہے۔۔۔"

عائشہ اس کی گل افشانی پہ کلس کر رہ گئی۔۔۔

"اوائے بندریا۔۔ ایک بات بتاؤ۔۔۔"

سعد نے قدرے جھک کر اس کے کان میں کہا۔۔ جیسے کوئی ضروری بات

ہو۔۔۔

"ہاں بول بندر۔۔۔"

عائشہ نے حساب برابر کیا۔۔۔

"وہ نہ پاگل خانے میں ایک بیڈ خالی ہے۔۔ اگر تم جانا چاہو تو۔۔۔"

سعد یہ کہہ کر بھاگ گیا۔۔ کیونکہ عائشہ کے تیور خطرناک ہو چکے تھے۔۔۔

"بندر۔۔۔ موٹے آلو۔۔۔ چول انسان۔۔۔ کالے گینڈے۔۔۔ تورک میں ابھی

تیرا قیمہ بناتی ہوں۔۔۔"

"اگر پٹیا۔۔۔ کس کا قیمہ بنانے لگی ہوں؟؟؟؟؟"

اسے سے پہلے کہ وہ سعد کے پیچھے جاتی اسے شہریار کی آواز سنائی دی۔۔۔ تو

آکر اس کے گلے لگ گئی۔۔۔

"اسلام علیکم شیری بھائی۔۔۔۔ کیسے ہیں آپ؟؟ کب آئیے واپس؟ میرے لیے گفٹ لائے ہیں؟"

عائشہ نے ایک ہی سانس میں اتنے سوال کر ڈالے۔۔۔

"ارے لڑکی۔۔۔ صبر سے کام لے اتنے سارے سوال ایک ساتھ۔۔۔ مجھے بیٹھنے تو دے۔۔۔"

"او سوری سوری۔۔۔ اندر چلیں۔۔۔"

وہ عائشہ کو حصار میں لیکر آگے بڑھ گیا۔۔۔

یہ ہیں شہریار مرتضیٰ اور ان کا چھوٹا بھائی (موٹا آلو سوری سوری میرا مطلب)
سعد مرتضیٰ۔۔۔ ارتضیٰ صاحب کے بڑے بھائی مرتضیٰ احمد۔۔۔ جو کہ انہی
کے ساتھ اوپر والے پورشن میں رہتے ہیں اپنے بیٹوں کے ساتھ۔۔۔
سعد اور عائشہ ہم عمر ہیں دونوں بہت لڑتے ہیں مگر پیار بھی بہت ہیں
دونوں ہی ایک کلاس میں پڑھتے ہیں جبکہ شہریار مرتضیٰ اور ارتضیٰ صاحب
کے ساتھ بزنس سنبھالتا ہے۔۔۔ ابھی بھی وہ بزنس کے سلسلے میں دبئی گیا
ہوا تھا اور آج ہی لوٹا ہے۔۔۔

وہ آئیں ہیں چوکھٹ پہ جناب

بتاؤ چائے پیش کریں کہ دل

(عائشہ)

"اسلام علیکم چھوٹی ماں۔۔۔"

ہانیہ بیگم کچن میں کھانا بنا رہی تھیں جب شہریار کچن میں داخل ہوا۔۔۔ ہانیہ
بیگم اسے دیکھ کر اس کی طرف لپکی۔۔۔

"ارے شیری۔۔ میری جان میرا بچہ۔۔ تم کب آئے؟؟؟ آنے سے پہلے بتا تو دیتے تمہیں لینے آجاتا کوئی۔۔۔"

ہانیہ بیگم نے اسکا ماتھا چھومتے ہوئے خفگی سے کہا۔۔۔

"ارے میری پیاری چھوٹی ماں۔۔۔ اگر بتا دیتا تو آپ کے چہرے پہ مسکراہٹ کیسے دیکھتا۔۔۔۔"

"چلیں آئیں۔۔ باہر چلتے ہیں۔۔"

سعد اور شہریار کی ماں کی بچپن میں ہی وفات ہو گئی تھی۔۔۔ ہانیہ بیگم نے ان کو اپنی اولاد کی طرح پالا تھا اور وہ بھی ان سے بہت پیار کرتے تھے۔۔۔

اسلام و علیکم چاچو۔۔۔ بابا۔۔۔ کیسے ہیں آپ دونوں؟؟؟

شہریار نے دونوں سے ملتے ہوئے استفسار کیا۔۔۔

"ہم تو ٹھیک ہیں اللہ کا شکر۔۔۔ لیکن برخوردار تم کیسے اچانک ٹپک

پڑے۔۔۔"

ارتضیٰ صاحب نے اسے گھورا۔۔۔

"ارے چاچو۔۔۔ بچے کو گھورنا تو بند کریں۔۔ وہ دراصل کام جلدی ختم ہو گیا
۔۔ بس اسی لیے جلدی آگیا۔۔۔"

"بھائی۔۔۔۔۔ آپ کب آئے"

سعد سیڑھیاں اترتا بھاگتا ہوا آیا اور شہریار سے لپٹ گیا۔۔۔۔

"بھائی کے بچے پہلے یہ بتاؤ۔ میری گڑیا کو تنگ کیوں کر ہے تمھے؟"

شہریار نے اس کا کان مروڑتے ہوئے خفگی سے پوچھا۔۔۔

"اللہ اللہ بھائی۔۔۔ کیوں جلاد بن رہے ہیں۔۔۔ آپ کی گڑیا بھی کچھ سیدھی
نہیں ہے"

سعد نے بتاتے ہوئے منہ بنایا۔۔۔

"شیری بچے چھوڑ دو۔۔۔ عاشی کی حرکتیں نہیں سدھرنے والی۔۔۔"

ہانیہ بیگم نے عاشی کو گھورا۔۔۔

"شیری بھائی۔۔۔ دیکھیں نہ ماما۔۔۔"

عاشی روہانسی ہوئی۔۔۔

"چھوٹی ماں باقی گھر والے کدھر ہیں۔۔۔"

شہریار نے پوچھا تو عائشہ کے گھورنے پہ اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔

"شیری سب یہی تو ہیں آپ کس کا پوچھ رہے۔۔۔ او اچھا سدرہ وہ شاید

سورہی ہے۔۔۔ جاو عاشی بہن کو دیکھوں"

اور باقی سب باتوں میں مشغول ہو گئے۔۔۔

عائشہ نے دھاڑ سے دروازے کو دھکا مارا اور روم میں داخل ہوئی۔۔۔ سدرہ جو لیٹی ہوئی تھی ایک پل کو حواس باختہ ہوگئی۔۔۔ لیکن پھر عائشہ کو دیکھ کر اس کے تاثرات سخت ہو لیے۔۔۔

"عاشی---آرام سے بھی آیا جاسکتا ہے--کون سے کتے لگے ہیں تمہارے
پیچھے--جو یوں دندناتی پھر رہی ہوں---کبھی تو سکون کر لینے دیا کر----"

"کیا ہے یار سڈ--کم از کم تم تو ماما کی طرح نہیں کرو--میں تو ایک نیوز لیکر
آئی تھی تم نے ڈانٹ دیا--"

عائشہ نے رونے کی ایکٹنگ کرتے نہ انیوالے آنسو صاف کیے----

"ارے میری گڑیا---اپ ایسے نہیں کیا کرو نہ--اچھا آٹم سوری معاف کر
دو بہن کو--اچھا نیوز تو سناؤ--"

"اٹس اوکے۔۔ نیوز یہ ہے کہ۔۔۔ شیری بھائی آگئے۔۔۔ اور آپ کو نیچے بلا رہے ہیں سب۔۔"

ایک پل کو شہریار کا سن کر سدرہ کا دل دھڑکا۔۔

"اتنی جلدی۔۔ بتایا بھی نہیں۔۔۔ مجھے کیوں بلا رہے ہیں۔۔ جس نے ملنا ہوگا آکر مل لے گا۔۔ ویسے بھی میں سو رہی ہوں۔۔۔ تم جا کے بول دو۔۔۔"

"حد ہے سڈ۔۔ سوتی رہو تم۔۔"

سدرہ کمبل تان کر لیٹ گئی۔۔ تو عائشہ غصہ میں اٹھ کر چلی گئی لیکن جاتے جاتے دروازے کو زور سے مارنا نہیں بھولی۔۔۔

"اففف۔۔۔ یہ لڑکی نہیں سدھرے گی۔۔۔"

شہریار جو اس سے ملنے آیا تھا۔۔ اس کی باتیں سن کر مسکرا کر رہ گیا۔۔۔ اور دستک دیکر روم میں داخل ہوا۔۔۔

"عاشی میں نے تم سے کہا ہے نہ مجھے نہیں مل۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ بات مکمل کرتی اس کی نظر شہیار پہ پڑی تو زبان دانتوں تلے
دبائی۔۔ اور فوراً سے دوپٹہ اٹھا کے سر پہ اوڑھا۔۔۔

"اسلام علیکم۔۔۔۔ کیسے ہیں؟ میں وہ بس آہی رہی تھی۔۔۔"

"جی جی میں نے سن لیا تھا۔۔ خیر و علیکم السلام۔۔۔ میں ٹھیک۔۔۔ اپ
کیسی ہیں۔۔۔"

سدرہ خجل سی ہوگئی۔۔۔

"الحمد للہ۔۔۔"

"ہمممم۔۔۔"

سدرہ نے ایک نظر آئینے میں اسے دیکھا لمبا قد، کسرتی جسم، گوری رنگت، آگے سے بال ماتھے پہ گرے، براون آنکھیں۔۔ غرض اس میں کسی کو بھی زیر کرنے کی صلاحیت تھی۔۔۔ لیکن اس کا عشق تو صرف سدرہ ارتضیٰ تھی۔۔۔ جو نظریں نیچے کیے جانے زمین پہ کیا تلاش کر رہا تھا۔۔۔

آئینہ فریبی ہے
لیکن ایک چہرے کی
اس پہ حکمرانی ہے

عکس اُس کا پڑتے ہی
جھلملانے لگتے ہیں
ہونٹ اُس کے، گال اُس کے
جگمگانے لگتے ہیں
نوبتو جمال اُس کے
اور سمندر آنکھوں میں
بیکراں جلال اُس کے
سارے خدوخال اُس کے
حد یہ ہے، خیال اُس کے
یعنی سب کمال اُس کے!
"احمد ندیم قاسمی"

کچھ پل خاموشی کی نظر ہوئے۔۔۔

"آپ فریش ہو لیں۔۔ میں چائے لاتی ہوں۔۔۔"

سدرہ کہتی اٹھی اور باہر نکل گئی۔۔ تو وہ بھی مسکراتا ہوا اپنے روم کی طرف
بڑھ گیا۔۔

"پتہ نہیں ان کے سامنے میں نظریں کیوں نہیں اٹھاتا۔۔ بولنا تو دور کی
بات ہے۔۔۔"

وہ سوچ کے رہ گیا۔۔۔۔

"اولے سالے۔۔ جلدی جلدی سامان اکٹھا کر۔۔ اور تم سب جلدی جلدی
اپنی حالت سدھارو۔۔ ریڈ پڑ گئی۔۔۔ ان کمینوں کو بھی چین نہیں
ہے۔۔۔ کچھ کرنا پڑے گا۔۔ اولے دلاور جلدی کر حرام خور۔۔۔"

یہ ہے یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ آرٹس کا کیفے۔۔۔ جو بظاہر تو کیفے ہی نظر
آتا ہے لیکن یہاں سے اسٹوڈنٹس کی زندگیاں برباد کی جاتیں ہیں ان کو ڈرگز
کی لت ڈال کر۔۔۔

ڈرگز آج کل کے معاشرے کا ناسور بنتی جا رہی ہیں۔۔ جن نوجوانوں نے ملک کی بھاگ ڈور سنبھالنی ہے۔۔۔ وہ ہمیں سڑکوں پہ نشے میں دھت ملتے ہیں۔۔ کیسا المیہ ہے یہ۔۔۔۔۔

ان سب نے جلدی جلدی ڈرگز اٹھا کر تھیلے میں ڈالی اور اسے پیچھے پھینک دیا۔۔ اور جو لوگ نیچے بیٹھے تھے وہ بھی اٹھ گئے۔۔۔

ایک دم سے دروازہ دھاڑ کی آواز سے کھلا اور چار پانچ فوجی جوان ہاتھ میں اسلحہ لیے اندر داخل ہوئے۔۔۔

"کیا چل رہا ہے یہاں۔۔۔"

ان میں سے ایک نے دھاڑ کے پوچھا۔۔

اسٹوڈنٹس کی تو ٹانگیں کانپنا شروع ہو گئیں۔۔۔

"کچھ نہیں سر۔۔ بس چائے، ناشتہ ہی۔۔ اور کیا چلنا سر۔۔ کیفے ہے یہ

۔۔۔"

فیضی نے اسے مطمئن کرنا چاہا۔۔

"اپنی بکواس بند کر۔۔ ہم سے ہوشیاری نہیں۔۔ ابھی پتہ چل جائے گا۔۔۔ تلاشی لو سب جگہوں کی اچھے سے۔۔۔"

ساتھ آئے جوانوں نے ایک ایک جگہ کو اچھے سے چھان مارا۔۔۔ سارا کیفے الٹ پلٹ کر دیا۔۔۔ حالانکہ جہاں ڈرگز پھینکی تھیں وہاں بھی دیکھا۔۔۔

"سر۔۔ سب جگہ دیکھ لیا۔۔ کچھ نہیں ملا۔۔۔"

"اچھے سے دیکھا ہے نہ۔۔۔"

"جی سر اچھے سے دیکھا ہے۔۔ کچھ نہیں ہے۔۔۔"

فیضی کے ساتھ باقی سب بھی حیران تھے کہ ایسا کیسے ہو سکتا۔۔ لیکن فوراً
ہی اپنے تاثرات بحال کیے۔۔۔

"دیکھا سر۔۔ میں نے کہا تمہا نہ کچھ نہیں ہے۔۔۔ ایسے ہی شک کر رہے
تھے۔۔۔"

"دھیان رکھنا۔۔ آج تو بچ گئے۔۔ لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوگا۔۔۔ چلو
سب۔۔۔"

اور سب جوان آگے پیچھے نکل گئے۔۔۔

"اولے تو نے ڈگز کا تھیلا ڈیوری میں ہی رکھا تھا۔۔۔"

"جی وہی رکھا تھا صاب جی۔۔۔"

دلاور نے بھی سوچتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

"پھر ایسا کیسے ہو سکتا کہ ان کو نہ ملے۔۔۔"

"سر وہاں پہ تھیلا نہیں ہے۔۔۔"

"کیا مطلب نہیں ہے۔۔۔ وہی پھینکا تھا نہ۔۔ حرام خور ڈھونڈ اسے۔۔ زمین کھا گئی کیا اسے؟"

فیضی نے دلاور کو گریباں سے پکڑ کر دھکا دیتے ہوئے غرا کر پوچھا۔۔۔

"کہیں تساں لوگ اس تھیلے کے بارے میں تو نہیں پوچھ رہا۔۔ ایں ہمرے پاس ہے۔۔۔"

بیک وقت سب نے پیچھے مڑ کر آنے والی شخصیت کو دیکھا۔۔۔ لمبے لمبے گنگریالے بال جن کو دھوئے صدیاں بیت گئیں ہو، آنکھیں جن میں بھر بھر

کر سرمہ ڈالا گیا تھا۔۔ انکھ کے پاس بڑا سا کال تل گلے کے ساتھ کس کے
باندھا گیا تعویذ اور منہ میں نسوار لیے وہ دانت نکال کر ان کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

سب نے حیرت سے اسے دیکھا پھر حیرانی کی جگہ غصہ عود آیا۔۔۔ فیضی نے
آگے بڑھ کے اس کے سر پہ بندوق رکھی تو اس نے ہاتھ اٹھا لیے۔۔۔۔

"ارے صاب جی۔۔ ہاتھ ہولا رکھوں۔۔ کیوں نواز کی معصوم جان پہ ظلم کرتا
ہے۔۔۔۔"

نواز نے چہرے پہ دنیا جہاں کی معصومیت سجائے پوچھا۔۔۔

"اے سالے تو بتاتا ہے یا نہیں کہ تھیلا تیرے پاس کیسے آیا اور تو ہے
کون؟"

فیضی نے دوبارہ نواز کا گریبان پکڑ کر اس سے پوچھا۔

"ارے صاب کیوں غصہ کر ریلا اتنا، رنگ کالا ہو جاتا ہے، اپن نے کہیں
پڑھا تھا"

"بکواس بند کراپنی، جو پوچھا ہے وہ بتا"

فیضی غصے میں دھاڑا۔

"صاب اپن نواز ہے نواز شریف نہیں بلکہ نواز خان، اس دھندے کا پرانا
کھلاڑی، اپن نے تو اس تھیلا کو چھپا کر آپ کو ان سالوں سے بچایا
ہے، ویسے حیرت کا بات ہے تم اپن کو نہیں جانتا۔"

"زیادہ شانا بننے کی کوشش نہ کر، میں اپنی پہ آیا نہ تو تیری ہڈیوں کا سرمہ
بن جانا، یہ بتا ادھر کیا لینے آیا"

"ارے صاب سیدھا سا بات ہے آپن تم لوگوں کے ساتھ کام کرنا چاہتا، اور

امیر ہونا چاہتا ہے، کیسا بھی کام ہے اپن کرے گا،"

"اچھا بس بس، میں پہلے تجھے چیک کروں گا پھر۔۔"

فیضی کو ابھی بھی اس پہ یقین نہیں ہوا تھا۔

"اولے یہ تو ہے حیدر، وٹ آپلینٹ سرپرائز"

شہریار کسی میٹنگ کے سلسلے میں ہوٹل آیا تھا، جہاں اسے حیدر دکھا۔

"اے شیری تو، یار کتنا بدل گیا ہے تو۔۔۔"

دونوں ایک دوسرے سے گلے ملتے ہوئے بیٹھ گئے۔۔۔ وہ دونوں یونیورسٹی کے دوست تھے، پھر شہریار نے بزنس جوائن کر لیا اور حیدر آرمی میں چلا گیا۔

"یار کدھر ہوتا ہے آج کل؟ اتنے عرصہ بعد ملاقات ہوئی"

"بس یار کیا کریں ہم آرمی والوں کے پاس وقت ہی تو نہیں ہوتا، آج کل

بھی ایک مشن پہ ہیں، بس کامیابی مقدر ہو"

"آمین ثم آمین"

"تو بتا کہ ہر ہوتا ہے؟ شادی وادی کرلی"

"یار میں تو پایا اور چلچو کے ساتھ بزنس ہی سنبھالتا ہوں جو مجھے شوق تھا،
شادی تو نہیں البتہ نکاح ہو گیا ہے بھائی کا"

"ارے واہ بھئی، مبارک ہو بہت بہت، بھابھی سے کب ملوا رہے پھر"

"ہاں گھر آجاو پھر جب دل کرے سب سے مل لینا، کھانا بھی ہو جائے

گا،"

"ہاں ہاں ضرور، بس کسی دن چکر لگاتا ہوں، فری ہو کر"

"چل پھر میں انتظار کروں گا"

دسمبر کا آغاز تھا۔ سورج بھی مدہم مدہم چمک رہا تھا، کبھی سامنے آجاتا ہے اور پھر بادلوں کے پیچھے چھپ جاتا گویا وہ بادلوں کے ساتھ کھیل رہا ہو۔۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا انسان کو کپکپانے پہ مجبور کر دیتی تھی۔۔

ایسے میں وہ تینوں گراؤنڈ میں بیٹھے کسی کتاب کو پڑھ رہے تھے۔ جب عاشی نے ذلے کو پکارا۔۔۔

"یار ذلے ، میں کیا سوچ رہی ہوں؟"

ذلے کتاب بند کرتی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔۔

"جی محترمہ عائشہ صاحبہ، فرمائیں تو ہمیں پتہ چلے"

"یار ذلے دیکھ نہ ہم ناول پڑھنے والی لڑکیوں کو ترکی جانے کا کتنا شوق ہوتا تو طیب اردگان کو چاہیے کہ ہمارے لیے ویزا فری کر دے۔"

ذلے اور سعد نے اس کی بات پہ منہ کھولے اسے دیکھا اور پھر دونوں ہی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔۔

"کیا تکلیف ہے تم دونوں کو؟ کیوں منہ پھاڑ کر ہنس رہے ہو؟"

"فری ویزا اور وہ بھی تمہارے لیے، سیریسلی عاشی، تمہیں تو وہ ویسے ہی ترکی میں داخل نہ ہونے دیں تم فری پہ جانے کی بات کر رہی"

سعد کی بات پہ وہ دونوں ایک بار پھر ہنسنے لگے،۔۔ تو عائشہ نے ان دونوں کو کندھوں کو ملے کا اعزاز بخشا تو وہ دونوں ہی بلبلا اٹھے۔۔۔

"دفع ہو جاؤ، تم دونوں میں بات ہی نہیں کرنی"

عاشی کہتی ہوئی کتابیں اٹھا کر چل دی۔۔۔ تو وہ ہنس دیے اور اپنے بیگ اٹھا کر اس کے پیچھے چل دیے

"عاشی میری جان ، رک تو، سوری یار۔۔۔ دیکھ سعد کی غلطی ہے،۔۔۔ مان جاؤ
نہ ، آجاو تمہیں کچھ کھلاتی ہوں"

ذلے نے اسے لالچ دیا تو وہ ایک دم سے مڑی۔۔

"تو سچ بول رہی ہے نہ ذلے، چل کیا یاد کرے گی معاف کیا، برگر کھاؤ گی
میں"

ذلے نے اس کے مان جانے پہ شکر ادا کیا اور اسے لیے کینٹین کی طرف
بڑھ گئی۔

"عائشہ اٹھ کر بہن کے ساتھ بھی ہاتھ بٹا لیا کرو کسی کام میں، ہر وقت بس شرارتوں کی طرف دھیان رہتا، کل کو سسرال بھی جانا ہے"

عائشہ ٹی وی پہ ٹوم اینڈ جیری دیکھ رہی تھی جب ہانیہ بیگم نے اسے لتاڑا۔

"ارے ماما، کیا ہے یار، ابھی تو میں چھوٹی سی ہوں، ویسے بھی وہ میرا اور

میری ساس کا معاملہ ہے"

عائشہ نے گویا لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔

"جب تمہاری ساس تمہیں بالوں سے پکڑ کر گھمائے گی ناتب بھی یہی کہنا
کہ یہ ہمارا معاملہ ہے"

ہانیہ بیگم نے اس کی لاپرواہی پہ طنز کرتے ہوئے کہا۔

"افووو۔۔ ماما پلینز آپ تو ساس نہ بنیں"

"میری تو اس گھر میں سنتا ہی کون ہے، آنے دو تمہارے باپ کو"

"ارے ماما، اب ایسے تو نہ کہیں، میرے علاؤہ سب ہی آپ کی سنتے ہیں،
اسپیشلی پاپا وہ تو آپ سے ڈرتے بھی ہیں"

اس سے پہلے کہ ہانیہ بیگم اسے مارنے کے لیے جوتا اتارتی وہ کہہ کر باہر کو
بھاگ گئی۔

"سمیج سر وہ...."

"کیا تکلیف ہے تمہیں اب"

گویا اسے مداخلت پسند نہیں آئی۔۔

"سمیج سر، وہ فیضی کوئی اہم خبر لیکر آیا ہے آپ کے لیے"

سمیج منہاج ناشتے کی ٹیبل پہ بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا، جب اس کا ایک ملازم اس کے پاس آیا۔

"ہاں ٹھیک ہے، اس سے کہو میرا انتظار کرے"

"جی بہت بہتر سر"

ملازم جواب دے کر واپس مڑ گیا تو اس نے بھی کپ اٹھا کر دوبارہ لبوں سے لگایا۔

"ہاں فیضی بولوں کیا خبریں ہیں"

سمیع نے لاونج میں داخل ہوتے اسے مخاطب کیا تو وہ ایک پل کو سٹپٹا گیا۔ ایک نظر اٹھا کر اس نے اس شخص کو دیکھا جو اپنے کپڑوں پہ ایک بھی سلوٹ ہونے پہ گولی مار دیتا تھا کجا کہ کام میں کوئی مشکل آئے۔۔

فیضی نے تھوک نگلتے اپنا گلا تر کیا۔۔۔

"سمیع سر وہ کالج کے کیفے میں ریڈ پڑگئی تھی تو....."

"نا احمقوں، جاہلوں، سالوں، تم لوگوں کو میں نے اپنا نقصان کرنے کے لیے رکھا ہوا ہے کیا؟ مفت کی روٹیاں توڑتے رہتے، کام ایک ہوتا نہیں ہے تم لوگوں، اگر زرا سا بھی نقصان ہوا تو تم جان سے جاؤ گے"

اس سے پہلے کہ فیضی بات پوری کرتا سمیع نے اسے گرمیابان سے پکڑا اور اس پہ دھاڑا، تو فیضی نے تھوک نگلا۔۔

"س سر وہ ایک شخص ہ ہے ن نواز، اس نے ب بچا لیا تھا، ن نقصان نہیں ہوا، س سر وہ ہمارے ساتھ کام کر کرنا چاہتا ہے"

فیضی نے جیسے تیسے بات پوری کی۔۔

"فیضی تم آج مجھے بتادو کہ ایک بار کہی بات تمہارے بھیجے میں کیوں نہیں جاتی، یہ میں تمہارے کان کھلوا دوں"

"سس سس سوری سس سر"

"اگر آئندہ اس طرح کی فضول باتیں لیکر آئیے تو یہاں کے کتوں کو تمہاری لاش ڈال دوں گا، اپنے آپ یہ سب ہینڈل کیا کرو"

"می یس یس س سر"

"اب میری بات غور سے سنو، کافی عرصہ ہو گیا ملک میں سکون ہے، اور سالی فوج بھی آرام میں ہے، کیوں نہ ان کو بے آرام کیا جائے"

"یس سر،"

"تو تم اپنے کچھ بھروسے کے بندے اکٹھے کرو، اور ان کے سکول و کالج میں بے آرامی پھیلانے کا سامان کرو"

"اوکے سر، میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں"

سمیج سر ہلا کر لاونج سے نکل گیا تو فیضی نے سکون کا سانس لیا۔

"یار سعد دیکھ نہ یہ پھول کتنے پیارے لگ رہے ہیں، مجھے یقین نہیں آ رہا کہ
ہم نے یہ لگائے ہیں"

سردیوں کی چلملاتی دھوپ میں جہاں گھر کے باقی لوگ چائے پینے میں
مصروف تھے وہی وہ دونوں لان میں بیٹھے پودے لگا رہے تھے جو کہ کل ہی
انہوں نے ضد کر کے شہریار سے منگوائے تھے۔۔

"لو بھلا، اس میں یقین نہ کرنے والی کونسی بات ہے؟ تمہیں کیا ہمارے

ٹیلنٹ پہلے شک ہے؟"

"نہیں بالکل بھی نہیں، مجھے سب پہ شک ہو سکتا انفیٹ تم پہ بھی

موٹے آلو۔۔ لیکن اپنے آپ پہ کبھی نہیں۔۔۔"

عائشہ کی گل افشانی پہ جہاں سعد نے اسے گھورا وہی عائشہ نے فرضی کالر

جھاڑے۔۔۔

"چڑیل، چھپکلی، چوہیا، کتنی بار کہا ہے مجھے موٹا آلو نہ کہا کر"

"سعد کے بچے تو نے مجھے چھپکلی بولا، اب تو دیکھ"

اور عائشہ نے بچارے کو پکڑ کر کیچڑ میں دھکا دیا۔۔

اس کے منہ پہ ہر جگہ مٹی لگ گئی۔۔۔ بدلے میں اس نے کیچڑ سے ہاتھ
بھر کر عائشہ پہ پھینکا۔۔

اب حال یہ تھا کہ دونوں اس کیچڑ میں گتھم گتھا ہو رہے تھے۔۔ ان کی
آوازیں سن کر سب باہر نکلے تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔۔ ہانیہ
بیگم نے تو مارنے کے لیے جوتا اتار لیا۔۔ عائشہ نے دیکھ لیا تھا تو وہ سائیڈ پہ
ہوئی اور جوتا سیدھا سعد کے لگا تو وہ بلبلا کر رہ گیا۔۔۔

"ڈائن، بتا نہیں سکتی تھی چھوٹی ماماگئی"

"نہیں، کیونکہ تم نے مجھے چوہیا بولا تھا۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اسے مارتا تو وہ بھاگ کر شہیار کے گلے لگ گئی۔۔

"تم لوگ آج بتا ہی دو، کس گناہ کی سزا دے رہے ہوں، انسانوں والی کوئی حرکت ہے یا نہیں تم میں؟ جینا حرام کر دیا، خبردار جو تم لوگ ایسے اندر آئے اور تم شیری چھوڑوں اسے سارے کپڑے گندے کر دیے، یا لگاؤں ایک"

ہانیہ بیگم نے ان دونوں کو لتاڑتے ہوئے شہریار کو گھر کا تواریتضیٰ صاحب اور
شہریار کے پاپا نے ہنسی ضبط کی۔۔۔

"مما چھوڑیں نہ بچے ہیں، یہی تو شرارتیں کرنے کے دن ہیں"

سدرہ نے ان کی سائیڈ لینا چاہی۔۔۔

"تم چپ کرو، یہ سب تمہاری شہ کی نتیجہ ہو، نہیں تو تمہارے بھی ایک لگاؤ
گی۔۔۔"

ہانیہ بیگم کی ڈانٹ پہ سدرہ بھی کھسیانی ہوگئی۔۔

"چلو سب اندر، اور خبردار جو کسی نے سائیڈلی انکی"

ان کے گھورنے پہ سب اندر کی طرف بڑھ گئے۔۔

"جس دن ہمیں کچھ ہوا نہ آپ نے سب سے زیادہ رونا ہے"

اس سے پہلے کہ عائشہ مزید گل افشانی کرتی ہانیہ بیگم کا جوتا اڑتا ہوا لگا تو وہ
کراہ کے رہ گئی۔۔

"ہاں بول فیضی کیا خبر ہے پھر؟"

"منہاج سر، پلین بالکل ریڈی ہے، کچھ ملکی لوگ ہیں، اور کچھ غیر ملکی

ہیں، وہ بھی اس حملہ میں ساتھ دیں گے۔۔۔"

فیضی نے اسے ساری بریفنگ دی۔۔۔

"بہت خوب، زبردست، لینٹ سے لینٹ بچادوں ان کی، بڑے محب وطن بنے پھرتے ہیں۔ ان کو بھی پتہ چلے کہ جن کی یہ حفاظت کر رہے ہیں وہی ان کی جان لینے کے درپے ہیں۔۔۔ ہاہاہاہاہاہا"

فیضی کا ایک پل کو دل دہل گیا۔۔ کیسا شخص تھا جو بچوں کو مارنے کا پلین بنا رہا تھا۔۔

"اوکے سر۔۔۔ جیسا آپ چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا۔۔۔"

"ہممم۔۔۔ اور حملہ کے بعد سب کو روپوش ہونے کا بول دینا اور جو ہیکڑی دکھائے اسے بھی اڑا دینا بے شک"

مزید چند باتوں کے بعد فون رکھ دیا۔۔۔

"یار حیدر، اتنی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ تو نہیں، پتہ نہیں کیوں لیکن مجھے کچھ پلیننگ کی بو آرہی ہے۔۔ کہ جیسے کچھ ہونے والا ہے"

حیدر، طلحہ اور عثمان تینوں دوست کم بھائی زیادہ تھے اور اکھٹے ہی رہتے تھے۔۔ ابھی بھی حیدر باہر سے آیا تھا جب طلحہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔۔

"واقعی حیدر یار، طلحہ صحیح کہہ رہا ہے، مجھے بھی کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا، پتہ تو کرنا پڑے گا کہ اب اس سمیع کے دماغ میں کیا چل رہا ہے"

عثمان نے بھی طلحہ کی بات میں ہاں ملائی۔۔

"تم لوگ صحیح کہہ رہے ہو، میں فیضی سے پوچھنے کی کوشش کرتا ہوں، کیا علم کچھ معلوم ہو جائے، اور تم دونوں منہاج کے گھر پہ نظر رکھو، کہاں جاتا ہے اور کہاں سے آتا ہے، سب کچھ لیکن دھیان سے"

"اوکے، نو پرا بلیم ہو جائے گا۔۔۔ بتا چائے پیے گا"

"نکی اور پوچھ پوچھ پلا دو۔۔ میں تب تک فریش ہو لوں"

طلحہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔۔

"یار حیدر، ہم دونوں کب تک تیری بیویاں بنے رہیں گے، خدا کا واسطہ شادی کر لے ہمیں بھی تجھ سے چھٹکارا ملے، تیرے کام کرتے کرتے میرے ہاتھوں پہ چھالے بن گئے، رنگ کالا ہو گیا بالکل تو جیسا، اور میری صحت دیکھو، کچھ تو خیال کر ہمارا"

عثمان کی دہائیاں عروج پر تھیں، اسے پتہ تھا کہ حیدر شادی کے نام سے
چڑھاتا ہے اس لیے وہ بھرپور فائدہ اٹھاتا تھا۔۔۔

"کیپٹن عثمان کیوں کرتے ہو اتنی بکواس؟ کیوں چاہتے ہو کہ میں تمہارے
سامنے کے دانت شہید کر دوں؟"

"نہ نہ، میرے دانتوں کو کچھ نہ کرنا، ورنہ میں گنا کیسے کھاؤں گا"

"شکر کر صرف دانت توڑنے کی بات کی ہے ورنہ اس بات پہ تو میری گولی
کا نشانہ بنتا، دفع ہو جا یہاں سے اب، طلحہ کی ہیلپ کر جا کے۔۔۔"

"جا رہا ہوں، لیکن میری بات لکھ لے، جس دن تجھے مل گئی نہ کوئی تب
پوچھوں گا کہ کونسی گولی مارے گا"

عثمان منہ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے باہر نکل گیا۔۔

"کاش میں تم لوگوں کو سمجھا پاتا مجھے ڈر لگتا ہے اپنے مستقبل سے اور اس
لڑکی کی قسمت سے، ہمارا کچھ پتہ نہیں کہ کس گولی پہ نام لکھا ہو"

حیدر فقط دل میں سوچتا آگے بڑھ گیا۔۔۔

پاگل لڑکی ہم سے دل نہ لگانا

ہماری شہادت اکثر جوانی میں ہوا کرتی ہے....

فضا میں ہلکی ہلکی خنکی باقی تھی۔۔ سورج بھی کبھی بادلوں سے نکل کر اپنا
مکھ دکھا دیتا۔۔ چرند پرند اللہ کی حمد و ثنا میں مصروف تھے... درخت بھی ہلکے
ہلکے جھوم رہے تھے گویا رب کی صدا پہ لبیک کہہ رہے ہو۔۔ ان سب نے
ملکر صبح کے منظر کو دلفریب بنا دیا تھا۔۔

"عائشی بچے آٹھ جاؤ اب، وقت دیکھو سات بج گئے ہیں، کالج نہیں جانا

کیا؟"

سدرہ ناشتہ بنانے کے بعد روم میں آئی تو دیکھا وہ ابھی تک سو رہی ہے تو اسے
اٹھانے لگی۔۔۔

"یار سڈ، پتہ نہیں کیوں؟ لیکن آج میرا بالکل بھی دل نہیں ہے جانے
کا۔۔ سعد چلا جائے گا بس، مجھے نہیں جانا"

"اٹھ جاؤ، تمہیں پتہ بھی ہے وہ تمہارے بغیر کبھی نہیں جاتا۔۔۔ چلو شاباش
آٹھ جاؤ۔۔۔ فائنلز ہونیوالا ہیں تمہارے اب تو سیریس ہو جاؤ"

"جو حکم ملکہ الزبتھ۔۔۔ اب ہم جائیں۔۔۔ سڈ وہ ہمارا سفید فراک نکال دینا

پلیز۔۔۔ میری جان"

عائشہ اسے ہگ کرتی واشروم میں گھس گئی تو وہ ابھی اس کے ڈرامے پہ

مسکرا دی۔۔۔

"عائشہ، سدرہ، سعد، شیری۔۔ آجاؤ سب ناشتہ ریڈی ہے۔۔ ارتضیٰ، مرتضیٰ بھائی

آپ لوگ بھی آجائیں۔۔۔ باقی کام آفس جا کر کر لینا۔۔۔"

"بس بھابھی ایک منٹ ابھی آئے۔۔۔ یہ بس آخری نظر دیکھ لوں"

مرتضیٰ صاحب نے لیپ ٹاپ پہ جھکے ہوئے جواب دیا۔۔۔

"اسلام و علیکم اینڈ گڈ مارنگ۔۔۔ ایوری باڈی"

عائشہ نے آتے ہی اونچی آواز میں وش کیا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔۔

"عائشہ کبھی انسانوں والی حرکت بھی کر لیا کرو، کیوں چوبیس گھنٹے چاہتی ہو
کوئی تمہیں لوکتا رہے"

ہانیہ بیگم نے اسے گھرکا۔۔۔

"ارے چھوٹی ماں، یہ انسان ہو تو انسانوں والی حرکت کرے"

سعد نے لقمہ دینا ضروری سمجھا۔۔۔

"شیری بھائی۔۔ دیکھیں نہ اس موٹے آلو کو"

عائشہ نے شہریار کو درمیان میں گھسیٹا۔۔ تو باقی سب ہنس دیے۔۔۔ کیونکہ

سب جانتے تھے کہ عاشی میں جان بستی ہے اس کی۔۔

"سعد کیوں تنگ کر رہے ہو اسے، شرم نہیں اتی، بدتمیزی کرتے ہو، چلو
سوری بولو، ورنہ پوکٹ منی بند"

"کیوں بھی؟ سعد کیوں سوری بولے، سعد تم سوری نہیں بولو گے، آپ کی
لاڈلی اتنی بھی سیدھی نہیں"

"اچھا، بس چپ کر جاؤ تم دونوں، کیا ان کے پیچھے لڑ رہے ہو، یہ تو دو منٹ
بعد پہلے کی طرح ہو جائینگے، اور سدرہ تم بیٹا خیال کیا کرو"

ہانیہ بیگم نے ان کو ٹوکنا ضروری سمجھا۔۔۔ تو سدرہ کا منہ کھل گیا اس نے
غصے سے شہریار کو دیکھا۔۔۔

وہ اپنا قہقہہ ضبط کر گیا۔۔۔

کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہ گزر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

"چلو سعد، گریٹا اٹھ جاؤ، ٹائم ہو گیا، اللہ حافظ ماما، ہم چلتے ہیں"

"اللہ حافظ بیٹا، دھیان سے جانا"

وہ سب ہانیہ بیگم کو بائے بولتے لاونج سے نکل گئے تو ارتضیٰ اور مرتضیٰ
صاحب بھی ان کے پیچھے نکل گئے۔۔

"اسلام و علیکم ذلے، ادھر کیوں بیٹھی ہو؟ کلاس نہیں لینی؟"

سعد اور عائشہ کالج داخل ہوئے تو ذلے کو اکیلے گراؤنڈ میں بیٹھے دیکھ اس سے پوچھا۔۔۔

"کچھ نہیں یار، بس دل نہیں کر رہا تھا، تو ادھر بیٹھ گئی۔۔ تم سلام بھی کر لیا کرو"

ذلے نے جواب دے کر اسے طنز کیا۔۔۔

"اچھا میری ماں، سوری، اسلام و علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ پیاری ذلے خان"

دونوں نے اکٹھے سلام کیا، تو ذلے ہنس دی۔۔

"و علیکم السلام، جیتے رہو میرے شیروں"

"چل، اٹھ اب کلاس میں چلیں"

تینوں بیگزاٹھا کر کلاس کی طرف بڑھ گئے

کچھ اسٹوڈنٹس آپس میں قہقہہ لگا رہے تھے، کچھ اٹھکیلیاں کر رہے تھے، اور
کچھ پیٹ پوجا میں مصروف تھے

عائشہ اور سعد کا یہ لیکچر فری تھا، تو وہ تینوں گراؤنڈ میں بیٹھے ہوئے تھے۔۔

سعد کوئی ٹاپک سمجھ رہا تھا ذلے سے جب کہ عائشہ کا پی پے کچھ لکھ رہی
تھی۔۔۔

"اور مجھے پسند ہے

کسی پہاڑ کی چوٹی پر لکڑی سے بنا چھوٹا سا گھر

چائے کا کپ ہاتھ میں تھامے
کھڑکی سے برستی بارش دیکھنا
بوڑھے درازقامت سرسبز درخت

قدیم حویلیاں
افق پر زرد روشنی بکھیرتا سورج
ڈھلتی ویران شام
ویران جزیرے
خزاں کے موسم میں کسی انجان پگڈنڈی پر بکھرے زرد پتے
اور جان لیوا خاموشی
اور تیرا انتظار"

"اوائے چوہیا، کیا لکھ رہی ہوں؟"

عائشہ کاپی بند کرتی ان کی طرف متوجہ ہوئی

"تم سے مطلب موٹے بندر؟، کچھ راز بھی ہوتے ہیں، اور مجھے راز رکھنے آتے

ہیں"

"اچھا، بس بس تم لوگ دوبارہ شروع نہ ہو جانا، چلو کینٹین چلتے ہیں، بہت

بھوک لگی ہے"

ذلے نے مداخلت کرنا ضروری سمجھا۔۔

"ہاں ہاں چلو، مجھے بھی بھوک لگی ہے،"

سعد نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ تینوں آگے بڑھتے، اچانک پورا

#ارمی_پبلک_سکول_و_کالج_گولیوں کی آواز سے گونج اٹھا۔۔ تو وہ تینوں

خوفزدہ ہو گئے۔۔۔

تمام اسٹوڈنٹس میں بھگدڑ مچ گئی۔۔۔۔

دہشتگردوں نے کالج پہ حملہ کر دیا تھا۔۔۔

سعد فوراً ان دونوں کو لیکر کلاس میں گھس گیا، اور اندر سے دروازے کو بند کر دیا۔۔۔

"سدرہ کیا بات ہے؟ کافی دیر سے تمہیں دیکھ رہا ہوں کھوئی سی لگ رہی ہوں، کچھ ہوا ہے کیا؟

شہریار اور سدرہ آفس میں بیٹھے کام کر رہے تھے، جب شہریار کے بلانے پہ وہ نہ بھولی تو سر اٹھا کر اسے دیکھا، جو جانے کن خیالوں میں گم تھی۔۔

گھڑا ہوں سر پہ رکھے دو جہاں کا رختِ سفر
کوئی بحدّ نظر، ہمسفر نہیں ملتا

"شیری، پتہ نہیں عجیب عجیب سے خیال آرہے ہیں، ایسا لگتا کہ جیسے کچھ ہونے والا ہے، کچھ بہت برا، مجھے ڈر لگ رہا ہے"

شہریار اٹھ کر اس کے پاس آیا اور اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔۔

"ریلیکس، کچھ بھی نہیں ہوتا، تمہارا وہم ہے، پریشان نہ ہو، اللہ سب بہتر کرے گا، ہمیشہ اچھا گمان رکھنا چاہیے"

"ان شاء اللہ، سب اچھا ہوگا، آپ صحیح کہہ رہے۔۔"

"چلو اب اٹھو، باہر چلتے ہیں، موڈ فریش ہو جائے گا۔۔۔، ویسے میں سوچ رہا ہوں، اب رخصتی ہو جانی چاہیے، میں اکیلا بور ہوتا ہوں"

شہریار نے آخر میں اسے چھیڑا۔۔۔

"بالکل بھی نہیں، دو تین سال تک"

"کیوں ظلم کرتی ہیں، مجھ معصوم پہ آپ"

شہریار کے اتنا معصومیت سے کہنے پہ وہ ہنس دی۔۔ تو وہ آنکھوں میں محبت
سموئے اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔

کھولی ہیں ذوق دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہ گزر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ

دہشتگرد آٹو میٹک گنوں، گرنیڈ اور ہر طرح سے اسلح سے لیس تھے۔۔۔ وہ کل
سات لوگ تھے۔۔۔

اسٹوڈنٹس نے کینیٹین، کلاس، لائبریری اور آڈیٹوریم میں پناہ لی۔۔۔ اتے
ساتھ ہی انہوں نے بچے اور اساتذہ پہ گولیوں کی بوچھاڑ کردی۔۔۔

"سعد، س س سعد مجھے ب بہت ڈر لگ رہا ہے، اگر ان انہوں نے ہمیں
ڈڈھونڈل ل لیا"

ذلے تو ڈر کے مارے کانپ رہی تھی۔۔۔ ڈر ان دونوں کو بھی لگ رہا تھا لیکن
وہ ضبط کیے بیٹھے تھے۔۔۔

"ذلے میری جان، کچھ نہیں ہوگا، ہم ہیں نہ، تمہیں کچھ نہیں ہونے دیں
گے، بھروسہ رکھو"

عائشہ نے اسے دلاسہ دیا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔۔

"سعد، تمہارا موبائل کدھر ہے؟ شیری بھائی کو کال کر،"

سعد نے جلدی جلدی شیری کا نمبر ملایا، لیکن اس کا موبائل سوچ آف جا رہا
تھا، سدرہ کا نمبر بھی بند تھا،

"یار نمبر بند ہے، کیا کروں؟"

دہشتگرد ہر کلاس میں گھس گھس کر بچوں اور اساتذہ کو گولیوں کا نشانہ بنا رہے تھے۔۔۔

"کیا میرے وطن کے بچوں کا خون اتنا ارزاں ہے؟ کہ کوئی بھی آئے اور ان کو ضائع کر دے، کیا ان کو رحم نہیں اتا، ان کلیوں پہ، پھولوں پہ، جنہوں نے کل ملک کی بھاگ ڈور سنبھالنی ہے، یہ ان کو کچل رہے ہیں؟ آخر کیوں ان کو کوئی روکنے والا نہیں"

یہ وہ سوال ہیں جو اس وقت ہر بچے کے ذہن میں تھے کہ ہمارا کیا قصور ہے؟

تب تک میڈیا، فورسز اور کمانڈوز بھی اچکے تھے، پورے کالج کو گھیرے میں لے لیا تھا...

بہت سے اساتذہ اور اسٹوڈنٹس کو شہید کر دیا گیا تھا۔۔

"ناظرین، یہاں آپ کو ایک اہم خبر سے آگاہ کرتے چلیں کہ آرمی پبلک اسکول و کالج پہ دہشتگردوں کا حملہ... سات دہشتگرد کالج میں داخل ہوئے،

بیشتر اسٹوڈنٹس اور ٹیچرز کو شہید کر دیا گیا ہے، پاک فوج نے کالج کو گھیرے
میں لے لیا"

سدرہ اور شہیار کیفے پہ بیٹھے چائے پی رہے تھے، جب ان کے کانوں میں یہ
خبر پڑھی، تو دونوں کے ہاتھ سے کپ چھوٹ کر گرا۔۔۔

"شش شش شہیار می یہ ت تو عا عاشی او اور س سس سعد لوگوں ک
کالج ہ ہے"

سدرہ تو بوکھلا گئی تھی، آنکھوں سے آنسو رواں تھے، اور وہ بے ربط جملے بول رہی
تھی۔۔

"سدرہ، میری جان، انہیں کچھ نہیں ہوگا، ریلیکس، ہم چلتے ہیں ابھی، آپ فکر نہیں کریں، وہ ہمارے بہادر بچے ہیں، اللہ رحم کریں گے۔۔۔"

شہریار نے روتی ہوئی سدرہ کو حوصلہ دیا، اور اسے لیے گاڑی کی طرف بڑھا، تب تک وہ ارتضیٰ اور مرتضیٰ صاحب کو بھی اطلاع دے چکا تھا۔۔۔

کالج کے باہر ہجوم کھڑا تھا لوگوں، روتے ہوئے اپنے بچوں کے لیے ہر کوئی دعاگو تھا، فورسز والے کچھ اساتذہ اور بچوں کے جسد خاکی لارہے تھے اور کچھ بچوں کو بہت گولیاں لگی تھیں، تو ان کو ہسپتال منتقل کیا جا رہا تھا۔۔۔ ہر

طرف چنخ و پکار تھی، گویا ایک قیامت برپا تھی، ہر آنکھ اشک بار اور دل دکھ
سے ریزہ ریزہ تھا۔۔

شہریار اور سدرہ فورا فوج کی طرف بڑھیں۔۔ تب تک باقی بھی آگے تھے۔۔

"دیکھیں آپ لوگ اندر نہیں جاسکتے"

ایک فوجی جوان نے انہیں روکا۔۔۔

"س سس سر وہ میر میرا بھائی ا اور ب بہ بہن ان اندر ہیں سر، وہ وہ م

مشکل می میں ہی ہیں"

"دیکھیں میڈم، ہمارے جوان اندر ہی ہیں، وہ سب کو ریسکیو کر لیں گے، سر

آپ لوگ پلیز میم کو سنبھالیں"

شہریار نے سدرہ کو پکڑا ہوا تھا، جب کہ ارتضیٰ اور مرتضیٰ نے ہانیہ بیگم کو پکڑا

ہوا تھا، جب ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی، ان کو سنبھالنا مشکل

ہو رہا تھا، شہریار سے ان کی تڑپ دیکھی نہیں جا رہی تھی۔۔۔ کہ اتنے میں اسے

حیدر نظر آیا تو وہ سدرہ کو مرتضیٰ کے حوالے کر کے اس کی طرف بڑھا۔۔

"یار حیدر پلیز میں تیرے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں، میری بہن اور بھائی اندر ہیں،

پلیز ان کو لے آ، تجھے خدا کا واسطہ، پلیز ان کو لے آ، پلیز، پلیز"

شہریار روتے ہوئے اس کے گلے لگ گیا۔۔

"شہری میری جان، میرے یار، حوصلہ کر، ان کو کچھ نہیں ہوگا، تو ایسے
کریگا تو باقی سب کو کون سنبھالے گا۔۔ تو بس دعا کر، میں ان کو لاتا
ہوں۔۔۔"

حیدر اسے وہاں چھوڑ کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔۔

"س سس سعد عاشرى؁ مآه لآتا كه كوئى اس س طرف آرا هـ؁ م مآه ڈ
ڈر لك رها رها هـ"

ذله نه روتل هولل ان دونول كو مخاطب كىا؁ تولنمول نه فورال ذله كو
آهپ كرلنه كه لىل اس كه منل ٱل هاتهل رها؁ حالانكه وه آود بهى ڈرل
هولل تللل---كولل دروازل كه سامنل كهرا تلها بالكل---ان كى جان حلق
كو آلى تللى---

"مآه نملل لآتا؁ كه اس كمرل ملل كوئى هـ؁ دىكهولل ٱس كاٹل كباڑ هـ"

"ها؁ آلو آكل دىكهتل همل؁ اس سل ٱلل وه سالى فوآ آجالل---

ان میں سے ایک دہشتگرد بولا، تو باقیوں نے ہاں میں ہاں ملائی۔۔ اور وہ دروازہ
کھلا چھوڑ کر آگے بڑھ گئے۔۔۔

جب سعد کو یقین ہو گیا کہ وہ چلیں گئے تو وہ ان دونوں کو لیے باہر نکلا، ہر
طرف گولیوں اور بارود کی بو تھی، جگہ جگہ خون تھا، وہ مین گیٹ سے دور تھے
اس لیے اس طرف کوئی نہیں تھا۔۔

"تو تم لوگ ہو یہاں، ہمیں لگا کوئی نہیں ہے، ارے واہ شکار خود ہی نکل
ایا، وہ بھی ایک نہیں تین تین"

اس سے پہلے کہ وہ لوگ آگے بڑھتے ، وہی دہشتگرد کہیں سے نکل کر سامنے آگئے ، ذلے نے تو باقاعدہ رونا شروع کر دیا، سعد اور عائشہ کی بھی خوف سے ٹانگیں کانپ رہی تھیں، لیکن انہوں نے ظاہر نہ ہونے دیا۔۔

"بچوں پہ ظلم کر کے کیا ملے گا تمہیں ظالموں، دوزخ میں جلو گے"

عائشہ ایک دم سے ان سب پہ چینیخی تو وہ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔۔

"دوزخ میں تو تم لوگ اور وہ سالی فوج جلے گی، اور تو ہماری نہیں اپنی فکر کر چمک چھلو"

ان میں سے ایک دہشتگرد ان کی طرف بڑھا۔۔

"ہے ہے یو، دور رہ میری بہن سے، پاس نہ آنا ورنہ اچھا فی ہوگا"

سعد نے فوراً سے عائشہ اور ذلے کو پیچھے کیا۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ ان تک پہنچتا، حیدر اور ساتھ کچھ جوان وہاں پہنچ چکے
تھے۔۔

"واہ واہ ہمارے سالے آئے ہیں، ان کا ویلکم کرنا چاہیے"

اس سے پہلے کہ ان کو سمجھنے کا موقع ملتا انہوں نے سعد کو اپنی گرفت میں لے لیا اور بندوق تان لی۔۔

"سعد ددددددددد"

عائشہ اور ذلے چینی۔۔۔

"پلیز، پلیز، پلیز، می میرے بھائی کو چھ چھوڑ دو، پلیز ک ک کچھ مت کرنا"

"بچے کو چھوڑ دو، ہم سے مقابلہ کرو، بچوں کو درمیان میں کیوں لاتے ہو؟"

"نہ میجر نہ، کوئی چالاکی نہیں، ورنہ اس کا بھیجا اڑادوں گا"

حیدر نے سب کو پیچھے رہنے کا حکم دیا۔۔

حیدر نے ایک خاص ہوشیاری سے سعد کی طرف بڑھنا شروع کیا تو ان کو

بھنک لگ گئی، تو دہشتگردوں نے سعد کو آگے کی طرف دھکا دیکر گولی

چلا دی، اور بھاگ کھڑے ہوئے۔۔

گولی سیدھا سعد کو لگی اور وہ وہی ڈھے گیا۔۔

عائشہ اور ذلے کی چینیخیں بلند ہوئیں۔۔۔

باقی جوان ان دہشتگردوں کے پیچھے گئے، حیدر اور وہ دونوں فوراً سعد کی طرف

بڑھیں۔۔۔

"س س سعد، سعد سعد ت تم تمہیں ک کچھ ن نہیں ہو ہوگا، م میں
 ت تم تمہیں کچھ ن نہیں ہونے دو دوں گی، تو تو م میں میرا بندر ہے نہ،
 س سعد سعد آنکھیں بند ن نہیں نہیں کر، آنکھیں کھول، م میجر میجر د
 دیکھیں نہ"

عائشہ نے سعد کی آنکھیں بند ہوتے دیکھی تو حیدر کو پکارا۔۔۔

"آپ آپ حوصلہ رکھیں، اسے ہسپتال لیکر جانا ہوگا، اسے گولی لگی ہے"

عائشہ کا رونا حیدر سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔۔

[illegible]

حیدر کو بالکل سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اب کیا کرے حیدر نے فوراً تین اسٹریچر لانے کا بولا۔۔۔۔

ان تینوں کو فوراً ہسپتال بھیجنے کا انتظام کیا گیا۔۔۔ سدرہ اور ہانیہ بیگم کو جیسے
سنجھالا ہوا تھا یہ صرف وہی جانتے تھے۔۔۔

دہشتگرد بھی کچھ ہلاک ہو گئے تھے اور باقی پکڑے جا چکے تھے۔۔
پورے ملک میں ماتم کا سماں تھا۔۔۔

"سائیڈ ہو سب راستہ دیں، پلیز میڈم سائیڈ پہ ہو جائیں"

"ار... ارت ارتضیٰ س سعد ع عا عا شى"

سعد اور عا شى كو اسٲرٲچر ٲہ دو لوگ راستہ بناتے ہوئے ایبو لینس کی طرف
لیکر جارہے تھے۔ جب ہانیہ بیگم کی ان ٲہ نظر ٲڑی...

سب نے ان کے تعاقب میں دیکھا تو ایک ٲل کو جان نکلتی محسوس ہوئی کہ
ان کے لخت جگر یوں کس حال میں ہیں۔۔۔

فورا سب بھاگ کر ان کے ٲاس آئے..

"سعد، سعد اٹھ اٹھو بیٹا کیا ہوا؟ عاشری میری جان، میری زندگی پلیر کچھ تو بولیں"

ہانیہ بیگم نے روتے ہوئے دونوں کو جھنجھوڑ دیا تھا...

"آنٹی آپ پلیر حوصلہ رکھیں، سعد کو گو گولی لگی ہے، اور عاشرہ ڈر سے بیہوش ہو گئی ہے"

ذالے نے روتے ہوئے ان کو جواب دیا... ذالے کو تبھی ہوش آ گیا تھا... وہ ان کو بتا کر اپنی فیملی کی طرف بڑھ گئی...

سعد اور عائشہ کو فوراً آپریشن تھیٹر میں لیجایا گیا... سب کو جیسے سنبھالا ہوا تھا
یہ صرف سدرہ اور شہیار ہی جانتے تھے.. نہ کسی کو کھانے کا ہوش تھا نہ
پینے کا...

بس نظریں اس دروازے پہ اٹکی تھیں جس کے پار ان کے نخت جگر
تھے....

ایک امید اللہ تعالیٰ سے بندھی ہوئی تھی... کیونکہ وہ اپنے بندوں پہ ہمت سے
زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور ہمیشہ بہتر کرتا ہے...
سب ان کی صحتیابی کے لیے دعاگو تھے...

ایسے میں آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا تو سب ادھر متوجہ ہوئے... کسی اچھی
خبر کے لیے دل لرز رہے تھے...

"ڈڈ ڈاکٹر --- ڈاکٹر صاحب... میرے بچے"

ہانیہ بیگم نے روتے ہوئے پوچھا..

"دیکھیں... آپ کے بیٹے کو گولی لگی ہے وہ بھی دل کے پاس.. خون بھی
بہت بہہ گیا ہے، ہم کوشش کر رہے ہیں، اب بس دعا کریں... اور آپ کی
بیٹی کو نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے، لیکن اب خطرے سے باہر ہے،"

ڈاکٹر نے تفصیل سے بتاتے ہوئے آگاہ کیا...

"ڈاکٹر کیا ہم مل سکتے ہیں؟"

"نہیں، ابھی وہ بیہوش ہیں، ہم روم میں شفٹ کر دیں گے تب مل لینا"

ڈاکٹر ان کو بول کر آپریشن تمھیڑ کی طرف بڑھ گیا... جہاں عائشہ کے ٹھیک ہونے پہ شکر کیا وہی سعد کے لیے بھی لب دعاگو تھے...

حیدر بھی اب ادھر ہی آگیا تھا، آخر شہریار دوست تھا، اور اصل دوست تو وہی ہے جو مصیبت میں کام آئے...

حیدر کا دل بار بار عائشہ کی صحتیابی کی دعا کر رہا تھا، جو وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ کیوں؟ کیوں وہ اس کی تکلیف پہ پریشان ہے، فکر مند ہے...

وہ مجھ کو مانگنے اجمیر تک چلا گیا
وہ جو کہتا تھا اسے عشق ہونے والا نہیں...

"ناظرین یہاں آپ کو ایک اہم خبر سے آگاہ کرتے چلیں کہ
#ارمی_پبلک_سکول_و_کالج_پہ_دہشتگردوں_کا_حملہ.... حملے میں اساتذہ

سمیت 149 طلبہ شہید... فوج نے کئی بچوں کو ریسکیو کیا... بہت کی حالت تشویشناک....."

"ہاہاہاہاہاہاہاہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔ فیضی مزہ آگیا... تم نے دل خوش کر دیا کیا
سولڈ پلان بنایا تھا... فوج کی تو دھجیاں بکھر دی...."

ابھی سمیع منہاج اور فیضی لاونج میں خبریں سن رہے تھے آج کے واقعہ کے بعد... سمیع کے چہرے پہ مسکراہٹ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی.. آخر کو اس نے پورے ملک کی لائنٹ سے لائنٹ جو بجادی تھی...

"شکریہ سمیع سر، بس جو آپ نے کہا ہم نے وہی کیا... آگے کیا پلان ہے

سر؟"

مودب کھڑے فیضی نے دریافت کرنا چاہا...

"ابھی ہم سکون سے یہ فلم دیکھیں گے... کچھ دن تک اس خوشی میں پارٹی

رکھتے ہیں، اور وہ جو نیا بندہ تم کہہ رہے تھے.. اسے بھی لا....."

ابھی وہ مزید بولتا کہ اس کی نظر ٹی وی پہ پڑی... جہاں ایک وجود کو اسٹریچر

پہ ڈال کے لایا جا رہا تھا..

سمیع تو دم بخود اسے دیکھے گیا... فیضی نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب
میں نظریں گھمائیں...

"فیضی.. پتہ کرو کہ یہ کون ہے؟ اور اسے گولی لگی ہے کہ نہیں؟۔۔۔ جو
بھی ہو اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے.. مجھے یہ زندہ چاہیئے..."

"ایس سر، آپ فکر نہ کریں... میں کچھ کرتا ہوں..."

فیضی باہر نکل گیا تو وہ دوبارہ سکریں کی طرف متوجہ ہو گیا جہاں اس وجود کو
ایمبولینس میں ڈالا جا رہا تھا...

یہ عشق بہت کو آباد کرتا ہے اور بہت کو برباد.... کئی مسافر اس راہ میں اپنا
سب کچھ لٹا کر بھی خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں، یہ واحد درہے جہاں بندے کو
درد بھی ملتا ہے اور سکون... سمیع منہاج مافیا ڈان بھی اس در کا گدا بننے والا
تھا، دیکھنا یہ تھا کہ عشق اسے آباد کرتا ہے یا پھر برباد....

کہاں ہم؟؟

کہاں محبت؟؟

جانے دیجئے، رہنے دیجئے،

بس کیجئے....!

یہ جو "ع"

یہ جو "ش"

یہ جو "ق" کرتا ہے

یہ لاحق جس کو ہو جائے

اسے برباد کرتا ہے..

ریاضی دان بھی حیران ہیں

اس بات پہ آکر...

یہ کس کلیے کی نسبت سے

جفت کو طاق کرتا ہے..

عائشہ کو ہوش آگیا تو حیدر کے دل کو جیسے قرار آگیا تھا، اس نے شکر ادا کیا
تھا، اس رب العالمین کا....

لیکن سعد کے لیے سب کے دل ابھی بھی ڈوبتی ناؤ کی طرح تھے... بس اس
کے لیے دعاگو..

عائشہ نے ہوش میں آکر سب سے پہلے سعد کا پوچھا لیکن سب کو چپ دیکھ
کر وہ سمجھ گئی تھی کہ کیا ماجرا ہے...

دو گھنٹوں سے ڈاکٹرز آپریشن تھیر میں تھے، کوئی کچھ بتانے کو تیار نہ تھا...

سب کو یہ خاموشی کاٹ رہی تھی... جن کی وجہ سے ان کی زندگی میں چہل پہل تھی وہ دونوں اپنی اپنی جگہ خاموش اور جنگ کر رہے تھے، ایک زندگی کے لیے اور دوسرا پیارے کی زندگی کے لیے...

عائشہ کب سے بیڈ پہ لیٹی چھت پہ کسی غیر مرئی شے کو تک رہی تھی... سب اس کی حالت سے پریشان تھے...

منہاج ابھی سونے کے لیے لیٹا تھا، جب چھم سے ایک سایہ اس کی یاد پہ
پردے پہ لہرایا تو وہ اٹھ بیٹھا...

"یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ میں کیوں اسے نکال نہیں پارہا اپنے دماغ سے؟ کیا
مصیبت ہے؟"

وہ بڑبڑاتا ہوا دوبارہ سونے کے لیے لیٹ گیا لیکن لگتا تھا آج اس کی قسمت
میں سکون سے سونا نہیں لکھا گیا...

وہ اٹھا، فون نکال کر فیضی کا نمبر ملایا

"ایس سر، کوئی ایرجنسی ہے؟، اتنی رات کو فون کیا"

فیضی کی نیند میں ڈوبی آواز سپیکر میں ابھری

"پہلے تو یہ بتا میں تیرا بوس ہو یا تو میرا، لگتا ہے تیرا دماغ ٹھکانے پہ نہیں

ہے، کہوں تو میں درست کرو پھر، ایک گولی سے تیرا مسئلہ حل ہو جانا"

سمیچ کی چنگاڑتی آواز مانگ میں ابھری تو فیضی کو اپنی جان نکلتی محسوس

ہوئی...

"سس سس سوری سر، وہ م میں میں..."

"شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ، تمہیں کچھ کام کیا تھا صبح"

"جی سر، وہ لڑکی ٹھیک ہے، نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا، لیکن ابھی ٹھیک ہے، لیکن اس کے بھائی....."

"اچھا اچھا ٹھیک ہے، اس کے بارے میں سب انفارمیشن مجھے صبح چاہیے"

"ایس....."

اسپیکر میں ٹوں ٹوں کی آواز ابھری تو فیضی نے سر جھٹکا اور سونے کے لیے لیٹ گیا...

سردیوں کی کالی رات ، خون جما دینے والی ٹھنڈ، اور تیخ بستہ ہوا میں وہ بغیر سویٹر اور شال کے اسپتال کے گراؤنڈ میں بیٹھی آسمان کو تک رہی تھی...

آنسو آنکھوں سے لڑیوں کی مانند رواں تھے، گویا کسی چیز کا ماتم کر رہے ہو... کوئی وجود اس کے ساتھ فاصلے پہ آکر بیٹھا تھا۔ اور ایک شال اس کی طرف بڑھائی...

"پہن لیں، سردی لگ جائے گی، ابھی بھی ہوسپٹل ہی بیٹھی ہیں"

لیکن دوسری طرف ہنوز خاموشی تھی....

"اوڑھ لیں، اپنے لیے نہ سہی، اس انسان کے لیے جس کے لیے دل دعاگو ہے"

وجود میں ذرا سے جنبش ہوئی، رخ موڑ کے آنیوالی شخصیت کو دیکھا، اور شال پکڑ لی...

وہ آنکھیں جو شرارتوں اور مستیوں سے بھرپور ہوا کرتی تھیں آج ویراں اور
وحشت زدہ لگ رہی تھیں۔۔۔

"آپ مجھ سے شئیر کر سکتی ہیں"

آہستہ آہستہ اس کی ہچکیاں بلند ہوئیں۔۔ اور وہ زار و قطار رونا شروع ہو گئی۔۔۔

"یہ سب میری وجہ سے ہو، میری وجہ سے اسے گولی لگی، میری وجہ سے وہ
موت کے منہ میں چلا گیا، سب کچھ میری وجہ سے ہوا، میں ذمیدار ہوں
سب کی، مجھے مجھے بچانا چاہا تھا اس نے، لیکن....."

وہ گھٹنوں میں سر دیے پھوٹ پھوٹ کر رو دی... آنسوؤں سے سکارف بھی تر ہو گیا... مقابل کی آنکھوں میں بھی اس کی تکلیف کے سبب نمی آگئی...

"کاش کاش اس کی جگہ مجھے گولی لگ جاتی"

مقابل کا دل بیقرار ہوا تھا...

"دیکھیں آپ اور میں قسمت سے نہیں لڑ سکتے، قسمت میں ایسا ہونا طے تھا، یہ اللہ عزوجل نے لکھا تھا تو ایسا ہونا ہی تھا، میں یا آپ اس میں قصور وار نہیں ہیں، خود کو الزام دینا بند کریں، ہمیشہ اچھا گمان رکھیں، اور اسکی تندرستی کے لیے دعا کریں، اللہ تعالیٰ اسے صحت دیں"

روم روم نے اس دعا پہ آمین بولا تھا، اس کے لفظوں نے دل کو تقویت
دی تھی...

ڈاکٹر باہر نکلا تو ہانیہ بیگم فوراً اٹھ کر اس کی طرف بڑھیں...

"ڈا ڈاکٹر میرا بیٹا کیسا ہے؟"

"ہم نے گولی تو نکال دی ہے، لیکن وہ ابھی بھی بیہوش ہے، اگلے چوبیس گھنٹے اہم ہیں، کچھ نہیں کہا جاسکتا ابھی"

مرتضیٰ صاحب فوراً تڑپ کر آگے بڑھے...

جب وہ ہنستا تھا تو خزاں میں
ڈالی ڈالی گلاب کھلتا تھا.....

"ڈاکٹر، پلیز میرے بیٹے کو بچالیں... پلیز، پلیز اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے...
پلیز ڈاکٹر"

مرتضیٰ صاحب نے ہاتھ جوڑ کر ڈاکٹر سے فریاد کی۔۔۔ اور روتے ہوئے وہی
فرش پہ بیٹھ گئے۔۔۔

"دیکھیں پلیز آپ لوگ حوصلہ رکھیں۔۔۔ ہم پوری کوشش کریں گے۔۔۔ آپ
لوگ بس دعا کریں۔۔۔ اللہ تعالیٰ سب بہتر کریں گے"

ڈاکٹر بول کر آپریشن تھیٹر کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ جبکہ شہیار نے مرتضیٰ صاحب
کو وہاں سے اٹھا کر بیچ پہ بٹھایا۔۔۔

سدرہ نے ہانیہ بیگم کو سنبھالا ہوا تھا۔۔۔
گویا ایک قیامت ٹوٹی تھی۔۔۔ پورے ملک پہ۔۔۔

پھولوں کی لاشیں لائی جا رہی تھیں...

پورے ہسپتال میں چنچ و پکار کا سماں تھا...

جنازوں پہ پھول تو دیکھے تھے لیکن پھولوں کے جنازے پہلی بار دیکھ رہے
تھے...

دہشتگردوں نے گھروں کے گھر اجاڑ دیے...

جو بچے صبح بستہ پہن کر گئے اب وہ تابوت میں بند واپس آرہے تھے...

لبوں کی سرسراہٹ سے،

بدن کے چور ہونے تک

میں توجہ گو اس طرح چاہوں،

کہ میری سانس رُک جائے.....

"سمیع.... سمیع.... سمیع...."

کوئی بہت پیار سے اسے پکار رہا تھا، شاید کوئی بہت خاص، تبھی تو اس کے
ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ رہینگ گئی.. وہی وجود اس کے جینے کی وجہ اور
کل کائنات ہو...

ہر چیز یہ جاننے کی کوشش میں تھی کہ اس ظالم بھیڑیے کی جان بھی
کسی طوطے میں ہو سکتی ہے.....

جاننا یہ تھا کہ وہ طوطا ہے کون؟؟؟

"جی سمیع کی جان، غلام آپ کا حاضر ہے...."

سر کو خم دیکر شرارت سے کہا گیا... تو مقابل کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ در
آئی....

اس کی مسکراہٹ سے لگا کہ یہ کائنات بھی شرما گئی... پرندے، پودے،
آسمان، بادل، غرض ہر چیز اس کی مسکراہٹ میں کھو گئی...

کوئی اتنا پیارا کیسے ہو سکتا ہے

پھر سارے کا سارا کیسے ہو سکتا ہے...

سمیع منہاج بھی تو اسی کا دیوانہ تھا....

"سنو، پلیز۔۔۔ رکو مت جاؤ، پلیز۔۔۔ پلیز، مت جاوووووووو..."

دیکھتے ہی دیکھتے لب کھلے، آنکھوں میں ویرانگی اور وحشت ابھری، ایسے لگا دل
نے دھڑکنا چھوڑ دیا، وہ وجود نگاہوں سے دور اور دسترس سے نکل رہا تھا، بھیڑ
میں کہیں گم ہو رہا تھا۔۔۔

جنوری کی سرد رات میں بھی اسکا وجود پسینے میں نہایا ہوا تھا... پردوں سے
ہلکی ہلکی سورج کی روشنی کمرے کے اندھیرے کو دور کرنے کی کوشش
کر رہی تھی۔۔۔ سمیع نیند میں کسی کو پکار رہا تھا کہ اچانک ہڑبڑا کر اٹھ
بیٹھا... پورا وجود پسینے سے تر تھا... اس نے لمبے لمبے سانس لیے قریب پڑھے
میز سے پانی اٹھا کر پیا اور سانس بحال کی، اسے دوبارہ سوچتے ہوئے لیٹ
گیا...

اے زندگی! بتا تری شوخی کہاں گئی؟
سر چڑھ کے بولتے ہوئے جادو کہاں گئے؟

ہسپتال کے سرد کاریڈور میں خود سے بے خبر وہ اندر لیٹے وجود کے لیے دعاگو
تھے.. آنکھیں ابھی ابھی اس کے لیے پر نم تھیں اور لب دعا میں ڈھلے
ہوئے...

اس وجود سے سب کی زندگی جڑی ہوئی تھی...

انسان جتنا بھی بہادر ہو لیکن جب بات اپنے سے جڑے لوگوں کی آتی ہے تو
اس سے زیادہ کمزور کوئی نہیں ہوتا، یہ وہ لمحہ ہوتا جب انسان قدم بھی پھونک
پھونک کر رکھتا ہے کہ پیاروں کو کوئی کانٹا بھی نہ چبھے....

عائشہ سیمنٹ کے بیچ پہ بیٹھی ویران آنکھوں سے آپریشن تھیٹر کو تک رہی
تھی، ساتھ ہی شہریار بیٹھا ہوا تھا...

ارتضیٰ اور مرتضیٰ بھی ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے...
سدرہ اور ہانیہ بیگم کو زبردستی گھر بھیج دیا تھا کیونکہ ہانیہ بیگم کی طبیعت
خراب تھی... شہریار نے عائشہ کو بھیجنا چاہا لیکن اس نے منع کر دیا....

آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر نکلا... تو سب دھڑکتے دلوں کے ساتھ
فورا ان کی طرف بڑھیں....

"ڈاک ڈاکٹر صاحب مم میرا بیٹا، کک کیسا ہے"

مرتضیٰ صاحب نے لڑکھڑاتی زبان سے پوچھا، دل کسی انہونی کے لیے بھی
دھڑک رہا تھا...

"الحمد للہ، ہی از فائن ناؤ، اٹس آمیریکل..."

ڈاکٹر نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھے پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ اطلاع
دی تو سب کے دلوں کو جیسے راحت سی مل گئی... مرتضیٰ صاحب وہی
سجدے میں گر گئے....

سجدہ شکر ادا کرنا بڑی بات ہوتی ہے، انسان اپنے دکھوں میں تو اللہ کے در پہ
حاضری دینے چلے جاتے ہیں، لیکن جب دعا قبول ہو جاتی ہے تو ہم شکر
کرنا بھول جاتے ہیں...

اولاد تو ہر کسی کے لیے ایک آزمائش ہوتی ہے..

"ڈاکٹر صاحب ہم مل سکتے ہیں اس سے؟"

"جی جی، بس تھوڑی دیر میں ہم اسے روم میں شفٹ کر دیں گے، تو آپ

مل لینا، لیکن وہ زیادہ بات نہیں کرے"

"شکریہ ڈاکٹر صاحب، اللہ آپ کو اجر دے"

ڈاکٹر صاحب بول کر آگے بڑھ گئے، تو انہوں نے ایک دوسرے کو گلے مل

کر مبارک دی...

شہریار نے گھر کا کمر کے سدرہ کو بتایا...

"میجر حیدر علی خان کیا آپ اب ان سب کی وضاحت کریں گے؟"

کرنل سکندر نے سخت لہجے میں دریافت کیا...

"آپ لوگوں کے پاس ہے کوئی جواب؟ اس سب کے بعد، منع کیا تھا میں نے کہ مجھے خود ہینڈل کرنے دیں لیکن میجر حیدر کا جذباتی پن.... کیا لاسکیں گے ہم ان پھولوں کو واپس؟"

کرنل سکندر نے اس حملہ کے فوراً بعد ہی ایمر جنسی میٹنگ بلائی تھی، میجر حیدر، کیپٹن طلحہ اور عثمان سر جھکائے بیٹھے تھے، اس واقعے کے بعد سب کی زبانیں گنگ اور خون غصے سے ابال مار رہا تھا،

دل کر رہا تھا ان کا سر قلم کر دیا جائے لیکن ہر چیز کو ٹھنڈے دماغ سے حل کرنا ہی ان کا شیوہ تھا... کیونکہ جذباتیت میں اکثر اوقات نقصان اٹھانا پڑتا ہے...

"وہ سر ایکچولی....."

"کیا ایکچولی مجھے کوئی وضاحت کوئی دلیل نہیں چاہیے... آپ کے پاس پندرہ دن ہیں اور مجھے وہ انسان چاہیے زندہ یا مردہ.... از دیٹ کلیئر؟؟؟"

"ایس سر----

سب نئے جذبے کے ساتھ یک زبان بولے....

سمیع منہاج کا برا وقت شروع ہونے والا، اس کی مہلت ختم کی جانی تھی
اور رسی کھینچنے والی تھی...

کیونکہ.....

"اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے..."

میں کہ رہتا ہوں بصدِ نازِ گریزاں تجھ سے
تُو نہ ہوگا تو بہت یاد کروں گا تجھ کو

سعد کو ہوش میں آئے ایک گھنٹہ بیت چکا تھا، عائشہ کے علاوہ سب ہی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اور اسے وہ واقعہ بھلانے کی کوشش کر رہے تھے، لیکن وہ تو بس خالی نظروں سے دروازے کو ہی تکتے جا رہا تھا... آخر اس کی کرائم پارٹنر جو نہیں آئی تھی ابھی تک...

شہریار اور سدرہ اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئے تھے، لیکن وہ اس کے سامنے جانے سے مسلسل انکاری تھی، وہ اب بھی یہی سمجھتی تھی کہ ان سب کی قصوروار صرف وہی ہے، سب نے بارہا سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن بے سود...

"سعد میری جان، آپ تھوڑی دیر کے لیے ریسٹ کر لو..."

شہریار نے اسے پیار سے سمجھانا چاہا...

"نہیں بھائی، جب تک وہ مجھے ملنے نہیں آئے گی، میں آرام بالکل نہیں کروں گا... اسے سمجھنا ہو گا کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے، وہ کیوں خود کو سزا دے رہی ہے؟"

دروازے کے باہر کھڑی عائشہ کی آنکھ سے آنسو نکل کر فرش پہ لڑھک گیا...

وہ آنسو ضبط کرتی دروازہ کھول کر روم میں داخل ہوئی، تو بے اختیار سب نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور اس کی لال انگارہ ہوئی آنکھیں اور مٹے ہوئے آنسوؤں کے نشان دیکھ کر فقط افسوس سے سر ہلایا۔۔۔

شہیار نے ایک نظر اسے دیکھا اور سدرہ کو سب کو لیکر باہر جانے کا بولاتا کہ وہ آرام سے بات کر لے۔۔۔ اور خود وہاں موجود صوفے پہ بیٹھ گیا۔۔۔

عائشہ نے نظریں اٹھا کر سعد کو دیکھا اور امڈ انیوالے آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کیا۔۔۔

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ بیڈ کے قریب رکھے اسٹول پہ بیٹھ گئی... ہاتھوں
کی انگلیوں کو مروڑتی ابھی بھی کشمکش میں تھی کہ اچانک ہی دونوں ہاتھ اٹھا
کر سعد کے سامنے جوڑ دیے....

سعد اور شہریار کے ساتھ ساتھ روم میں داخل ہوتا حیدر بھی اس حرکت پہ
ٹھٹھک گیا.....

میری کھڑکی کے شیشے پہ پھولوں کی اک بیل آنکڑائیاں بٹتے بٹتے رُکی
اک حسینہ، سمندر کی دھوئی ہوئی ریت سے سیپیاں چلتے چلتے رُکی

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی بیڈ کے قریب رکھے اسٹول پہ بیٹھ گئی.. ہاتھوں
کی انگلیوں کو مروڑتی ابھی بھی کشمکش میں تھی کہ اچانک ہی دونوں ہاتھ
اٹھا کر سعد کے سامنے جوڑ دیے...

سعد اور شہریار کے ساتھ ساتھ روم میں داخل ہوتا حیدر بھی اس کی اس
حرکت پہ ٹھٹھک کہ رہ گیا...

"عاشی گریا، یہ کیا حرکت ہے؟"

شہریار فوراً اٹھ کر اس کے پاس آیا اور اس کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھا...

"شیری بھائی پلیز، کچھ مت کہیں، مجھے سعد سے معافی مانگنی ہے، سب میری وجہ سے ہوا ہے"

حیدر نے اس کی بات سن کر اپنا ماتھا پیٹا، اس لڑکی کو کل کتنا سمجھایا تھا
پھر بھی یہ عقل سے پیدل عورت وہی کر رہی...
اگر عائشہ اس کی گل افشانی کے بارے میں جان لیتی تو حیدر کبھی زندہ نہ
واپس جاتا..

عائشہ نے اپنے ہاتھ شہریار کے ہاتھوں سے نکال کر دوبارہ سعد کے آگے
کیے تو سعد تڑپ اٹھا تھا، فوراً سے اس کے ہاتھوں کو نیچے کیا...

"اولے چوہیا، مجھے پتہ ہے یہ تیرا کوئی نیا مذاق ہے، میں بالکل اس میں
نہیں آنیوالا، اور یہ نہایت ہی کوئی گھٹیا ہے"

عائشہ نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا تو اس کا دل کٹ کر رہ گیا..

"سعد، تم میری گڑیا کو کچھ مت کہو، عاشی میری جان، میری بات غور سے
سنیں"

شہریار نے عائشہ کے قدموں میں بیٹھتے پہلے سعد کو ٹوکا اور پھر عائشہ کی طرف
متوجہ ہوا...

"عاشی گریا آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں، اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے، ایسا ہونا لکھا گیا تھا، اگر آپ وہاں نہ بھی ہوتیں تب بھی سعد کو گولی لگنی ہی تھی تو آپ تب بھی خود کو قصوروار ٹھہراتی؟"

شہیار کے پوچھنے پہ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو اب بھی آپ قصوروار نہیں ہیں، قسمت میں جو لکھا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے، چلو جلدی سے اب آنسو پونچھوں، حیدر بھی کہتا ہوگا کتنا برا روتی ہے شہیار کی پرنسز"

شہریار نے اسے سمجھاتے آخر میں چھیڑا تو اس نے غصے بھری نگاہوں سے
حیدر کو گھورا تو وہ سٹیٹا گیا...

صرف عائشہ ہی نہیں بلکہ ہم سب کے ساتھ یہی ہوتا ہے جب بھی کسی
اپنے کو تکلیف میں دیکھتے تو فوراً دماغ کام کرنا بند کر دیتا ہے اور ہم ہر الزام
خود پہ لگا لیتے ہیں بنا یہ بات جانے کہ اسے ہمارے اس رویے سے تکلیف
بھی ہو سکتی ہے...

عجیب بھول بھلیاں تھا، اس کا ہونا بھی

ہر ایک شے میں وہی تھا، مگر نہیں تھا وہ

جنوری کے سرد دن کی صبح بھی بہت حسین ہوتی ہے، ہلکی ہلکی سردی اور
بادلوں سے چھن کر آتی ٹھنڈی ٹھنڈی سورج کی روشنی جسم کو فرحت بخشی
ہے...

وہ ہاف بازوؤں والی شرٹ پہنے، بالوں کو ماتھے پہ گرائے ٹریڈ مل پہ بھاگ
رہا تھا، بھاگنے کی وجہ سے سانس پھولا ہوا تھا اور پسینہ بھی نمایاں
تھا... آنکھوں میں ابھی ابھی اسکی شبیہ موجود تھی، جس کی وجہ سے بھینچے
ہوئے ہونٹوں پہ بھی ہلکی ہلکی مسکراہٹ باقی تھی...

قریب ہی ایک ملازم سر جھکائے ہاتھ میں جوس اور تولیہ پکڑے با ادب کھڑا
تھا...

کہ گارڈ نے آکر فیضی کے آنے کی اطلاع دی....
وہ پسینے کو تولیہ سے صاف کرتا صوفے پہ بیٹھ کر جوس پینے لگا...
ملازم کو خالی گلاس پکڑا کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا....

آدھے گھنٹے بعد وہ بلیک تھری پیس سوٹ میں جیل سے بال سیٹ کیے،
برانڈڈ واچ لگائے، کوٹ کا بٹن بند کرتا لائونج میں داخل ہوا تو فیضی اسے
دیکھ فوراً کھڑا ہوا...

منہاج تھری سیٹر صوفے پہ بیٹھا اور ساتھ ہی فیضی کو بھی بیٹھنے کا اشارہ
کیا...

"سمیع سر، وہ آپ نے حملہ کی کامیابی کے سلسلے جو پارٹی کا بولا تھا اس کی تیاریاں مکمل ہوگئی ہیں بس آپ بتادیں کس کس کو مدعو کرنا ہے؟"

"ہنہ ٹھیک ہے، لسٹ تمہیں مل جائے گی، پارٹی کے لیے کچھ غیر ملکی مہمان بھی مدعو ہیں، ان کا خاص خیال رکھنا ورنہ تم جانتے ہو پھر...."

فیضی نے بے اختیار سوکھے لبوں کو تر کیا....

"مال بھی جا کر چیک کر لینا اور آج رات کو ڈلیوری بھی آنی ہے اس بھی دیکھنا، اور ہاں تمہیں اس لڑکی کا بھی کہاں تھا معلوم کرو...."

منہاج نے چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے اسے سب چیزوں سے آگاہ کیا...

آخری سوال پہ فیضی نے اپنا سانس روکا اور بولنے کے لیے پر تولنے لگا...

"وہ --- سر... اصل میں...."

"کیا اصل میں؟ پتہ کیا یا نہیں؟"

منہاج ایک دم سے کپ کو فرش پہ اچھالتا دھاڑا...

تو فیضی کے ساتھ ساتھ باقی ملازم بھی سہم گئے...

"سس سسر وہ می میں پارٹی....."

"کیا مطلب ہے پارٹی، وہ لڑکی زیادہ ضروری ہے یا پارٹی؟ جواب دو؟...."

سمیج نے اس کو گرمیابان سے پکڑ کر تمھڑ مارا تو وہ لڑکھڑا کر فرش پہ گرا اور

اس کا ماتھا میز کے کونے پہ لگا...

تو پیشانی پہ ہلکی ہلکی خون کی بوندیں نمودار ہوئیں...

اس سے پہلے کہ وہ مارنے کے لیے ہاتھ بیلٹ کی جانب بڑھاتا، فیضی فوراً
اس کے قدموں میں گر گیا۔۔۔

"منہاج سس سسرپ پلیر مم معاف کردیں، دد دوبارہ نہیں ہوگا"

اس نے ہکلاتے ہوئے معافی مانگی۔۔

"دفع ہو جاؤں یہاں سے منحوس شکل لیکر، جب تک کچھ پتہ نہ کرلو، اپنی
شکل نہ دکھانا"

سمیع منہاج نے اسے پاؤں سے ٹھوکر ماری۔۔

اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا...
 سب ملازموں نے ایک افسوس بھری نگاہ فیضی پہ ڈالی...

تو انتخاب رنگ میں مصروف ہے اور ادھر----
 کوئی تیرے جنون میں، سیاہ پوش ہو گیا ہے

سعد کو ہوش آئے آج تیسرا روز تھا اب وہ پہلے سے کافی بہتر تھا، عائشہ کا
 موڈ بھی قدرے بہتر ہو گیا تھا...

حیدر نے اس سے بات کرنا چاہی لیکن اس نے کوئی گھاس نہ ڈالی...

کالا آسمان ستاروں اور چاند سے ماورا تھا، ہلکی ہلکی برف باری ہو رہی تھی اور
ٹھنڈی ہوا جو جسم کو چیرتی ہوئی گزرتی تھی ایسے موسم میں بھی وہ چادر سے
بے نیاز ہسپتال کے گراؤنڈ میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز بیٹھی آسمان کو تک
رہی تھی... جیسے اس سے زیادہ ضروری کام کوئی نہ ہو زندگی میں...
سردی سے سرخ پڑتی ناک، لال گال اور آنکھوں میں مخصوص چمک لیے اس
کی نظریں ابھی تک دور افق پہ ہی منجمد تھیں...
ایک راہ گزرتے فقیر کی نظر اس پہ پڑی تو وہ ٹھٹھک گیا...
قدم خود بخود اس کی جانب بڑھیں...

اس کے پاس پہنچ کر ہلکا سا کھنکارا... تو عائشہ نے نظریں اٹھا کر اسے
دیکھا... اسکی آنکھوں کی چمک دیکھ کر فقیر ٹھٹھک گیا....

"عشق کی راہوں کی مسافر ہو.."

"بابا وہ تو سبھی ہوتے ہیں، کوئی مجازی عشق کا کوئی حقیقی عشق کا..."

"سب اتنے مضبوط نہیں ہوتے..."

"میں بھی مضبوط نہیں ہوں، بکھری ہوئی، ٹوٹی ہوئی ہوں..."

دونوں کے درمیان بحث جاری تھی، اگر کوئی تیسرا دیکھتا تو اسے اچنبہ ہوتا...

"بچہ ابھی سے تھک گئی، منزل تو دور ہے اور امتحان بہت سخت..."

"نہیں بابا تھکی نہیں، لیکن راستہ بہت مشکل ہے، ڈر لگتا ہے اگر ہمت
ہار گئی تو..."

"نہ نہ بیٹا، تم ہمت ہارنے والوں میں سے نہیں ہو، تم حوصلہ رکھنے والوں
میں سے ہو، کیونکہ تم عائشہ ہو... حضرت عائشہ صدیقہ کو جانتی ہو؟"

تو اس نے اثبات میں سر ہلایا...

"جب انہوں نے نعوذ باللہ اس الزام کو سہا جو ان پہ کفار نے لگایا اور ہمت نہ ہاری، تو تمہیں بھی نہیں ہارنی.."

غم کے بادل چھٹے تو منظر واضح ہوا...

"کیونکہ تم ان راہوں کی مسافر ہو، جہاں منزل کی چاہ نہیں ہوتی، بچہ منزل کی چاہ رکھنا بھی نہ خالی ہاتھ رہ جاؤں گی.. لاڈلوں کے امتحان اور بھی سخت ہوا کرتے ہیں..."

عائشہ نے ان الفاظ پہ تڑپ کر اسے دیکھا تھا لیکن وہ دور جاچکا تھا..

تجھ کو شکوہ ہے کہ عشاق نے بد نام کیا
سچ تو یہ ہے، کہ ترا حسن ہے دشمن تیرا

سعد اب بہت بہتر ہو گیا تھا، تو وہ لوگ اسے گھر لے آئے تھے البتہ ابھی
ڈاکٹروں نے آرام کا بولا تھا، جس کی وجہ سے وہ گھر پہ ہی رہتا تھا، عائشہ کی
شرارتیں بھی بہت کم ہو گئی تھیں، سب ہی گم صم رہنے لگے تھے...

انسان کی فطرت ہے کہ کوئی نہ کوئی حادثہ اس کی زندگی میں اثر انداز ہو ہی
جاتا ہے اور پھر ہم اسے دل سے لگائے بیٹھے رہتے ہیں اور زندگی کو وہی روک

لیتے ہیں... اسی لیے تو خدا تعالیٰ نے ہمیں ماضی کی قید سے مبرا کیا ہے کہ
ہم اپنا ماضی دل سے لگائے حال کو ہی نہ بھول جائیں، اور پھر پچھتانے
کے سوا کچھ نہ ہو....

ایسی وحشت بھی نصیبوں سے ملا کرتی ہے
ہم تجھے ہار کے ہنستے بھی ہیں خوش رہتے ہیں

جنوری کا اختتام تھا، فضا میں خنکی ابھی ابھی باقی تھا، نیلے آسمان پہ سفید بادلوں کی چادر بہت بھلی معلوم ہوتی تھی اور جب سورج نکل کر اپنا مکھڑا دکھاتا تو آسمان زرد رنگ معلوم ہوتا...

قدرت نے کیا خوب نقش نگاری کی تھی آسمان پہ، دیکھنے والی آنکھ مبہوت ہو جاتی تھی، اور اس خالق کو سراہے بغیر نہ رہ سکتی تھی...

وہ کچن میں کھڑی سعد کے لیے سوپ بنا رہی تھیں، بظاہر تو کچن میں تھیں لیکن دماغ کہیں اور ہی پہنچا ہوا تھا، شاید کوئی گتھی سلجھانے میں مگن... ارتضیٰ صاحب کے بلانے پہ بھی جب وہ نہ بولی تو انہوں نے پاس آکر کندھا ہلایا تو وہ چونک گئیں...

"ہانیہ، کیا بات ہے؟ کدھر گم ہیں؟ کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتائیں"

ارتضیٰ صاحب نے لہجے میں حد درجہ فکر سموئے ان سے پوچھا...

تو انہوں نے آنکھوں میں امد انیوالے آنسوؤں کو اندر دھکیلا...

"ارتضیٰ، کب تک ایسا چلے گا؟ ہمارے گھر کا ماحول قبرستان جیسا ہو گیا

ہے، سعد بھی چپ ہو گیا ہے، عائشہ بھی بات نہیں کرتی، سدرہ اور شہریار بھی

بس جو پوچھ لو وہ بتا دیتے ہیں.."

ہانیہ بیگم نے روتے ہوئے ان کے کندھے پہ سر ٹکایا... کسی اپنے کا سہارا

ملنا ہی بہت بڑی بات ہوتی ہے..

"ہانیہ ادھر دیکھیں، آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں، شکر کیا کریں اس رب کا کہ وہ صحیح سلامت ہیں، اتنا بڑا حادثہ ہو گیا تو ایسا رد عمل فطری ہے"

ارتضیٰ صاحب نے ان کے آنسو پونچھتے پیار سے سمجھایا۔۔۔

"مم مجھے ان کی خاموشی کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے، مجھ سے برداشت نہیں ہوتا، ان کی ہنسی سے یہ گھر گونجتا تھا، اور اب مجھے قبرستان لگتا ہے، مزید ایسا رہا تو میں پاگل ہو جاؤں گی۔۔۔"

وہ بے اختیار رو پڑی تو ارتضیٰ مزید پریشان ہوئے انہیں کرسی پہ بٹھایا اور پانی
پلایا۔۔۔

"ہانی، اللہ پہ بھروسہ رکھیں وہ سب بہترین کرے گا، اس کے ہر کام میں
مصلحت ہوتی ہے، جہاں تک باقی سب کی چپ کا سوال ہے، آنے دیں
میں کان کھینچوں گا سب کے، میری بیگم کو اتنا رلا دیا، میک اپ بھی سارا
اتر گیا"

پیار سے سمجھاتے ہوئے وہ آخر میں شوخ ہوئے تو ہانیہ بھی روتے ہوئے
ہنس پڑی۔۔۔

"ایسے ہی ہنستی رہا کریں، اچھی لگتی ہیں، ویسے میں سوچ رہا ہوں، اب سدرہ کی رخصتی کر دینی چاہیے، کیا معلوم گھر کا ماحول بدل جائے.."

"یہ تو بہت اچھا خیال ہے، آج ہی بھائی صاحب اور شہریار سے بات کرتے ہیں"

"ہاں ہیلو نواز، آج رات سر مہناج سے ملنے جانا ہے، تو اپنی آواز ذرا مدھم رکھنے اور بے تکی بات نہ کرنے کی پریکٹس کر لو..."

فیضی کان سے فون لگائے نواز سے بات کرتے سیرٹھیوں سے اترتا لاونج میں
داخل ہوا...

آج کچھ غیر ملکی مہمان آرہے تھے ان کی مہمان نوازی فیضی کے ذمے
تھی... ابھی وہ انہیں ہی ریسیو کرنے جا رہا تھا...

"جی بہت بیتہ صاب جی، اپن مقش کرلے گا، جو بھی کرنے کا بولا تو
نے... صاب فکر ایچ نہ کرو"

نواز نے پان کھاتے ہوئے جواب میں مطمئن کرنا چاہا...

"بس بس زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ٹائم پہ آجانا اڈے پہ"

"جو حکم صاب جی ہم....."

اس سے پہلے کہ نواز بات پوری کرتا فون کاٹ دیا گیا... تو وہ منہ بسور کے رہ گیا...

"عجیب آدمی ہے صاب بھی.. چل نواز مٹی پا، میک اپ شیک آپ کرن چلیے"

"تو نظر میں ہے،

تو اثر میں ہے...

تو یہاں ، تو وہاں "

نواز گنگناتا ہوا باہر نکل گیا...

سوچتا ہوں۔ اگر کوئی جھونکا نہ آیا تو کیا پھول چُپ چاپ مَر جائیں گے؟
میرے ویران کمرے کے یہ قُمقمے کیا یُونہی تیگی میں اُتر جائیں گے؟

فضا میں ٹھنڈی ہوا نے اسلام آباد کا موسم خوش گوار بنادیا تھا، آسمان پہ
سفید بادل موجود تھے کبھی کبھی ان بادلوں میں سے چاند بھی اپنا عکس دکھاتا

تو دیکھنے والوں کو یہ منظر بہت بھاتا تھا.. سردیوں کا موسم بیشتر لوگوں کا پسندیدہ ہوتا ہے، چائے کا کپ تھامے، کمرے کی بالکونی سے چاند کو تنکنا ہمیشہ سے دلکش رہا ہے...

جنوری کی تیخ بستہ رات میں پوری دنیا کو یکسر بھلائے وہاں سب ڈانس کرنے میں لگن تھے، شراب اور شباب کا بازار گرم تھا... کچھ ملکی اور غیر ملکی لوگ ایک طرف ہاتھوں میں شراب کے گلاس لیے اس ڈانس سے محضوظ ہو رہے تھے اور کچھ ان کے ساتھ ہی ڈانس فلور پہ موجود تھے...

ایک کونے میں نواز اور فیضی ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔۔ فیضی کے ہاتھ میں بھی شراب کا گلاس تھا، البتہ نواز ویسے ہی بیٹھا سب دیکھنے میں لگن تھا...

"ارے صاب، یہ پارٹی کم اپن کو بار زیادہ اچ لگ رہا ہے"

نواز نے ڈانس فلور کی طرف دیکھتے ہوئے ٹھنڈی آہ بھری...

"اوئے امیروں کی پارٹیاں ایسی ہی ہوتی ہیں، تو آم کھا گھٹلیاں مت گن"

فیضی نے اسے جھڑکا تو وہ منہ بسور کر رہ گیا...

اچانک داخلی دروازے پہ شور ابھرا، بدنام دنیا کا بادشاہ گارڈز کے جھرمٹ میں پارٹی میں داخل ہوا تو بے اختیار سب نے اسے دیکھا، ایک نظر دیکھنے پہ کوئی کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ انڈر ورلڈ کا بے تاج بادشاہ ہے...

بلیک تھری پیس سوٹ پہنے، جیل سے بالوں کو سیٹ کیے، کلائی میں برانڈڈ واچ، آنکھوں پہ چشمہ چڑھائے، لب بھنجے وہ سب کو ایک نظر دیکھنے پہ مجبور کر دیتا تھا...

وہ سب پہ ایک نظر ڈالتا غیر ملکی مہمانوں کی طرف بڑھا... فیضی نے نواز کو وہی رہنے کا اشارہ کیا اور خود سمیع مہناج کے پاس آیا..

"سسر وہ آپ...."

"فیضی..."

اس سے پہلے کہ فیضی بات پوری کرتا منہاج نے اسے لُک دیا تو وہ جی سر
کہتا ہوا واپس مڑ گیا.. اور خود مہمانوں کی طرف متوجہ ہوا..

"Hello guyz, Hope so you bear no pain ?"

سمیع نے ان غیر ملکیوں کو متوجہ کیا..

"Not at all, Sami Minhaj"

ان میں سے ایک نے جواب دیا..

"Well, very thankful , hope you enjoyed our
hospitality"

"Yes, yes, why not? I'm thinking again come
to visit "

"It's an honour for us, if you visit again "

"No need dear, now we are becoming
business partners, Am I right?"

"Ofcourse, you are right. Let's sign the
project and start party"

"Yes, absolutely"

سمیج نے پاس کھڑے گاڑ سے فائل پکڑ کر ان کے سامنے رکھی تو سب
نے سائن کر دیے...

آہ لیکن کون جانے یہ بربادی کی شروعات تھی یا آباد ہونے کی...

سائن کرنے کے بعد وہ سب شراب اور شباب سے لطف اندوز ہونے
لگے....

"جسے بھی دیکھوں
یہاں پہ حسن کی بارش میں گیلا ہے..
عشق پہ نام پہ کرتے
سب راس لیلا ہے"

ڈی جے گانا پلے کیا تو ایک لڑکی ڈانس کرتی ہوئی منہاج کو بھی ساتھ اسٹیج
پہ لے گئی...

اب منظر کچھ یوں تھا کہ منہاج بھی ان کا برابر ساتھ دے رہا تھا...

پارٹی ختم ہونے کے بعد منہاج اور فیضی لاونج میں بیٹھے تھے پاس ہی مؤدب
سا نواز ہاتھ باندھے کھڑا تھا...

"سریہ نواز خان ہے، میں نے آپ کو بتایا تھا نہ، جب کالج پہ ریڈ پڑی تھی
تو اس نے ہی بچایا تھا"

فیضی نے تفصیل بتاتے ہوئے اگاہ کیا..

"ہمممم"

منہاج نے ہنکارا بنا اور نواز کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔ کالی قمیض شلوار پہ سفید چادر کندھے پہ لٹکائے، آنکھوں میں من من سرمہ، سر میں سرسوں کا تیل ڈالے، پشاوری چپل پہنے وہ واقعی پٹھان معلوم ہوتا تھا۔

"نام کیا ہے؟ کیا کرتے ہو؟ کہاں سے ہو؟ ہمارا مال کیوں بچایا؟ مقصد بتاؤ؟ اور غلط بیانی کی کوشش نہ کرنا ورنہ یہاں سے تمہاری لاش نکلے گی"

منہاج نے ایک ساتھ ہی اتنے سوال کر ڈالے وہ ایک پل کو گڑبڑا گیا

"جج ججی صاب، اپن نواز ہے، اپن پشور سے ہے، اپن کو اس دھندے میں بیس سال ہو گیا، تم لوگن کو بچانے میں اپن کا کوئی مصدقہ نہیں ہے صاب سچی، اپن بس تم لوگن کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہے، اپن بہت وفادار ہے"

"جتنا پوچھا جائے اتنا بولو، اب جاؤ فیضی تمہیں بتا دے گا"

"بہت شکریہ صاب،"

نواز شکریہ کرتا باہر نکل گیا..

"ہاں فیضی تمہیں جس کام کا بولا تھا، امید ہے کیا ہوگا..."

"جی سر..."

"تو اب بتانے کے لیے کیا دعوت نامہ بھیجوں، بھونک بھی لوں اب"

"جج جی سر، ان کا نام عائشہ ارتضیٰ ہے، ایک بہن ہے سدرہ، دو کزن ہیں
تایا کے بیٹے سعد اور شہریار... شہریار اور سدرہ کا نکاح ہوا ہے، ایک دوست
ہے ذلے خان... باپ، تایا اور شہریار کا ٹیکسٹائل کا بزنس ہے اپنا، تائی نہیں
ہے، سعد اور عائشہ کلاس فیلو ہیں، فرسٹ ایئر کے اسٹوڈنٹس، اور سر
وہ..."

"اور کیا..."

سمیج جو اسے توجہ سے سن رہا تھا اس کے رکنے پہ بدمزہ ہوا...

"اس سر وہ فوج کی دیوانی ہیں، اور اس ملک سے بہت محبت ہے انہیں،
بقول ان کے ان کا بس چلے تو دشمنوں کو آگ لگا دیں..."

"آہاں کمال، بہت خوب، لگتا ہے اس جنگ میں بہت مزہ آنے والا ہے"

سمیج کے لبوں پہ مکروہ مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔

"مجھے اس کی پل پل کی خبر چاہیے، کیا کیا کرتی ہے؟ کہاں کہاں جاتی ہے؟ سب کچھ"

"اوکے سر، جیسا آپ کہیں"

فیضی آٹھ کر باہر کی طرف بڑھ گیا...

فروری کا آغاز تھا، سردی کی شدت میں کمی آگئی تھی، دھوپ میں سختی آگئی تھی، ہلکی ہلکی ہواؤں سے ابھی ابھی ہلکی پھلکی سردی ہو جاتی تھی،

بہار کا آغاز تھا، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اور خوشنما پھولوں کا بسیرا تھا، ایسے لگتا تھا کہ بہار اپنے ساتھ فی امیدیں لیکر آئی ہے، فضا بھی خوشبوؤں سے معطر تھی...

بلیک کرتی کے ساتھ بلیک ہی ٹراؤزر پہنے اور ہم رنگ اسکارف سے حجاب کیے لب بھینچے، وہ گاڑی ڈرائیو کرنے میں لگن تھی... آج وہ کافی دن بعد گھر کے خاموش ماحول سے تنگ آکر گاڑی لیکر نکلی تھی... ہیزل گرین آنکھیں جو شرارت سے چمکتی تھیں آج ان میں سوگواریت اور گہراپن موجود تھا...

وہ ارد گرد سے بے نیاز بظاہر تو ڈرائیونگ میں مصروف تھی لیکن سوچیں کہیں دور ہی الجھی ہوئی تھیں...

دو تین بار اسے ایسا لگا کہ اس کا کوئی پیچھا کر رہا ہے لیکن وہ اپنا وہم سمجھ کر یکسر فراموش کر گئی...

اچانک اس نے اپنی گاڑی روک دی...

تو پیچھے آنے والے کو بھی بریک لگانی پڑی...

ماتھے پہ شکنوں کا جال لیے گاڑی سے باہر نکل کر پچھلی گاڑی کا شیشہ بجایا تو ایک پل کو فیضی گر بڑا گیا.. اگر سمیع اسے ایسے دیکھ لیتا تو یقیناً اسے اگلا سانس نصیب نہ ہوتا...

اس کے شیشہ بجانے پہ فیضی نے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا...

"جی خاتون؟ کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ؟"

عائشہ جو پہلے ہی تپی ہوئی تھی خاتون کا لفظ اپنے لیے سن کر اور تپ گئی...

"خاتون کے بچے باہر نکل ، جلدی میں بتاتی ہوں تمہیں کہ مجھے کیا مسئلہ

ہے؟"

عائشہ نے خطرناک تیور لیے اسے دیکھا تو فیضی کو احساس ہوا کہ وہ غلط بول

گیا لیکن اب تو پانی سر سے گزر چکا تھا...

چاروناچار فیضی کو باہر نکلنا پڑا...

"ہاں اے بول، خاتون کسے بولا ہاں؟ ایک تو کب سے دیکھ رہی میرا پیچھا کر رہا

ہے، اوپر سے خاتون بولا، تیری تو..."

عائشہ نے غصے سے بولتے اس کے پیٹ میں لات ماری تو وہ کراہ کے رہ

گیا...

"آج کے بعد یاد رہے گا کہ خاتون کسے بولا تھا۔ بتا پھر بولے گا خاتون؟"

عائشہ نے بازو پکڑ کر مروڑ دیا تو بے چارے کی چلن نکل گئی...

اسے لڑتا آتا تھا لیکن عائشہ کے سامنے ساری ہوا نکل گئی.. اور اوپر سے گن
بھی گاڑی میں ہی تھی

"تو خاتون ، تیرا پورا خاندان خاتون ، چول انسان تو رک ذرا"

جیسے تیسے وہ وہاں سے بچ کر گاڑی میں بیٹھا اور بھاگ گیا...

نواز جو فیضی کا پیچھا کرتا یہاں تک پہنچا تھا، فیضی کو ایک لڑکی سے مار کھاتا
دیکھ حیران رہ گیا...

فیضی کی مار کھانے کی وجہ سے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اور کمر پہ بھی
کافی چوٹیں آئی تھیں۔۔۔

ہسپتال کے بستر پہ پڑا وہ کراہ رہا تھا۔۔۔
اور پاس ہی سمیع چکر لگا رہا تھا۔۔۔

"فیضی اگر تم نے اپنی بکواس بند نہیں کی تو میں ساری گولیاں تیرے بھیجے
میں اتار دوں گا۔۔۔"

سمیع دھاڑا تو فیضی کو چپ ہونا پڑا۔۔۔

"شرم آنی چاہیے تمہیں، مرد ہو کر ایک لڑکی سے مار کھا کر اگئے، تمہیں ڈوب
مرنا چاہیے، تمہیں اس کی خبر رکھنے کو بولا تھا، مار کھانے کو نہیں، سب کے
سب بس کھانے کے لیے رکھے ہوئے میں نے"

سمیع بولتا ہوا ادھر سے ادھر چکر لگا رہا تھا..

"سس سس سوری سر.."

"شٹ اپ، جسٹ شٹ اپ... اب جو کرنا ہے میں کروں گا۔۔۔ میں بھی
تو دیکھوں اس کا دم"

سمیج نے لبوں پہ مسکراہٹ سجائے کوئی پلین ترتیب دیا.....

فروری کے اوائل دنوں میں سردی کا زور ویسے ہی کم ہوتا ہے، بس اگر بارش
ہو جائے تو موسم پہ کیکپاہٹ طاری ہو جاتی، ورنہ فروری کے دن بہت
خوشگوار ہوتے ہیں، بہار کی آمد ہوتی ہے ہر طرف سبزہ اور پھول بچھے ہوتے
ہیں، پھولوں کی خوشبو سے فضا معطر ہوتی ہے، پرندے بھی آسمان پہ
اٹھکیلیاں کرتے نظر آتے ہیں...

لاونج کی کھڑکی سے اندر جھانکو تو وہ سب صوفوں پہ بیٹھے تھے اور پاس ہی سدرہ بیٹھی سب کو چائے سرو کر رہی تھی...

شہریار نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا تھا، ہلکے پیلے رنگ کے سوٹ میں سلیقے سے دوپٹہ سر پہ جمائے، جس میں سے دو تین لٹے رخسار کو چھو رہی تھیں، وہ مگن سی چائے بنانے میں مصروف تھی، خود پہ کسی کی نظروں کا ارتکاز معلوم ہوا تو بے اختیار نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اور اشاروں سے پوچھا کہ کیا ہوا؟

تو وہ مسکرایا اور نفی میں سر ہلایا تو وہ بھی دوبارہ چائے کی طرف متوجہ ہو گئی...

"بھائی صاحب، میرا ارتضیٰ کا خیال ہے کہ اب سدرہ کی رخصتی کر دینی چاہیئے"

ہانیہ بیگم نے بات کا آغاز کیا تو شہیار نے ایک نظر سدرہ کو دیکھا جو پرسکون
تھی... تو وہ بھی ریلیکس ہو گیا

"لیکن، گھر کا ماحول اور عائشہ اور سعد کی ایسی حالت کے باوجود کیسے؟"

مرتضیٰ صاحب کچھ تذبذب کے عالم میں تھے..

"بھائی صاحب، اسی لیے ہم نے یہ سوچا ہے، گھر کا ماحول بدلے گا تو ان
پہ بھی اچھا اثر پڑے گا، شاید وہ اپنے خول سے باہر نکل آئیں"

"ہاں بات تو آپ کی بالکل ٹھیک ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، باقی
بچوں سے پوچھ لیں"

"شہریار اور سدرہ کوئی اعتراض ہے"

ارتضیٰ صاحب نے پوچھا تو دونوں نے نفی میں سر ہلایا اور سدرہ اٹھ کر کچن
میں چلی گئی...

"چھوٹی ماں عاشی سے بات کی آپ نے؟ یہ نہ ہو وہ ناراض ہو جائے کہ
مجھے بتایا ہی نہیں"

شہریار نے ہانیہ کا دھیان عائشہ کی طرف موڑا...

"باہر گئی ہے آتی ہے تو بات کر لینا"

"چلیں ٹھیک ہے..."

"بھائی صاحب ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی اٹھارہ تاریخ رکھ لیتے ہیں"

"یہ تو بہت اچھا ہو گیا، بہت بہت مبارک ہو"

"آپ کو....."

اس سے پہلے کے ارتضیٰ جملہ پورا کرتے عائشہ کسی طوفان کی طرح لاونج
میں داخل ہوئی، تو سب نے ہڑبڑا کر اسے دیکھا۔

"عاشی گریا، کیا بات ہے؟ کہیں آپ کے پیچھے کتے تو نہیں لگ گئے؟"

"کیا شیری بھائی کچھ بھی، یہ بتائیں سعد کدھر ہے؟"

"وہ اپنے روم میں ہے...."

وہ جی اچھا کہتی جس سپیڈ سے آئی تھی اسی سپیڈ سے سیڑھیاں چڑھنے لگی تو
شیری نے بے اختیار ٹوکا...

"ارے شیری بھائی، ریلیکس کریں کچھ نہیں ہوتا، بہت ڈھیٹ ہوں میں،
ویسے بھی فوج کی دیوانی ہوں تو یہ معمولی باتیں میرا کچھ نہیں کر سکتیں"

وہ جلدی جلدی بول کر اوپر بڑھ گئی، عائشہ کو اپنی ٹون میں واپس آتا دیکھ
سب نے شکر ادا کیا

وہ پھول توڑتے ہیں، اور میں خار چنتا ہوں

بچھڑتے جاتے ہیں یوں مجھ سے ہمسفر میرے

عجیب دور ہے! بے غم بھی اور بے حس بھی

کہ میرے درد پہ ہنستے ہیں چارہ گر میرے

"عثمان، مجھے یہ جو نئے مہمان آئیں ہیں سمیع مہناج کے ان پہ شک ہے"

کیپٹن طلحہ، عثمان، اور میجر حیدر تینوں لاونج میں بیٹھے آگے کس پلان ڈسکس
کر رہے تھے..

"مجھے یقین ہے کہ ضرور کوئی نہ کوئی کچھڑی پک رہی ہے، لیکن اس بار ان کو موقع نہیں دینا"

طلحہ نے ایک عزم سے کہا، یوں جیسے سمیع سامنے آئے گا اور یہ گردن اکھاڑ پھینکے گا...

بلاشبہ ہماری پاک افواج اتنا زور رکھتی ہے، کہ اگر کوئی اس دھرتی کے خلاف سوچے بھی تو اسے عبرت بنادیں، اس پاک وطن کی طرف اٹھنے والی پر آنکھ کونکال پھینکنے اور زبانیں کاٹ دینے کی صلاحیت ہے ان محافظوں میں... ان محافظوں کی رگ رگ میں خون کی جگہ وطن سے عشق گردش کرتا ہے اور اس کے لیے سر دھڑ کی بازی بھی لگا دیتے ہیں...

"ہاں بالکل طلحہ، اس بار جان بھی چلی جائے غم نہیں، کیوں حیدر؟"

عثمان نے بات کرتے ہوئے حیدر کو مخاطب کیا، لیکن اسے سوچ میں گم مسکراتے دیکھ انہیں اچھنبا ہوا کہ میجر حیدر اور مسکراہٹ...

"....."

دونوں ایک ساتھ چلنے تو حیدر ہڑبڑا اٹھا...

"کیا تکلیف ہے تم دونوں کو؟ کیوں گلا پھاڑ رہے ہو؟ تمیز نام کی چیز نہیں؟"

حیدر نے دونوں کو گھوری سے نوازا...

"اچھا جی مانا، ہمیں تمیز نہیں اور جو جناب بیٹھے اکیلے مسکرا رہے ہیں وہ؟"

طلحہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا..

"ہاں ہاں بولو بولو..."

عثمان نے بھی اس کا بھرپور ساتھ دیا...

"بکو اس نہیں کرو تم دونوں.."

"چپ چپ بیٹھے ہو

ضرور کوئی بات ہے

پہلی ملاقات ہے

بھی پہلی ملاقات ہے"

طلحہ اور عثمان نے باقاعدہ گانا شروع کر دیا تو حیدر نے جوتے اٹھا کر دونوں

کا نشانہ لیا..

"آہ ظالم، کمر توڑ دی مجھ معصوم کی..."

عثمان نے کمر پہ ہاتھ رکھ کے دہائی دی..

"جسٹ شٹ اپ... بی سیریس.. کام کی بات کریں اب"

حیدر کے پوچھنے پہ دونوں نے بے اختیار ہاں میں سر ہلایا، ورنہ ان کی خیر
نہیں تھی..

"تم دونوں جو غیر ملکی آئے ہیں ان پہ نظر رکھو، مجھے وہ مشکوک لگ رہے

ہیں، یقیناً کوئی نہ کوئی حرکت کریں گے ہی"

دونوں نے ہاں میں سر ہلایا...

"میں منہاج پہ نظر رکھتا ہوں، اور کسی طرح مینشن میں گھستا ہوں"

"اوکے سر"

دونوں یک زبان بولے..

زخمِ نگاہ کے لیے مَرِّہمِ اندمال تھے

تیرے گھٹا سے بال تھے، تیرے شفق سے گال تھے

یک دم دھاڑ سے دروازہ کھلا، سعد جو موبائل میں بیٹھا ویڈیو دیکھ رہا تھا، اس

کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر زمین پہ گر گیا...

دروازے میں عاشی کو پورے دانت کھولے کھڑے پایا تو نخوت سے منہ

موڑا...

"عاشی بچے آپ کی تمیز بس چند دنوں کے لیے تھی؟"

"اوائے کدو چپ کر، زیادہ نہیں بولنے لگ گیا، مت بھول میں عائشہ ارتضیٰ ہوں"

"جہاں پناہ، شکر آپ نے یاد کرو دیا، ورنہ بندہ گستاخ تو بھول گیا تھا، معذرت خواہ جہاں پناہ"

سعد نے باقاعدہ ہاتھ جوڑتے ہوئے معافی مانگی..

"ہممم، معاف کیا، کیا یاد کرو گے کس سے پالا پڑا ہے؟"

"چڑیل اور چوہیا سے، اور کس سے"

سعد نے دانت پیستے سرگوشی کی لیکن افسوس یہ تعریف عائشہ کا کانوں تک
پہنچ چکی تھی...

"سعد کے بچے، رک تجھے ابھی بتاتی ہوں"

عائشہ خطرناک تیور لیے آگے بڑھی تو سعد نے اپنا ماتھا پیٹا...

اب کمرے کا حال کچھ یوں تھا کہ سعد آگے آگے اور عائشہ ہاتھ میں جوتا
لیکر پیچھے پیچھے...

تکیے، چادر، قالین، برش ہر چیز زمین پہ پڑی قسمت کو رو رہی تھی... سعد کا
دھیان بھٹکا اور عائشہ نے کھینچ کے جوتا مارا... (آہ یہ تالی کی ماما والی حرکتیں)

"آہ ظالم، میری کمر توڑ دی.. مجھ معصوم پہ تشدد، مجھے اب لڑکی کون دے
گا؟"

سعد کمر پہ ہاتھ رکھے دہائیاں دے رہا تھا..

"اولے موٹے آلو، کمر ٹوٹنے سے یاد آیا کہ آج پتہ کیا ہوا میرے ساتھ؟"

"کیا ہوا؟؟؟ جلدی بتا"

جس جگہ پہلے وہ دونوں لڑ رہے تھے اب وہی سکون سے بیٹھے تھے کوئی کہ
ہی نہیں سکتا تھا کہ اس کمرے میں تھوڑی دیر پہلے زلزلہ آچکا ہے...

سعد کے پوچھنے پہ عائشہ نے اسے فیضی کی درگت والا واقعہ من و عن بیان
کر دیا...

"ہاہاہاہاہاہاہاہاہاہاہاہ عاشری؁ کفا دھویا ہے ؟ بچارہ ساری زندگی یاد رکھے گا؁ اففففف
میں نے مس کردیا"

اب وہ دونوں بیٹھے ہنس ہنس کر پاگل ہو رہے تھے..

ہواؤں نے رخ بدلا تو موسم بھی ہلکا ہلکا گرم ہونے لگا؁ پرندوں کی چچھاہٹ
بہار کی آمد کا پتہ دیتی معلوم ہو رہی تھی؁ ہر دل خوشگوار احساس سے مزین
اور آنکھوں میں امید کی چمک لیے ہوئے تھا...

اس کمرے کی کھلی کھڑکی سے اندر جھانکیں تو وہ بیڈ پہ اڑھا ترچھا خواب
 خرگوش کے مزے لے رہا تھا، ایک ہاتھ تکیہ پہ دھرا اور دوسرا نیچے لٹک رہا
 تھا، بال ماتھے پہ بکھرائے، آنکھیں سختی سے بند کیے، لبوں کو بھیچنے لمبے لمبے
 سانسوں کی آواز وقفے وقفے سے کمرے میں گونج رہی تھی، دبیز پردوں سے
 چھن کر آتی روشنی میں اس کی نیند زائل کرنے میں ناکام ہو رہی تھی..

اچانک کمرے کے پرفسوں ماحول میں موبائل کی چنگاڑتی آواز گونجی تو اس
 نے موبائل ڈھونڈنے کے لیے ادھر ادھر ہاتھ مارا...

"کس کو صبح صبح موت آگئی ہے؟ کس نے موت کو دعوت دی ہے؟"

اسے نیند میں خلل پسند نہیں آیا تھا..

"س سس سر آ آپ سے وہ مہمان...."

فیضی کی لڑکھڑاتی آواز کان میں گونجی تو دل نے بے اختیار اسے صلواتوں
سے نوازا....

وہ بیڈ سے اتر کر کھڑکی کے پاس آکھڑا ہوا... اور روشنی کو اندر آنے کا موقع
دیا..

"ہمممم، ایک کام کرو ان کی خاطر تواضع کرو، میں دوپہر میں آکر ملتا ہوں،
پھر مال دکھا دیتے ہیں، اور ایک اور بات اس ولیم پہ نظر رکھو، اس کی پل پل
کی خبر مجھے چاہیے"

"بی بی سس سس سر"

سمیع نے موبائل پاس میز پہ رکھا اور خود وہاں موجود صوفے پہ بیٹھ کر نیچے
لان کو تکتے لگا۔

اس بات سے بے نیاز کہ اب اس کی زندگی میں تھلکہ مچنے والا ہے، شاید ہی
سکون کی نیند نصیب ہو۔۔۔۔

نہ یہ نصیب، نہ انصاف کا تقاضا ہے
کہ ساری رات کا جاگا، سحر نہ دیکھ سکے

فروری کی رات کا آخری پہر تھا۔ ان دنوں راتیں ویسے بھی سیاہ اور لمبی ہوا
کرتی ہیں، چاند کی آخری تاریخ تھی شاید، سڑکوں پہ کوئی ذی روح نہ تھا، چرند،
پرند حتیٰ کہ انسان بھی اپنے لحافوں میں دیکے مزے کی نیند لے رہے تھے۔

ایسے میں کسی کو بھی خبر نہ تھی کہ ایک سیاہ ہیولا بلیک ہڈ پہنے، ٹوپی سر پہ گرائے، دونوں ہاتھ جیبوں میں اڑسے تار کول کی پرسکون سرک پر تیز تیز قدم اٹھائے آگے بڑھ رہا ہے، جیسے اسے کہیں جانے کی جلدی ہو...

نقاب سے جھلکتی آنکھوں میں جنون اور عزم موجود تھا، ایسی آنکھیں کہ انسان اندازہ نہ لگا پائے کہ کون کون سے رازپہناں ہیں ان گہرائیوں میں...

دیکھتے دیکھتے وہ ہیولا ایک ویران کھنڈر میں داخل ہوا اور آہستہ سے سیڑھیاں اترتا، نقلی چابی سے تالا کھولتا تہہ خانے میں جا پہنچا... ایک دم سے آنکھوں کی چمک بڑھی گویا تلاش ختم ہو گئی...

ابھی فون نکالا اور ایک نمبر ملا کر کان سے لگا لیا..

"ایس سر، آپ نے ٹھیک کہا تھا"

دوسری طرف سے شاید کچھ کہا گیا تھا...

"شیور سر، میں تفصیل بھیج دوں گا، اوکے سر"

چند ایک باتوں کے بعد کال کاٹ دی گئی، تو وہ ہیولا جس خاموشی سے آیا تھا، ویسے ہی واپس چلا گیا اس بات سے بے خبر کہ کوئی اس کی باتیں سن چکا ہے...



کون تاحدّ نظر دیکھ سکے
مٹ گئی حدّ نظر

سیکڑوں منزلیں طے کر تو چکے
لیکن اب جائیں کدھر

مارچ کا آغاز ہونے والا تھا، موسم میں ہلکی ہلکی تپش شامل ہو رہی تھی۔ سورج
بھی آگ برسانے کے مراحل میں داخل ہو رہا تھا، بہار کا اختتام تھا۔ پھول
بھی ابھی خوبصورتی مانند کر رہے تھے۔

لیکن موسم کوئی بھی ہو ہر موسم کی اپنی ایک حیثیت اور خوبصورتی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ بلندو بالا عمارت جس پہ اے اور ایم لکھا ہوا تھا، پوری آب و تاب کے ساتھ کھڑی تھی، کھڑکی سے اندر جھانکو تو ہلکے سبز رنگ کے سوٹ میں، ہم رنگ دوپٹہ سر پہ جمائے جس سے دو چار لٹیں نکل کر چہرے پہ جھوم رہی تھیں فائلوں میں سر دیے مصروف نظر آرہی تھی۔ ارد گرد فائلوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ سعد کے حادثے کے بعد آج ہی آفس کا چکر لگایا تھا۔

وہ کسی فائل پہ دستخط کر رہی تھی جب شہیار ناک کرتا آفس میں داخل ہوا سدرہ نے ایک نظر اسے دیکھا۔ بلو پینٹ کے ساتھ آف وائٹ شرٹ پہنے بالوں کو جیل سے سیٹ کیے ہلکی بیئرڈ میں وہ کافی پرکشش لگ رہا تھا سدرہ نے فوراً نظریں ہٹائی مبادہ وہ جان نہ لے دل کے چور کو۔۔۔۔۔

سدرہ کو نظریں چراتا دیکھ وہ دل سے مسکرایا تھا۔ اور آکر سامنے والے صوفے
پہ براجمان ہو گیا۔

"کیا ہو رہا ہے؟"

"کچھ خاص نہیں۔ بس کافی دن سے آفس نہیں آئے تو کام اکھٹا ہو گیا وہی
دیکھ رہی تھی۔ اپ بتائیں کوئی کام تھا؟"

بات ختم کرتے اسے آخر میں سوالیہ نظروں سے دیکھا تو اس نے نفی میں
سر ہلایا۔

"میں کچھ مدد کرواؤں؟"

"نہیں بس ہو گیا مکمل، یہ آخری فائل تھی"

"اوکے اگر فری ہو تو باہر چلیں لنچ کرنے - مجھے کچھ بات بھی کرنی ہے"

"ننکی اور پوچھ پوچھ - چلیں مجھے بھی کافی بھوک لگی ہے - لیکن واپسی پہ

گول گپے بھی کھلائیں گے؟"

"جو حکم مائی لیڈی بندہ غلام ہے آپ کا جو کہیں گی میں کھلا دوں گا۔"

شہریار نے سر کو خم دیتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دی۔۔

ان کی ہنسی سے جب ماحول گونجتا ہے
مجھے ہر چیز میں اسی کا عکس لگتا ہے

دونوں آگے پیچھے باہر کو بڑھ گئے۔



انگلیوں کی پوروں پہ ،

رابطے میسر ہیں۔!!

پھر بھی گر یہ دوری ہے ،

تو جاننا ضروری ہے __ !!

کہ فاصلے زماں کے ہیں ؟؟؟

یا دلوں میں دوری ہے __ !

سعد اور عائشہ اب پہلے سے بہتر ہو گئے تھے۔ البتہ پہلے کی طرح مکمل نہیں
لیکن تھوڑے بہت موڈ پہلے جیسا ہو گیا تھا۔ مینشن کی رونق واپس لوٹ آئی
تھی۔

کوئی بھی واقعہ بھولنا آسان نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ماضی کے ساتھ ہی بیٹھ
جائیں گے تو ترقی نہیں کر پائیں گے اسی لیے عقلمندی اسی میں ہے کہ

انسان وقت کے ساتھ آگے بڑھے بجائے جب وقت پھسل جائے تب
پچھتانے کے۔۔۔

میشن کی سیرھیاں چڑھتے ایک کمرے میں جھانکو تو وہ دونوں ٹی وی لگائے
میچ دیکھنے میں مصروف تھے۔ ہلکے پیلے رنگ کی کرتی میں ہم رنگ دوپٹہ گلے
میں ڈالے وہ صوفے پہ بیٹھی تھی اور ساتھ ساتھ منہ چلا رہی تھی۔

جب کہ ساتھ ہی بیڈ پہ سعد بیٹھا ہوا تھا۔ اب وہ پہلے سے بہتر ہو گیا تھا۔ زخم
بھی مندمل ہو گئے تھے۔

"سعد بندر کیا لگتا تجھے کون جیتے گا؟"

"ہاہاہاہاہاہاہاہا، دوبارہ بولی چوھیا"

عائشہ نے پاپ کارن سے بھرے منہ کے ساتھ عجیب آواز نکالتے پوچھا تو
سعد کی ہنسی نکل گئی،

"چوہے موٹے آلو کیا تکلیف ہے تجھے؟ تیرے زخم کا لحاظ ہے ورنہ تیرے

بھرتہ بنادوں میں۔۔"

"نہ چھپکلی یہ نہ کرنا، بھرتہ نہیں پسند مجھے دُش چیلنج کر۔ پیزا یا زنگر کر لے"

سعد نے لبوں پہ زبان پھیرتے ہوئے کہا تو عائشہ نے سخت تیوروں سے
اسے گھورا۔

"رک تجھے میں پیزا اور زنگر کھلاتی ہوں۔ صبر کر"

اب سین کچھ یوں تھا کہ عائشہ نے ہر چیز اٹھا کر اسے مارنی شروع کر دی
اور وہ بچا رانچنے کے لیے بیڈ کے نیچے گھس گیا۔

"میری شادی ہونے دے اپنی والی کے ساتھ مل کر تیری درگت بنایا کرنی"

سعد نے بیڈ کے نیچے سے دہائی دی۔۔۔

"بیٹا میں نے تجھے شادی لالٹ ہی نہیں چھوڑنا۔ اور تجھے کوئی لڑکی بھائی تک

نہ بولے... آیا بڑا"

"ہزاروں لڑکیاں مرتی ہیں مجھ پہ۔ ایسی بھی بات نہیں"

"بندر جیسی شکل دیکھ کر مرنا بنتا بھی ہے۔ ہا ہا ہا ہا"

"تو جلتی ہے مجھ سے۔ جل ککڑی خود کو کوئی منہ نہیں لگاتا"

"میں گھاس نہیں ہوں جو منہ لگائے کوئی۔ میں اس کا منہ نہ توڑ دو"

"اوائے عاشی چوہی تیرے فوجی کیا بنا؟"

"ہائے بندر ملا ہی نہیں ابھی تک۔ بننا کیا اس کا"

عائشہ نے حسرت بھری آواز میں کہا۔

"مجھے لگتا وہ دشمنوں کے ساتھ مذاکرات کر رہا ہوگا۔"

"اللہ اللہ یہی مذاکرات میرے ساتھ کر لیتا تو کامیاب ہو جاتا۔ کون سمجھائے

اسے؟"

عائشہ نے دوپٹے کے پلو سے نہ آنے والے آنسو پونچھے۔

"کمینہ ہے تمہارا وہ۔۔"

"سعد کے بچے میں تیرا خون پی جانا۔ اگر اسے کچھ بولا"

عائشہ نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کی۔

"مجھے تو پہلے ہی ڈائن لگتی شکل سے۔۔"

تمہاری کزن جو ہوں۔ ڈائن لگوں گی"

"عائشہ ایک بات پوچھوں؟"

سعد نے سیریس انداز میں اسے پکارا تو وہ بھی سیریس ہوگئی۔۔

"یار ہمیشہ فوجی فوجی کرتی ہے تو۔ کبھی سوچا ہے اگر کبھی آزمائش یا امتحان دینا پڑ گیا تو؟"

سعد نے اس کی طرف دیکھتے پوچھا تو وہ پراسرار مسکراہٹ کے ساتھ ہنسی۔

"خوبصورت منزلیں قربانی مانگتی ہیں"

"عائشہ اگر تم فیل ہوگئی تو؟"

سعد نے خدشہ بیان کیا۔۔۔

"ایسا ممکن نہیں۔ مجھے پتہ ہے عشق امتحانوں کے بغیر ادھورا ہے۔ اور آسانی سے مل جائے جو اس میں مزہ نہیں ہے۔ میں خود کو ہر امتحان کے لیے تیار کیا ہے۔ بس اللہ جی ساتھ دیں"

"ان شاء اللہ۔ تمہاری ہر مراد پوری ہو چوہیا"

سعد نے دل سے دعا دی...

بندر----

چھپکلی ---

موٹا آلو ---

کالی بندری ----

"سعدے میں حلیہ بگاڑ دینا اب تیرا۔"



طلوعِ صُبحِ کا الزام میرے سر آیا

"تمہیں کیا لگا؟ انڈر ورلڈ کے بادشاہ، سمیع منہاج کو دھوکا دینا اتنا آسان

پتہ نہیں چلے گا، ہا ہا ہا ہا ہا ہا بہت بے وقوف ہو تم لوگ یار"

پالینے کی خوشی، تھوڑے ہی فاصلے پہ سمیع بلیک تھری پیس میں ملبوس ہاتھ

میں گن لیے کھڑا تھا، پاس ہی ٹیبل پہ مختلف اوزار رکھے ہوئے تھے،
دروازے کے پاس دو گارڈز کھڑے تھے.....

"بابا بابا بابا بابا، ان انڈر وورلڈ کک کا بادشاہ پھر بھی ن نہ ج جان پایا، تت تم
ن نے ہم ہمیں اتنا کک کچا کھلاڑی سمجھ سمجھا ہوا"

کرسی پہ بندھے شخص نے کراہتے ہوئے اپنے الفاظ ادا کیے جو سمیع کو غصہ
دلا گئے

تو سمیع نے پینٹ سے بیٹ نکال کر اسے مارنا شروع کر دیا اور تہہ خانے
مقابل کی دردناک چیخوں سے گونج اٹھا...

یہ الفاظ مقابل کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ لے آئے...

"عبرت نن نہیں، انعام ہوگا مم میری موت اس اس قوم کک کے لیے، می
میں تت تو مم موت کک کے بعد بھی پی یاد رکھا جاؤ گا، مگر تت تم"

منہاج کو اس کی بات سن کر غصہ آگیا، جانے اب وہ کیا کرنے والا تھا اس شخص کے ساتھ....

کو فریب دو کہ نہ ہو تلخ زندگی
ہر سنگ دل کو جان وفا کہہ لیا کرو

ہلکے سبز رنگ کے سوٹ میں سر پہ دوپٹہ جمائے ، گاڑی سے باہر بھاگتے
نظاروں کو دیکھتی وہ انہی نظاروں کا پرتو معلوم ہو رہی تھی...
باہر دیکھنے میں ایسے مگن تھی جیسے کچھ کھوج رہی ہو یا پھر کچھ سوچ رہی
ہو...

مقابل نے ہمیشہ اسے دوپٹے کے ساتھ ہی دیکھا تھا، پھر چاہے گھر ہو یا باہر، اس معاملے میں وہ بہت محتاط رہتی تھی، ہائی کلاس سے تعلق ہونے کے باوجود اس نے اپنی خواہشات بے قابو نہیں ہونے دی تھی، یہی بات اس میں پسند تھی اسے....

وہ گاڑی چلاتے گا ہے بگا ہے اس پہ بھی نظر ڈال لیتا، لیکن جب وہ متوجہ نہ ہوئی تو اسے برا لگا...

"ہمممممم.....ہمممممم"

متوجہ کرنے کے لیے گلا کھنکارتو اس نے چونک کے دیکھا تو آنکھوں سے
بابت دریافت کی...

"خاتون.. میں یہاں ہوں ادھر آپ کا اکلوتا مجازی خدا، آپ باہر کسے تلاش
کر رہی ہیں..؟"

شہریار نے آنکھ دبا کر اسے چھیڑا تو اسکے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی... وہ
جانتی تھی کہ شہریار کو ہمیشہ یہی مسئلہ ہوتا کہ میں کسی اور طرف نہ دیکھو
اس کے پاس ہوتے ہوئے...

"میں دیکھ رہی ہوں، شاید کوئی ہینڈسم سالر کا نظر آ جائے..."

مقابل بھی کم نہیں تھی، اس معاملے میں... خفگی سے گھورا..

"خوش فہمی ہے مادام، شہریار مرتضیٰ سے زیادہ ہینڈسم اور پیار کرنے والا آپ کو مل ہی نہیں سکتا..."

شہریار نے فرضی کالر جھاڑے تو وہ محظوظ ہوئی...

"اوہ تو جناب کو غلط فہمی بھی ہے، کس نے بول دیا کہ آپ ہینڈسم ہیں، چچ اوہ تو جناب کو غلط فہمی بھی ہے، کس نے بول دیا کہ آپ ہینڈسم ہیں، چچ

چچ بری بات، ایسی سوچیں نہیں پالتے..."

"ہاہاہاہا، اچھا!!!!!!!!!!!!!! سوری بابا، مذاق کر رہی تھی، سوری"

سدرہ نے اس کے کان پکڑتے ہوئے معافی مانگی تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا...

"اچھا کان تو چھوڑیں، درد ہوتا ہے یار... اپنے کان پکڑنے تھے میرے نہیں
خاتون"

"آہاں، آپ کس کے ہیں؟ میرے... تو آپ کی ہر چیز بھی میری ہوئی تو ان ڈائریکٹلی یہ کان بھی میرے ہیں تو میں نے اپنے کان ہی تو پکڑیں ہیں..."

"ہاہاہا، چالاک ہو گئی ہیں بہت..."

"بس کیا کروں، آپ کی صحبت کا اثر ہے"

"میں چالاک نہیں ہوں، مادام"

احتجاج ہوا تھا...

"پچور، یہی کہتا ہے کہ وہ پچور نہیں ہے.."

"اوکے جناب، آپ کے سامنے میں نہیں جیت سکتا، چلیں اتریں منزل
آگئی...؟"

شہیار نے گاڑی پارکنگ میں کھڑی کرتے اسے مخاطب کیا، تو وہ مسکرا دی،
قدم سے قدم ملا کر چلتے دونوں ریسٹورنٹ میں داخل ہوئے، تو کتنی ہی
ستائش سے بھری نظروں کا دیدار ہوا...

تیرا دیدار ہوا

پہلا سا پیار ہوا

پہلی سی بار ہوا

اس دل کو.... اوووووووووو فوجی ووووووے

"یار عاشی، بڑے دن ہو گئے کوئی کارنامہ نہیں کیا، مجھے ایسے لگ رہا زندگی
ہی رک گئی ہو جیسے..."

وہ دونوں سورج کی چلملاتی دھوپ میں باہر لان میں بیٹھے تھے... عائشہ منہ
میں ببل چباتی گانے کے ساتھ ساتھ ڈائری لکھنے میں مصروف تھی... جبکہ
سعد پاس بیٹھا گھاس توڑ رہا تھا..

اس کی بات میں عائشہ نے ایک نظر اسے دیکھا...

"مجھے لگتا بہت دن ہو گئے، ماما سے ڈانٹ کھائے تو وہی مس کر رہا ہے، یاررر
تجھے سکون پسند نہیں ہے زندگی میں؟"

عائشہ نے ڈائری پہ جھکے جھکے ہی بے زاریت سے پوچھا...

"سچی پوچھوں تو ہاں، مجھے دوسروں کی زندگی میں سکون پسند نہیں ہے.."

سعد نے ہاتھ میں پکڑی گھاس اس پہ پھینکی...

"سعد دد دد دے، کبھی انسانوں والی حرکتیں کر لیا کر، جا اب یہاں سے مجھے
ڈائری لکھنے دے..."

"یار یار نہ رہا..."

دوست دوست نہ رہا...

او ساتھ ہی بے وفا

تیرا مجھ کو ٹھکرانا....

جارہا ہوں میں، لوٹوں گا نہیں"

سعد کی ایکٹنگ عروج پہ تھی...

وہ منہ بنا کر لاونج کی طرف بڑھ گیا تو وہ بھی اپنی ڈائری کی طرف متوجہ ہو گئی...

ہلکے پیلے رنگ کی کرتی پہ بلیک ٹراؤزر پہنے دوپٹہ گلے میں ڈالے، وہ اسی لان کا حصہ معلوم ہو رہی تھی...

سورج سے چہرا چمک رہا تھا، آنکھوں میں ہمیشہ رہنے والی الوہی چمک واپس لوٹ آئی تھی، ایک لٹ پونی سے نکلتی بار بار اسکے چہرے پہ جھولتی تو وہ اسے پیچھے کرنے کے لیے اوپر کو ہوتی، تو چہرا مزید روشن ہو جاتا....

ڈائری کے سفید پنوں پہ کالے الفاظ بکھر رہے تھے...

"کبھی کبھی میں گبھرا جاتی ہوں بہت، ایسا لگتا ہے زندگی رک گئی ہے، چلتی سانس مدہم ہو گئی ہے، دل بند محسوس ہونے لگتا ہے... اور ایسا تب ہوتا جب عشق کی یہ منزل کھٹن لگنے لگتی ہے، ایسا لگتا ہے اس منزل کو پا کر بھی میں خالی ہاتھ رہ جاؤں گی... میں ہمیشہ سے جانتی تھی کہ عشق امتحانوں کا دوسرا نام ہے، لیکن پھر بھی انسان ہوں، نرم دل ہوں، لرز جاتا ہے دل یہ سوچ کر کہ اگر....."

آنکھوں میں نمی جاگی تو اپنے مانند پڑنے لگے، اس نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا، جیسے امید ہو کہ کاش اس کا پرچہ آسان ہو، پرچہ میں وہی سوال

آئے جو اسے اچھی طرح آتا ہے... آنسوؤں پلکوں کی باڑ توڑ کر رخسار پہ بہہ نکلے،
 لیکن کون جانے کہ یہ دعا قبولیت کے مراحل میں داخل ہوئی یا صرف لبوں
 پہ کاش رہ جائے گا.....

"یا اللہ، اب تو انتظار بھی مشکل ہوتا جا رہا ہے، اب انتظار درپوں سے نہیں

جھانکتا

بند کواڑوں کے پیچھے

مضطرب سا نہیں ٹہلتا

بس گھر کے بند دروازے پر آنکھیں پتھر ہو جاتی ہیں..... انتظار بہت

خوبصورت ہے لیکن تھکان دے گیا مجھے..."

"بتائیں، کیا کھائیں گی؟ ہم لچ پہ آئے ہیں، باتیں کرنے نہیں..."

سدرہ اور شہریار آمنے سامنے ٹیبل پہ بیٹھے باتوں میں مگن تھے، جب اچانک
شہریار نے یاد آنے پہ پوچھا..

"ہمممم، آج آپ کی مرضی کا کھا لیتے ہیں..."

سدرہ نے گویا احسان کیا تھا، وہ منہ کھولے اسے تکتے لگا..

"کیا ہوا؟ منہ تو بند کریں.."

"آریو شیور کہ میری پسند کا کھالو گی؟"

"جی جی، آئی ایم شیور، منگوالیں..."

"سدرہ، ایک بات مجھے پریشان کر رہی ہے، کیا آپ سچ بتائیں گی؟"

"کونسی بات؟... کیا ہوا؟"

"آپ سے پوچھیں بغیر ڈیٹ فلکس کردی، آپ ناراض تو نہیں ہیں"

"ارے نہیں نہیں، آپ پہ اور ماما بابا پہ خود سے زیادہ یقین ہے"

آخری جملے پہ شہیار کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے...

"اور محبت....؟"

"محبت ضروری ہے کرنا...؟"

"ہمممم پتہ نہیں، آپ بتاؤ؟"

"ہممم، میرے خیال سے محبت ضروری نہیں، عزت اور وفاداری ہونی چاہیے رشتوں میں... محبت کے بغیر بھی رشتے نبھائے جاسکتے لیکن اگر عزت نہیں ہوگی تو رشتے کو دوام نہیں ہوگا... عزت کے بغیر انسان فقط سانس لیتی لاش ہے اور کچھ نہیں..."

"اچھا!!!، بس بس آپ تو سنجیدہ ہی ہو گئیں، آرڈر کرتے ہیں اب"

شہریار بول کر ویٹر کی طرف متوجہ ہو گیا تو وہ بھی نم آنکھوں سے مسکرا دی، اس کے نصیب میں محبت اور عزت دونوں چیزیں لکھی گئی تھیں....

عقیدت کا سیدھا تعلق دل سے ہوتا ہے، دماغ سے نہیں...

مارچ کا آغاز تھا، ہر طرف پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی، یہ بہار کسی نہ کسی کے لیے امید کی نوید تھی، ایک موہوم سا جلتا ہوا دیا....

لان اندھیرے میں خوابناک ماحول پیش کر رہا تھا... گھر کے اندر جلتے قمقموں کی روشنی بھی لان کو منور کرنے میں ناکام ہو رہی تھی... کھلے دروازے سے اندر جھانکو تو اس وقت وہ سب ٹیبل کے گرد ڈنر کرنے میں مصروف تھے...

سربراہی کرسی پہ مرتضیٰ صاحب بیٹھے ہوئے تھے، دائیں طرف ارتضیٰ پھر ہانیہ بیگم اور ساتھ سدرہ جب کہ بائیں جانب سعد، عائشہ اور شہریار کے بالکل

سامنے سدرہ بیٹھی ہوئی تھی... ہانیہ بیگم نے ایک نظر سب کو دیکھا اور دل
میں سلامتی کی دعا کی تھی...

"اولے بندریا، کیا تکلیف ہے اپنی پلیٹ سے کھاؤ..."

سعد جو چاول کھا رہا تھا عائشہ نے اس کی پلیٹ سے چمچ لیا تو وہ بھڑک
اٹھا۔۔۔

"بندر جب تک تمہیں تنگ نہ کروں، میرا کھانا ہضم نہیں ہوتا"

عائشہ نے فرضی کالر جھاڑے...

"تو نہ ہو، میری بلا سے.."

"ہاں، تم تو یہی چاہتے ہو کہ میں مر جاؤں، لیکن میں بتادوں ایسا ممکن

نہیں ہوگا کہ میں تم لوگوں کو خوش کردوں..."

"تم سے ہماری خوشی برداشت ہی نہیں ہے.. کالی مرچ"

"شیری بھائی...."

عائشہ نے شہریار کو بیچ میں گھسیٹنا ضروری سمجھا..

"عائشہ، سعد تمیز سے کھانا کھاؤ، ورنہ دونوں کے لگاؤ گی میں.."

ہانیہ بیگم نے گھر کا تو دونوں بادل ناخواستہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے...

"اچھا بچوں بات سنو، میں پاس ایک نیوز ہے"

"جی بڑے پاپا جلدی بتائیں صبر نہیں ہو رہا"

"عائشہ بچے آرام سے، تو بات یہ ہے کہ اس ماہ کی اٹھارہ کو آپ کی پیاری

سڈ اور شیرمی بھائی کی شادی ہے..."

عائشہ نے باقاعدہ اسے گلے لگایا۔۔۔

"میرے بھائی کی شادی ہے

میری بہن کی شادی ہے

لڑی پاؤں اے جمالوں"

سعد نے تو باقاعدہ گانا شروع کر دیا...

ایک اور روشن صبح کا آغاز، ایک نئے دن کا سورج نئے عزم اور امیدوں کے
ساتھ طلوع ہوا، یہ پیغام عام کرتا کہ ہر اندھیرے کے بعد روشن صبح منتظر

ہے... ہر ناامیدی کے ساتھ امید بندھی ہوئی ہے، ہر مشکل اپنا حل ساتھ لیکر آتی ہے ضرورت ہے بس صبر اور ہمت کی...

سورج کی نرم گرم کرنوں سے جگمگاتا اڑھاک مینشن ایک شان سے کھڑا ہر دیکھنے والے کو حسد اور رشک میں مبتلا کرتا تھا، بنا یہ جانے کہ ہر عروج کو ایک دن زوال ہونا ہے...

مینشن کی کھلی کھڑکیوں کے آگے لٹکے دبیز پردے ہوا کی وجہ سے پھڑپھڑا رہے تھے، جس کی وجہ سے ماحول میں ایک الگ ہی ساز گونج رہا تھا، صبح صبح پرندوں کی چہچاہٹ اور پھولوں کی معطر سی خوشبو نے پرفسوں ماحول بنایا ہوا تھا...

کھلی کھرکی سے اندر جانکھو تو وہ نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس مصروف سا
ناشتہ کرنے میں مصروف تھا، پاس ہی فیضی مؤدب سا کھڑا اس کے فارغ
ہونے کا منتظر تھا... شاید فیضی کوئی اہم خبر لایا تھا...

سمیع نے جلدی سے ناشتہ ختم کیا اور اسے اشارہ کرتا لاونج میں داخل ہوا...

"ہاں فیضی بولو کیا خبر لائے ہو؟ یقیناً اچھی خبر ہی لائے ہونگے.."

سمیع نے تنبیہ کرتی آنکھوں سے پوچھا..

"جج جی سر، آپ کا اندازہ بالکل ٹھیک تھا... ولیم کوئی غیر ملکی نہیں ہے اور اس واقعے کے پیچھے اسی کا ہاتھ ہے..."

فیضی نے اسے تفصیل سے آگاہ کیا، تو اس کے چہرے پہ پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی...

"اوہ، یہ فوجی کب سدھریں گے؟ اپنی جان کی پرواہ نہیں ہے ان کو شاید... ہاہاہاہاہاہا انہیں پرواہ نہیں تو ہم کیوں کریں، ایک پہلی اور آخری ملاقات ہو جائے"

سمیع کی پراسرار سی بات پہ فیضی کی روح تک کانپ گئی، وہ جانتا تھا کہ اب
کیا سلوک ہونے والا اس کے ساتھ...

آگے پیچھے چلتے وہ دونوں لاونج عبور کر کے مرکزی دروازے کی طرف بڑھ
گئے...

فسانے درد محرومی کے دہرائے نہیں جاتے
کچھ ایسے زخم ہوتے ہیں جو دکھلائے نہیں جاتے

پچھلی رات کا منظر:

سیاہ تار کول کی پچھی سرک پہ وہ اپنے ازلی روپ میں سر پہ ہڈ گرائے، فون
کان سے لگائے کسی سے بات کرنے میں محو تھا... سیاہ جوگرز میں مقید
پیروں کی مدد سے مٹی کھرچ رہا تھا۔

"سر، ابھی فیکٹری کے بارے میں کیا کرنا ہے.."

"تم رہنے دو، وہ میں اور ٹیم دیکھ لیں گے، تم ڈلیوری کا بتاؤ کچھ پتہ چلا؟"

فون کے اسپیکر میں آواز گونجی...

"ایس سر، انفیکٹ میں وہی موجود ہوں یہاں سے ٹرک گزرنے ہیں... دو
اسلحہ بردار ٹرک جو پشاور سے آرہے ہیں، اور یہ اسلحہ غیر ملکیوں کو اسمگل
کیا جانا ہے، جو بڑے پیمانے پہ تباہی کا باعث بن سکتا ہے،"

"ہممم، ایسا کرو وہی رہو میں باقی ٹیم بھیجتا ہوں.. اور ہاں دھیان سے شک نہ
ہو تم پہ کسی کو"

"ارے سر، آپ فکر نہ کریں جان تو اس ملک کی امانت ہے، چلی بھی
جائے تو کوئی غم نہیں، بس یہ دھرتی سلامت رہنی چاہیئے"

"ان شاء اللہ، سب بہترین ہوگا اس خدائے واحد پہ بھروسہ ہے مجھے.."

"ان شاء اللہ، مشن کے بعد بات ہوتی ہے، اللہ حافظ"

"اللہ حافظ..."

فون کو بند کر کے جیب میں اڑسے وہ آگے بڑھا تو جھاڑیوں میں ہلچل سی ہوئی، ایک دم ہاتھ گن پہ گیا... لیکن جب کافی دیر تک کوئی احساس نہیں ہوا تو اس نے اپنا وہم سمجھا اور آگے بڑھ گیا.. تبھی جاڑیوں سے کوئی برآمد ہوا شیطانی مسکراہٹ آنکھوں میں لیے اس راستے کو تکتا جس سے وہ تھوڑی دیر پہلے گزرا تھا...

"فیضی، ولیم، مائیکل اور باقی غیر ملکی ساتھ اس وقت کھڑے مال کا انتظار کر رہے تھے... ان کے علاوہ صرف سمیع ہی اس بارے میں جانتا تھا... سامنے سے دو ٹرک آتے دکھائی دیے تو وہ اس طرف بڑھے... ابھی ٹرک رکے ہی تھے کہ اچانک چاروں طرف فائر کی آواز گونجی..."

"What is this Faizi? What happened?"

مائیکل نے گہرائے انداز میں پوچھا...

"Oh shit, Army has attacked on us"

"What...?who informed them?"

"It's not right time to tell u detail first we
have to save ourselves"

سب نے اپنی اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی...دونوں طرف برابر فائرنگ عروج
پہ تھی... فیضی اور مائیکل بھرپور جوابی کارروائی کر رہے تھے..
جب ایک گولی چیرتی ہوئی آئی اور مائیکل کے سینے میں پیوست ہوگئی...ایک
چلنخ کے ساتھ وہ ڈھیر ہوگیا... فیضی نے ایک افسوس بھری نگاہ اس پہ ڈالی

...ایک اور گولی اس سے پہلے فیضی کا نشانہ بنتی اس نے فوراً اپنا بچاؤ کیا اور

مقابل کا نشانہ لیا...

گولی مقابل کی ٹانگ میں لگی اور وہ وہی گر گیا...

"طلحہ، آریو اوکے؟ یو کین گوناؤ، آئی ول بینج، یور بلڈ کی کمنگ آؤٹ.."

عثمان نے بندوق سنبھالے اسے کہا تو وہ مسکرا دیا...

"نہیں عثمان، یہ پیٹھ دکھانے کا نہیں بلکہ مقابلے کا وقت ہے، اور ہمیں تو

ہر حالت میں جنگ کرنا سکھایا گیا ہے"

"لیکن....؟"

"لیکن ویکن کچھ نہیں بس تم جاؤں، شہادت مقدر میں ہوئی تو کہی بھی آ جانی، اور اگر نہ ہوئی تو میں لوٹ آؤں گا"

"یاررر، طلحہ ایسی باتیں نہ کر.. ابھی تو ہم نے حیدر کی شادی دیکھنی ہے، ابھی تو ہم نے بہت وقت ساتھ جینا ہے دشمنوں کو ہراتے"

"میں اپنے حصے کا خون دے چکا ہوں، اور تو رو کیوں رہا ہے یار؟ ہم ملیں گے نہ روز محشر..."

"طلحہ میرا ہمیشہ سے خواب تھا کہ ہم اکٹھے شہید ہو، لیکن"

"ابھی میں زندہ ہوں بھائی، تو ایسے عورتوں کی طرح رو رہا ہے، چل اب نکل یہاں سے، عثمان میرا ایک کام کرنا اگر میں شہید ہو جاؤں تو میرے گھر جانا، میری ماں جو ہمیشہ بند دروازے کو تکتی ہے اسے کہنا کہ طلحہ ہمیشہ کے لیے چلا گیا ماں، چلا گیا طلحہ منوں مٹی تلے، اکیلا، لیکن ماں تو گھبرانامت میں روز محشر ملوں گا تجھ سے ماں تیرا طلحہ سہرا سجائے بغیر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا، کہنا ماں طلحہ کو معاف کر دینا وہ تیرے خواب ادھورے چھوڑ گیا اس دھرتی ماں کے لیے، میرے باپ کو بتانا کہ طلحہ نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی بلکہ دشمن کی آنکھوں میں دیکھ کر لڑا تھا، میری بہن کو کہنا کہ کیا ہوا اس کا بھائی نہیں رہا، اسے کہنا کہ روئے نہیں اس کے آنسو میرے دل پہ

گرتے ہیں، میری وجہ سے بہت ساری بہنوں کے بھائی بچ گئے، بھائی کو
کہنا کہ طلحہ کی جگہ تم نے سنبھالنی ہے"

ہل جاتی ہے ہر دستک پر
ماں کو لگتا ہے میں آیا
کوئی پیارا ہے مجھے جان سے بھی
میں بابا سے یہ کہہ آیا
گھر بار ہے پیچھے میرا بھی
پر آگے بھی گھر میرا ہے
میں جی لوں گا اندھیروں میں
پر میرے بعد سویرا ہے.....

طلحہ نے اٹکتی سانس سے گنگنایا تو عثمان نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا
اور دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے...

آخری منظر جو طلحہ کی آنکھوں میں مقید تھا کہ کوئی اسے سیاہ تار کول کی
سرک پہ گھسیٹ رہا ہے...

تین گھنٹوں بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ ایک اندھیر کمرے میں کرسی
سے بندھا ہوا تھا، سر پہ لٹکتا بلب بھی اندھیرا دور کرنے میں ناکام ہو رہا تھا،
جس ٹانگ پہ گولی لگی تھی، اب وہاں پٹی بندھی ہوئی تھی... سامنے میز پہ
مختلف اوزار رکھے ہوئے تھے...

ابھی وہ کچھ سوچتا کہ ایک دھاڑ کی آواز سے دروازہ کھلا، چار افراد اندر داخل ہوئے، جن میں منہاج، فیضی اور دو گارڈز شامل تھے...
سمیع منہاج کو دیکھ کر طلحہ کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ رہینگ آئی...

"یار ویسے تم لوگوں کو داد دینے کو دل کرتا ہے کبھی کبھی، موت کا سامنے دیکھ کر بھی مسکرا رہے ہوتے ہو..."

یہ جملہ مقابل کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھیر گیا..

"مانتے ہو پھر تم بھی سمیع منہاج ہمیں، یہ جذبہ ہے جو مسکراہٹ کی صورت میں نظر آتا ہے تم جیسے کائر لوگ کیا جانے کہ جذبہ اور وطن کیا ہوتا ہے، آخ تھو..."

طلحہ نے کراہتے ہوئے الفاظ مکمل کیے لیکن اس کے یہ الفاظ مقابل کے لیے چنگاری ثابت ہوئے...

سمیع نے آگے بڑھ کر زور دار تھپڑ رسید کیا تو طلحہ کرسی سمیت نیچے گر گیا.. ابھی بھی غصہ کم نہیں ہوا تو بوٹوں سے مارنا شروع کر دیا..

"کیا لگتا ہے، تمہاری یہ مار ہمارا جذبہ کم کر دے گی، بالکل بھی نہیں، بلکہ ہم بہت ڈھیٹ ہیں اور مضبوط ہو جاتے ہیں.."

اس سے پہلے وہ مزید آگے بڑھ کر گرمیوں پکڑنا کوئی دروازہ کھولے اندر داخل

ہوا۔۔۔

ایک پل کو طلحہ کو کرسی سے بندھا دیکھ وہ ساکت ہو گیا۔۔۔

"ارے نواز آگے آؤ، صحیح وقت پہ آئے ہو، چلو اب یہ نیک کام تم ہی کرو،
دشمن کو ٹھکانے لگانے کا۔۔"

سمیع کی بات سن کر نواز اور طلحہ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا ایک کی
آنکھوں میں بے بسی تو دوسرے کی آنکھوں میں شہادت کی امید۔۔ نواز فوراً
نظریں چرا گیا۔۔۔

"سس سر میں کیسے؟ میرا مطلب اپن کبھی گھوڑا نہیں چلایا"

"آج چلا لو، موقع ملا ہے فائدہ اٹھاؤ..."

"نہیں نن نہیں صاب، اپن کسی کا خون نہیں کر سکتا، ام کیسے ایک
خون اپنے اوپر لیکر سوپائے گا.. صاب تم اس کو اپن کے حوالے کر دو اپن
دیکھ لے گا"

نواز کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیسے روکے..

"نہیں، یہ میرا شکار ہے اور اس کا خون میرے ہاتھوں ہی لکھا ہے، فوج کو پتہ چلنا چاہیے، ایس ایم سے ٹکر لینا آسان نہیں ہے"

منہاج کی آنکھوں میں جنون جب کہ نواز بے بسی کی امید بنا ہوا تھا..

"میں تمہیں بتاتا ہوں گھوڑا کیسے چلاتے ہیں، یہ پکڑو گن.. ارے تمہارے ہاتھ کیوں کانپ رہے ہیں، مرد بنو"

سمیع نے زبردستی پستول اس کے ہاتھوں میں تھمائی... نواز نے بے بسی سے طلحہ کو دیکھا.. اور نفی میں سر ہلایا... تو طلحہ نے اسے آنکھوں سے اشارہ کیا...

"ص صاب میں یہ نن نہیں....."

نواز کے الفاظ منہ میں تھے جب سمیع نے ٹیگر دبا دیا، پستول سے گولی نکلی
سیدھا طلحہ کے دل میں پیوست ہو گئی، اور وہ کلمہ پڑھتے ابدی نیند سو گیا...

"اس کی لاش فوج ہیڈ کوارٹر پہنچا دو"

سمیع حکم دیتا باہر کو بڑھ گیا، تو فیضی نے بھی اس کی تقلید کی..

نواز کے ہاتھوں سے پستول گر گئی ، آنکھ سے اشک رواں ہو گئے ، وہ لمبا تڑنگا
نوجوان گھٹنوں پہ گر کے رونے لگا۔۔۔

کون کہتا ہے مرد نہیں روتا، کوئی اسے دیکھ لیتا تو اس کی دماغی حالت پہ
شک گزرتا کہ کیسے رو رہا ہے، جب انسان کسی اپنے کو کھودے تو مرد کے
آنسو بھی نکل آتے ہیں ، وہ بھی عام انسان ہوتا ہماری طرح ہی، لیکن اس
معاشرے نے اسے پتھر دل بنایا ہوتا ہے اور وہ خود پہ خول چڑھائے نظر آتا
ہے۔۔۔

نواز نے اس کا سر گود میں رکھا۔۔۔

"طلحہ پپ پلیر لوٹ آؤ، آنکھیں کھولوں پپ پلیر، آنکھیں کھولو طلحہ! تمہاری ماں کی قسم، ابھی تو تم نے میری شادی بھی دیکھنی ہے...."

اس کا سر سینے سے لگائے وہ مرد بلک بلک کر رویا تھا آج... جب کہ طلحہ تو جنت کے باغوں میں اللہ کا مہمان بن چکا تھا...

یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ "سر دھرتی کی آواز کے آگے سب آوازیں مانند پڑ جاتی ہیں، دھرتی کے آگے کچھ نظر نہیں آتا"

وہ لوگ جو اس بات پہ یقین رکھتے ہیں کہ "اگر کوئی شہید ہو گیا ہم میں سے تو ہمیں نقصان نہیں ہوا بلکہ وہ ہم میں سبقت لے گیا۔۔۔"

نائٹ سوٹ میں ملبوس واشروم سے فریش ہو کر باہر نکلا، بال سنوار کر بیڈ پہ
لیٹ گیا، تو چھم سے ایک عکس آنکھوں کے پردے پہ لہرایا...
آنکھوں پہ چمک اور ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی...

"اب سارے مسئلے حل ہو گئے ہیں تو ذرا میری رانی والا معاملہ بھی حل کر لیا
جائے صبح، روبرو ملاقات تو بنتی ہے"

اسے سوچتا وہ نیند کی وادی میں اتر گیا...

مظلوموں کی جان لینے کے بعد خدا ایسوں کو نیند کیسے دے سکتا ہے.....؟

"اللہ مظلوموں کی رسی دراز کرتا ہے، پھر جب کھینچے گا تو وہ منہ کے بل
گمیں گے، کیونکہ وہ اس خوش فہمی میں جی رہے کہ ان کی پکڑ نہ ہوگی..."

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی زکوٰۃ ہے

بہار کا موسم رنگینوں، روشنیوں، امیدوں کا امیں ہوتا ہے لیکن اس بہار میں
تو جیسے سارے رنگ ہی کھو گئے تھے...

یوں لگتا تھا کہ چڑیوں کی چچاہٹ، پھولوں کی خوشبو، چاند کی روشنی، سورج کی تپش غرض ہر چیز سوگواریت سے بھرپور تھی...

وہ فلیٹ جہاں تین لوگوں کی ہنسی اور زندگی سے بھرپور قہقہے گونجا کرتے تھے، جہاں کھلکھلاہٹ تھی اب سنسان اور ویران نظر آ رہا تھا...

لاونج میں جھانکو تو وہ دونوں بظاہر ایک دوسرے کے قریب بیٹھے لیکن کہیں دور خلاء کا سفر طے کر رہے تھے...

ایک دوسرے سے آنکھوں میں اڑتے آنسو اور دل کے کرب کو چھپا رہے تھے...

لیکن دل کے حال سے دونوں ہی واقف تھے، تسلی اور دلا سے کے الفاظ بھی کم پڑ گئے تھے...

آگے پڑے میز پہ کچھ چیزیں بکھری پڑی تھیں، جن میں ایک موبائل،
واٹس، گھڑی، اور ایک تصویر تھی جو شاید اس کی ماں کی تھی...

"حیدر...."

حیدر جو نجانے کس سوچ میں گم تھا عثمان کے بلانے پہ چونک پڑا...

"ہمممم..."

"پلیزیار سنبھال خود کو، اگر تو ہی ایسے کرے گا تو کیسے چلے گا؟ ہمیں اور

اس وطن کو تیری ضرورت ہے.."

"عثمان کیسے میں کیسے بھول جاؤں وہ لمحہ کے اس پہ گولی چلانے والا کوئی اور نہیں بلکہ اس کا دوست، اس کا حیدر تھا۔۔ کیسے..؟ کیسے بھول جاؤں وہ لمحہ کہ جب انہی ہاتھوں میں وہ خون میں لت پت پڑا تھا اور میں کچھ نہیں کر سکتا تھا..."

حیدر نے نم آنکھوں سے بتاتے اپنے ہاتھ آگے کیے تو عثمان کی آنکھیں بھی چھلک پڑی...

"سب کہتے ہیں فوجی کھڑ دل ہوتے ہیں، کسی بات کا اثر نہیں ہوتا ان پہ، لیکن کوئی ہم سے پوچھے اپنی متاع کو اپنے ہاتھوں سے گنوانا کسے کہتے ہیں"

عثمان نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تو کب سے آنکھوں میں ٹھہرے آنسو
پلکوں کی باڑ توڑ کر رخسار پہ بہہ نکلے...

"حیدر، اب بس اب رونا نہیں بلکہ رلانا ہے اس سمیع کو، اب کہانی کا
اختتام لکھنا ہے، کیونکہ بہت ڈھیل دے دی گئی ہے"

عثمان نے اسے خود سے دور کرتے آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اتنے غصہ
سے کہا کہ اس کی نسین پھول گئی...

"ان شاء اللہ، اب اس کہانی کا انجام اور ظالم کی سزا لکھیں گے ہم.."

حیدر نے بولتے ہوئے ہتھیلی آگے پھیلائی عثمان نے بلا جھجک اس کے ہاتھ
 پہ ہاتھ رکھ دیا..

"ان شاء اللہ..."

دونوں آنکھوں میں عزم اور غصہ لیے اب مشن کی طرف متوجہ ہو گئے....

دشمن کے تیر صرف جسم کو گھاٹل کرتے ہیں لیکن لفظوں کے تیر انسان
 کی روح کو زخمی کر جاتے ہیں، وہ بھی تب جب لفظ بھی اپنوں کے ہیں....
 کہنا بہت آسان ہے کہ فوج ہمارا زیادہ بچٹ کھاتی لیکن کبھی تم محسوس کرو
 کہ بیٹے، باپ، بھائی، شوہر کی جگہ تابوت میں بند سبز ہلالی پرچم میں مقید،

سینے پہ تمنے سجائے اپنے لخت جگر کو دیکھنا اذیت ناک ہوتا ہے، تم کبھی
وہ لمحہ محسوس نہیں کر سکتے جب گھر سے گیا تو بیٹا تھا لیکن آیا واپس پرچم
تھا.....

میرا سرمایہ ہیں جذبات و خیالات میرے

سَر جو کٹتا ہے، کٹے، دل نہ جُدا ہو تِن سے

رات کے اس وقت جب جانور بھی باہر نکلنے سے ڈرتے ہیں، اور سب خواب
خرگوش کے مزے لے رہے تھے اس وقت وہ دونوں گھر کی بیرونی دیوار کے
پاس کھڑے محو سخن تھے، کوئی اگر ان کو دیکھ لیتا تو یقیناً چور سمجھ بیٹھتا...

"سعدے اب گھر کے اندر کیسے جائیں؟ دروازے سے گئے تو ماما بابا کو پتہ

چل جانا"

عائشہ نے معصوم سی شکل بنا کر بولا...

"نہیں نہیں، دروازے سے نہیں جانا چھوٹی ماں کی ڈانٹ پولیس کی مار سے

بھی زیادہ بری ہے"

"تم تو ایسے کہہ رہے جیسے بیس بار جیل گئے ہو..."

"اے یار، میں نے محاورتاً بولا.. تم بال کی کھال نہ اتارا کرو"

"اُوئے بندر، بال پہ کھال کب سے آنے لگ گئی؟ اور مجھے تو اتارنی بھی نہیں آتی، تو مجھ پہ جھوٹے الزامات نہ لگا"

"فففففففف، عائشہ یار چپ"

عائشہ کی بے تکی بات سن کر سعد تو سر پکڑ کر رہ گیا..

"اولے ، تو بھول گئی ہمیں دیوار پھلانگنا بھی آتا ہے ، تو چلو پھر آج یہی سے جاتے ہیں"

"ہم کیا بندر ہیں ؟ جو دیوار پھلانگیں گے..."

عائشہ نے نخوت سے منہ بنایا..

"بندر سے کم بھی نہیں ہو تم ، نہیں جانا تو مت جاؤ میں جارہا"

"اچھا رک نا"

سعد اسے وہی چھوڑے دیوار کی طرف بڑھا تو وہ فوراً اس کی طرف لپکی...

دیوار پھلانگ کر ابھی وہ لاونج میں کھڑے آگے بڑھنے کا سوچ رہے تھے کہ فوراً سے لاونج کی لائٹس جلی تو دونوں نے فوراً آنکھیں بند کر کے آل تو جلال تو کا ورد شروع کر دیا... جب کافی دیر آواز سنائی نہ دی تو کن اکھیوں سے مرتضیٰ صاحب کو کھڑے پایا... دونوں نے سکون کا سانس لیا۔۔

"ارے بڑے پاپا آپ، آپ نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا تھا، ابھی اٹیک آنے والا

تھا"

"جی میں، آپ کا بڑا پاپا، اور اٹیک کی بات مت کرو، کتنے شیطان مرے
ہونگے پھر تم دونوں پیدا ہوئے۔"

مرتضیٰ صاحب کی اس گل افشانی پہ دونوں نے ڈھیٹوں کی طرح دانت
دکھائے تو وہ اپنی قسمت پہ افسوس کرتے رہ گئے۔۔۔

"بتانا پسند کریں گے آپ دونوں کہاں سے تشریف لارہے ہیں وہ بھی اس
وقت؟"

مرتضیٰ صاحب نے انہیں بولتے اس نظر وال کلاک کو دیکھا جہاں رات کے
گیارہ بج رہے تھے۔۔

"کچھ نہیں پایا وہ بس ایویں ہی..."

سعد نے انہیں ٹالنا چاہا، تو انہوں نے زبردست گھوری سے نوازا..

"بڑے پایا وہ میری کالج کی ایک دوست ہے اسے ایک لڑکا تنگ کرتا تھا،
ہم بس اسے سمجھا کر آرہے ہیں.."

"کس طریقے سے سمجھایا ہے تم لوگوں نے اسے؟"

مرتضیٰ صاحب ان دونوں کو اچھے سے جانتے تھے تبھی سیدھی طرح پوچھا..

"کچھ زیادہ نہیں ، بس ایک مہینے تک وہ ڈاکٹروں کے سہارے پہ ہے..."

عائشہ کے اتنا آرام سے کہنے پہ ان کا تو منہ کھل گیا...

"ابھی یہ بس ہے ، سعد کم از کم تم تو سمجھدار ہو وہ لڑکی ہے اگر کل کو کوئی مسئلہ ہو گیا تو لوگوں نے اسے ہی برا کہنا ہے"

"ارے بڑے پاپا ، کوئی مسئلہ نہیں ہوگا ، بے فکر رہیں ، لڑکی ہوں تو کیا ہوا اب جینا چھوڑ دوں ..؟ ہم لڑکیاں اتنی بھی نازک نہیں ہوتی جتنا خود کو بنایا ہوتا ہے ، زرا سا کانٹا چبھے تو رونے لگ جاتی ہیں ، لیکن خود کے لیے سٹینڈ لینا

پتہ نہیں کب سیکھیں گی، ان کو بس خوشی ملتی ہے کوئی ان کو نازک کہے، حالانکہ پاپا ہم بالکل نازک نہیں ہیں جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھرے دربار میں یزید کو للکار سکتی ہیں تو ہم بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں، وہ بھی تو ایک عورت ہی تھی، خود کو عورت کہہ کر کسی کے ڈر سے راستہ بدل لینا کوئی عقل مندی نہیں بلکہ اسی پتھر کو رستے سے ہٹا دینا عقل مند کی نشانی ہے، عزت اور ذلت اس رب العالمین کے ہاتھ میں ہے کوئی انسان بھی ہمیں رسوا نہیں کر سکتا، لوگوں کا کیا ہے وہ تو کبھی بھی خوش نہیں ہوتے، مرنے پہ بھی برائیاں ہی کرتے ہیں ان کا کیا دکھ؟"

مرتضیٰ اور سعد نے عائشہ کو اچھنبے سے دیکھا وہ ایسی ہی تھی باتوں سے حیران کر دینے والی...

"آپ لوگ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں مجھے؟ ارے یہ تو کل میں نے مووی دیکھی تھی تو ڈائلاگ یاد رہ گیا"

دونوں کو خود کو گھورتے پا عاشر نے اچھنبے سے دیکھا..

"بہت ہوگئی باتیں، دونوں روم میں جاؤ اس سے پہلے ہانیہ بھا بھی اٹھ جائیں، اور آئندہ ایسا کچھ نہیں کرنا"

"پاپا یہ نا کرنے والی بات ابھی ہم نے سوچی نہیں ہے، بہر حال آپ بھی سو جائیں کافی وقت ہوگیا، گڈ نائٹ"

”اگڈ نائٹ...“

سعد اور عائشہ ان کو وہی چھوڑ کر اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے تو
مرتضیٰ بھی ان کی باتیں یاد کرتے مسکرا دیے...

لڑکیوں کو شوپیس کی طرح نازک نہیں ہونا چاہیے کہ زرا سی ہوا کا بھی مقابلہ
نہ کر سکیں اور گر کر ریزہ ریزہ ہو جائیں بلکہ ان کو سیدہ زینب بنت فاطمہ کی
طرح ہونا چاہیے جنہوں نے کربلا میں اپنے بھائیوں کو اکیلا نہیں چھوڑا، اور
طاقتور یزید کو لٹکارتھا..

آج ہفتے کی شب تھی اس لیے ولا کے سب ملین صبح چھٹی کی وجہ سے
ابھی تک جاگ رہے تھے.. ڈنر کے بعد وہ سب لاونج میں بیٹھے چائے سے
لطف اندوز ہو رہے تھے...

ارتضیٰ اور مرتضیٰ صاحب کسی کاروباری مسئلے پہ بات کر رہے تھے، پاس ہی
ہانیہ بیگم اور سدرہ بیٹھی شادی کے معاملات دیکھ رہی تھی، شہریار چائے کا
کپ ہاتھ میں تھامے سدرہ کو گاہے بگاہے دیکھنے میں لگن تھا، جو اس کی
نظروں سے خجل ہو کر کبھی ادھر ادھر دیکھنے لگتی اور کبھی سر جھکا لیتی، جب
کہ نیچے قالین پہ کشن لگائے سعد اور عاشی کوئی مووی دیکھنے میں لگن
تھے...

"شیری بھائی..."

"آآ ہاں ہاں.."

عائشہ نے اسے پکارا تو وہ چونک گیا۔۔

"کیا ہوا...؟ آپ تو ایسے کمر ہے جیسے میں آپ کے چوری پکڑ لی ہوں.."

عائشہ کے جاسوسوں والے انداز پہ وہ نخل سا مسکرا دیا۔۔

"اوہ تو یہ بات ہے... آپکا بھی حل نکالتی ہوں میں سامنے بیٹھے مزے لیتے

رہتے ہیں"

عائشہ نے تفتیشی انداز میں لب سکڑے تو شہریار نے حیرانی سے اسے
دیکھا...

"مما، میں کیا سوچ رہی ہوں؟"

"بیٹا جی، آپ نے کبھی کچھ اچھا سوچا بھی ہے، آپ بھی کوئی چٹول ہی
مارنی ہوگی.."

ہانیہ بیگم نے اسے آڑے ہاتھوں لیا، سب اسکی اس قدر عزت افزائی پہ
مسکرا دیے...

"کیا ہے ماما.. اچھا سنیں تو، میں سوچا ہے کیوں نہ سڈ اور شیرمی بھائی کا
اب پردہ کروا دیا جائے ایک دوسرے سے، بھئی شادی ہونے والی ہے ان
کی"

ہانیہ بیگم نے اچھنبے سے اسے دیکھا کہ ان کی بیٹی بھی ایسی بات کر سکتی
ہے.. شہریار کو تو گویا اس کی بات سے صدمہ ہی لگ گیا..

"ہاں عائشہ نے پہلی دفعہ کوئی کام کی بات کی ہے، میں بھی سوچ ہی رہی
تھی، ورنہ لڑکی پہ روپ نہیں آتا..."

"چھوٹی ماں..."

"تم چپ کرو شیری.."

شہریار نے احتجاج کرنا چاہا تو ہانیہ بیگم نے اسے ڈپٹ کر چپ کروا دیا تو وہ منہ بنا کر بیٹھ گیا، سدرہ نے ہنسی ضبط کرنے کے لیے منہ جھکا لیا...

"محترمہ سدرہ آپ سے تو چن چن کر بدلہ لوں گا میں.."

شہریار نے کڑھتے دل میں سدرہ کو مخاطب کیا...

"مما، میں سوچ رہی تھی ہم شاپنگ کرنے چلے جائیں، ویسے بھی فری ہیں

تو کام بھی ہو جائے گا تھوڑا بہت، ٹائم بھی کم ہے شادی میں.."

"ہممم، ٹھیک ہے تم چاروں چلے جانا کل، لیکن اس کے بعد سدرہ کہیں
نہیں جائے گی۔"

"اوکے ماما، جیسا آپ کا حکم۔"

"آگے تو جیسے تم چھوٹی ماں کی بڑی مانتی ہوں۔"
سعد جو کب سے چپ بیٹھا تھا اس نے ٹوکنا لازمی سمجھا۔۔۔

"تو چپ کر موٹے آلو۔"

"بس بس، اب تم دونوں مت شروع ہو جانا، جب دیکھو بس بہانہ چاہیے۔۔۔"

شہریار نے دونوں کو لٹکا تو وہ منہ بسورتے ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئے...

صبح کے دس بج رہے تھے، سورج کی روشنی آنکھوں کو ٹھنڈک بخش رہی تھی،
اج کا سورج اپنے ساتھ ایک کہانی لے کر ابھرا تھا، پورے بازار میں چہل
پہل عروج پہ تھی، وہ بازار جو رات ہوتے ہی سنسان ہو جاتے ہیں اب
سرکس کا منظر پیش کر رہے تھے، چرند پرند اللہ کی حمد و ثنا کے ساتھ ساتھ
اپنے کاموں میں مصروف نظر آ رہے تھے، انسان بھی اب تک روزی کمانے
کے لیے نکل چکا تھا...

ایسے میں اضہاک مینشن کی بالائی کھڑکی سے کمرے میں جھانکو تو کھڑکی کے آگے گرے پردے روشنی کے لیے رکاوٹ بن رہے تھے۔ کمرے میں مدہم سی روشنی خوابناک ماحول پیدا کر رہی تھی، اور ابھی تک وہ بیڈ پہ لیٹا خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا کہ اچانک موبائل کی چنگاڑی آواز نے اس کی نیند میں خلل ڈالا تو وہ آنکھیں ملتا اٹھ بیٹھا، پھر یکدم خیال آنے پہ مسکرا دیا۔ کسبل کو سائیڈ پہ پھینکتے، پاؤں میں جوتے اڑ سے وہ کھڑکی کے پاس آکر کھڑا ہوا اور موبائل سے نمبر ملانے لگا، موبائل کے بٹنوں کی آواز ایک الگ ہی تاثر دے رہی تھی۔

"ہاں ہیلو، 11 بجے مینشن آجانا، ضروری کام سے جانا، اور مجھے دوبارہ فون نہ کرنا پڑے۔"

لگلے کی بات سنے بغیر ہی کال کاٹ کر موبائل سائیڈ ٹیبل پہ ڈالتا وہ فریش
ہونے کی خاطر واشروم کی طرف بڑھ گیا...

دس منٹ بعد واشروم کا دروازہ کھلا تو وہ گنگناتا ہوا تویے سے بال صاف کرتا
باہر نکلا، آنکھوں میں عجیب سی چمک اور ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھری ہوئی
تھی، جو مقابل کو ورطہ حیرت میں ڈال سکتی تھی..
ڈریسنگ کے سامنے کھڑا گنگناتا ہوا کنگھی کر رہا تھا جب ملازم نے نواز کے
آنے کی اطلاع دی تو کوٹ پہنا، خود پہ پرفیوم چھڑکا اور کف لنک بند کرتا
باہر کی جانب بڑھ گیا...

براؤن ڈریس پینٹ میں ملبوس وہ گنگناتا لاونج میں داخل ہوا تو نواز میں آنکھوں
میں حیرانگی لیے اسے دیکھا کہ یہ انسان بھی گا سکتا ہے..

"ہاں نواز، کھڑے کیوں ہو یا ر بیٹھو بیٹھو..."

حیدر نے حیرانگی سے اسے دیکھا جو بات بات پہ اسے حیران کرنے پہ تلا ہوا
تھا..

"صاب تم نے بلایا تھا..؟ کہیں چلنا ہے کیا..؟"

حیدر نے سامنے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے اس سے استفسار کیا، جو سامنے
صوفے پہ بیٹھا مسکراتا گھڑی کو گھور رہا تھا...

"یا اللہ، یہ انسان کہیں سے انڈر ورلڈ کا ڈان لگتا ہے؟ مجھے تو یہ پاگل خانے
سے بھاگا لگتا ہے.. ہنس لے جتنا ہنسنا تجھے تو بھاگا بھاگا ماروں گا"

حیدر نے اسے دیکھتے دانت پیسے کیسے وہ اس کے دانتوں کے نیچے موجود ہو...

"ہاں ذرا، شاپنگ وغیرہ کرنی ہے، فیضی زرا ضروری کام سے گیا ہے تو سوچا
تمہیں لے چلو..."

"اللہ اللہ لگتا ہے اس بد دماغ کے دماغ میں کوئی کچھڑی پک رہی ہے یقیناً،
شاپنگ پہ مجھے لیکر جائے گا جیسے میں اس کی گھر والی ہوں... ہک ہا حیدر یار
کچھ بھی بولتا ہے تو.."

حیدر نے سوچتے ہوئے نخوت سے سر جھٹکا، جیسے آخری بات پسند نہ آئی ہو..

"جی صاب، جو حکم تمرا اپن وہی کرے گا.. صاب چلنا کب ہے؟"

"ہاں بس ابھی تم گاڑی نکالو، میں آتا ہوں.."

"جی اچھا صاب.."

حیدر اسے بولتا باہر کی جانب بڑھ گیا...

"مما.. مما... مم"

کالی کرتی کے ساتھ ہم رنگ حجاب اوڑھے سفید ٹراؤزر میں ملبوس وہ تیز تیز
سیڑھیاں اتر رہی ہے...

"کیا ہو گیا عائشہ...؟ پھر کوئی فوجی دیکھ لیا کیا..؟"

ہانیہ بیگم نے کیچن سے باہر نکل کر اسے ٹوکا...

"ہائے ماما، بس نہ یاد کروایا کریں، کچھ کچھ ہوتا ہے..."

عائشہ نے شارخ خان کی بھرپور ایکٹنگ کرتے جواب دیا..

"عائشہ اب پٹوں گی مجھ سے..."

"اچھا چھوڑیں.. یہ بتائیں سڈ اور شیری بھائی کدھر ہیں؟ بھول گئے وہ آج

شاپنگ پہ جانا تھا.."

"محترمہ وہ تینوں باہر کھڑے کب سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں..."

"اووووووہ، اچھا میں بھی چلی اللہ حافظ.."

عائشہ جلدی جلدی ان کو ملتی باہر کی جانب بڑھ گئی...

"اگر کیا ہم کب سے انتظار کر رہے ہیں؟"

"سوری بھائی، بس تھوڑا سا لیٹ ہو گئی.."

عائشہ نے آگے بڑھ کر شیری کے کان پکڑے تو وہ مسکرا دیا... دونوں بہنوں کو ایک جیسی عادت تھی..

"اچھا چلیں اب، اس سے پہلے ارادہ کینسل ہو جائے.."

وہ چاروں گاڑی میں بیٹھ کر منزل کی طرف نکلے یہ جانے بغیر کے یہ رستہ
ایک نئی کہانی لکھنے والا ہے....

آگے پیچھے چلتے وہ چاروں شاپنگ مال میں داخل ہوئے...
سب سے پہلے شادی کا جوڑا لینا تھا تو وہ اس دکان کی طرف بڑھ گئے...

"بھائی آپ لوگ دیکھیں میں زرا وہ ٹیڈی بیئر دیکھ لوں، سڈ تم میرا ڈریس بھی
دیکھ لینا..."

وہ بچپن سے ہی ٹیڈی بیئر کی دیوانی تھی، اس لیے اب بھی دیکھ کر دل
مچل اٹھا تھا...

"عاشی بچے... وہ بعد میں دیکھ لینا آپ"

"شیری بھائی، میں بس یوں گئی اور یوں آئی.."

انہیں بولتے وہ کھلونوں والی دکان کی طرف بڑھ گئی... جب اچانک وہ کسی
سے ٹکرا گئی..

"اوہ، اٹم ریلی سوری، میں نے دیکھا نہیں تھا.."

"آہاں کوئی بات نہیں، سوری نہ بولیں آپ رانی.."

مقابل کے منہ سے رانی لفظ سن کر اسے تپ چڑھ گئی، لیکن وہ کوئی بھی
ہنگامہ نہیں چاہتی تھی اس لیے چپ چاپ آگے بڑھ گئی... مقابل اس کی
حرکت پہ پراسراریت سے مسکرایا تھا...

"شیری بھائی، میں بس یوں گئی اور یوں آئی.."

انہیں بولتے وہ کھلونوں والی دکان کی طرف بڑھ گئی... جب اچانک کسی سے
ٹکرا گئی..

"اوہ، ائم ریلی سوری، میں نے دیکھا نہیں تھا.."

"آہاں کوئی بات نہیں، سوری نہ بولیں آپ رانی.."

مقابل کے منہ سے رانی لفظ سن کر اسے تپ چڑھ گئی، لیکن وہ کوئی بھی
ہنگامہ نہیں چاہتی تھی اس لیے چپ چاپ آگے بڑھ گئی... مقابل اس کی
حرکت پہ پراسراریت سے مسکرایا تھا...

حیدر پاس نہیں تھا، ورنہ اسے ضرور شک ہوتا سمیع منہاج پہ...

"اللہ اللہ، منحوس مارا، کیڑے پڑیں اسے، اللہ کرے اس کی بیوی اسے کمرے سے جوتے مار کر نکالے، اللہ کرے کھانے میں بال نکلیں اس کے، دانت گر جائیں، چول انسان مجھے رانی بولے گا، میں اس کی رانی کا 'ر' ہی نہ اڑا دوں.... ہنہ آیا بڑا"

عائشہ غصے میں اسے صلواتیں سناتے ہوئے آگے شاپ میں داخل ہوئی تو اتنے سارے ٹیڈی بیئر ایک ساتھ دیکھ کر آنکھیں ہی چندھیا گئیں...

"ہائے اوئے میرا ربا، کنے سارے وا.... سوہنے سوہنے.."

ٹیڈی بیئر اس کی کمزوری تھی، جہاں بھی دیکھتی خود پہ کنٹرول نہیں رہتا تھا... عائشہ نے سارے ایک ایک کر کے دیکھنے شروع کر دیے، کیونکہ گھر لیجانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی ورنہ ہانیہ بیگم نے آگ لگا دینی تھی....

تھوڑی دیر بعد شہیار کی آواز آئی تو وہ ایک حسرت بھری نگاہ ڈالتی ان کی طرف بڑھ گئی....

عشق کی ابتدا کا دور کتنا عجیب تھا ندیم

لطف بھی بے نظیر تھے، کرب بھی بے مثال تھے

"سڈیا یہ لے لو، بہت پیارا لگے گا تم پہ، قسم سے شیریں بھائی تو لٹو ہو
جائیں گے..."

وہ چاروں شادی کے لیے جوڑے دیکھ رہے تھے، جب عائشہ نے ایک میرون
کمر کا لنگا اسے دکھایا، مکمل آستینوں، گلے اور دامن پہ دھاگے سے کڑھائی
کی گئی تھی، اور دوپٹہ گولڈن کمر میں تھا... واقعی ہی بہت پیارا لگ رہا تھا
وہ... شہریار کو پہلی نظر میں وہ لنگا پسند آیا تھا...

"نہیں یار عاشی، آپ کو پتہ تو ہے میں اتنا ہیوی نہیں پہنتی کبھی بھی، مجھے
نہیں اچھے لگتے، مجھے بس سادہ سا اچھا لگتا ہے اور کیوٹ سا..."

سدرہ نے سوٹ کو دیکھتے منہ بنایا تھا، اسے شروع سے ہی اتنے کام والے
کپڑے نہیں پسند تھے...

"کیوٹ سے...؟ سیریلی سڈ ہم یہاں تمہارے شادی کے جوڑے لینے آئے
ہیں، بچے اڈوپٹ کرنے نہیں جو تمہیں کیوٹ چاہیے... حد ہی ہوگئی یا ررر آج
تو عجیب لوگوں سے واسطہ پڑ رہا ہے... اور شادی بار بار نہیں ہوتی جب میں
نے کہہ دیا تم یہ لوگی تو مطلب یہی لوں گی، بھائی اسے پیک کردیں..."

عائشہ تو اس کی بات پہ اچھی خاصی بھڑک گئی تھی، پہلے وہ سمیع اور اب
رہی سہی کسر سدرہ نے پوری کردی... عائشہ نے اسے سنانے کے ساتھ ہی

دکان والے بھائی کو وہ لنگا پیچ کرنے کا بولا... سدرہ کی کلاس لگنے پہ شہریار اور سعد نے بہت مشکل سے ہنسی روکی تھی ورنہ عائشہ سے کچھ بعید نہیں تھا کہ ان کی بھی لگ جاتی...

"چلو اب یہاں سے، مجھے بھی شاپنگ کرنی ہے... عجیب نفسیاتی مخلوق ہے..."

عائشہ ان تینوں کو گھورتے دوسری دکان کی جانب بڑھ گئی، تو انہوں نے بھی سنجیدگی سے اس کی پیروی کی....

شہریار نے اپنے لیے میرون شیروانی لی جو کہ عائشہ کی ہی پسند تھی، عرش کے لیے میرون اور وائٹ کرتا شلوار اور خود کے لیے میرون شارٹ فرائز....
جب شہریار نے اس سے وجہ پوچھی تو کہا کہ بس میں یہی تھیم سوچا ہوا تھا...

اب وہ تینوں فورڈ کورٹ میں بیٹھے پیٹ پوجا کا انتظار کر رہے تھے...

ذہن میں یوں تو کئی پھول کھلے

ریگ صحرا سے نہ مہکار آئی

"رانی ، تم اتنی دیر سے کیوں ملی مجھے...؟ آہ کاش تم پہلے ملی ہوتی.... تو شاید میں بھی ایسا نہ ہوتا، لیکن خیر دیر آید درست آید میں تمہیں اپنا بنا لوں گا چاہے تمہاری خوشی سے یا پھر اپنی ضد سے، تم صرف سمیج کی ہوں صرف سمیج کی..."

شہد رنگ آنکھوں میں ایک الگ ہی چمک اور جنون تھا، کسی کو پانے کا جنون، دنیا کو تہس نہس کرنے کا جنون...
لیکن ظالم یہ بھول جاتا ہے کہ کبھی وقت پلٹا بھی کھاتا ہے تو کچھ نہیں بچتا سوائے گلے میں رسی کے...

"ہاں ہیلو نواز کدھر ہو...؟"

دائیں ہاتھ سے موبائل کان سے لگائے اور بایاں ہاتھ پینٹ کی جیب میں
ڈالے وہ سرسری سی نگاہ چاروں طرف ڈالتا آگے بڑھا گیا...

"یہاں آجاؤ..."

حیدر نے آگے سے اوکے بولا تو اس نے موبائل بند کر کے جیب میں اڑسا
اور آگے بڑھ گیا....

"تم مجھے یہ بتاؤ کب تک ایسے سرے آلو کی طرح منہ بنا کر رکھنا ہے؟ تاکہ میری ٹینشن ذرا کم ہو، ایویں میں تمہاری فکر میں آدھی ہوئی جا رہی ہوں...."

عائشہ کب سے سدرہ کو منہ بنا کر بیٹھے دیکھ رہی تھی جب مزید برداشت نہ ہوا تو پھٹ پڑی... شہریار اور سعد دوبارہ سے ڈرامہ دیکھنے کے لیے نشست سنبھال چکے تھے..

"تمہیں اس سے کیا...؟ تم بس اپنی مرضی کرو، شادی میری ہے لیکن میری تو کسی کو پرواہ ہی نہیں..."

سدرہ نے آنکھوں میں آتی نمی کو پیچھے دھکیلتے نخوت سے سر جھٹکا، تو شہریار
ایک دم سے سیدھا ہوا...

"سدرہ آپ رو کیوں رہی ہیں..؟ ارے گڑیا مذاق کمر رہی تھی، آپ جانتی تو ہیں
اسے، پھر بھی ایسا بی ہیو... میں سوری بولتا ہوا عاشی کی جانب سے..."

شہریار نے بولتے ساتھ ہی اس کے کان پکڑے تو وہ نم آنکھوں سے مسکرا
دی...

"میرے کان کیوں؟ اپنے پکڑے نا"

"ارے بھول گئی، آپ نے ہی تو کہا تھا کہ میں آپ کی ہوں تو ہر چیز پہ
آپ کا حق ہے..."

"میں نے ایسا نہیں بولا تھا.... اچھا کان تو چھوڑیں، درد کرنے لگ گئے.."

"ڈرامہ....."

عائشہ نے سوچتے ہوئے سر جھٹکا....

"اب اس چڑیل کو کیا ہوا۔۔۔۔؟"

سعد نے عائشہ کو گم صم بیٹھے دیکھ استفسار کیا...

"گندے آلو، منہ بند رکھ ورنہ سر پھاڑ دینا میں نے تمہارا..."

"اتنی ہمت نہیں کسی میں کہ سعد مرتضیٰ کی طرف انگلی بھی اٹھائے....."

اس کا فقرہ پورا ہونے سے پہلے ہی عائشہ کے ہاتھ اس کے بالوں میں
تھے...

"آآآآ آہ پاگل عورت میرے بال چھوڑ....."

"عورت کسے بولا...؟ میں تجھے اب بن کر دکھاتی ہوں..."

عائشہ نے اور زور سے اس کے بال کھینچے....

"شیری بھائی، پلیز بچائیں اس ڈائن سے، ابھی تو میری شادی بھی نہیں

ہوئی..."

"عاشی گڑیا، چھوڑ دیں سب دیکھ رہے ہیں..."

شہریار نے کہنے پہ اس نے ہاتھ پیچھے ہٹالیے تو سعد نے بے اختیار الحمد للہ

کہا....

قرب ہی ایک ٹیبل پہ بیٹھے سمیع کے ہاتھ بے اختیار اس کے بالوں پہ گئے
اور اس نے جھرجھری لی..

عائشہ کو یہاں دیکھ کر وہ حیرت کو لیے پاس ہی ٹیبل پہ بیٹھ گیا جہاں سے
عائشہ پہ نظر رکھ سکے....

تبھی اس واقعے کو دیکھتے اسے عائشہ کی دماغی حالت پہ شک ہوا تھا، اس کی
حالت ایسی تھی کہ مانو عجوبہ دیکھ لیا ہو... حیرت نے بھی یہ منظر ملاحظہ کیا
تھا، لیکن سمیع کی بے اختیاری اس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھی، البتہ
وہ حیران ہوا تھا...

سمیع حیدر کو بیٹھے رہنے کا اشارہ کر کے خود آگے بڑھ گیا... تھوڑی دیر بعد
واپس آیا تو حیدر نے اسے مشکوک نظروں سے گھورا....

وہ چاروں بیٹھے اب سکون سے پیٹ پوجا کر رہے تھے، کوئی کہہ ہی نہیں سکتا
تھا کہ یہاں پہلے بھونچال آیا تھا...
جب ویٹر کولڈ ڈرنکس رکھنے آیا تو ہاتھ لگنے سے کولڈ ڈرنک عائشہ پہ گر گئی... وہ
بے اختیار کھڑی ہوئی....

"سس سوری میم، وہ غلطی سے ہوا"

"کوئی بات نہیں، آپ سوری نہ بولیں.."

سوری ، پلیز مینجر کو نہیں بتائیے گا ، وہ نوکری سے نکال دے گا۔۔۔"

"ارے کوئی بڑی بات نہیں ہے ، آپ جائیں۔۔۔ سڈ میں صاف کر کے آتی ہوں۔۔۔"

پہلے ویٹر اور پھر سدرہ کو بول کر وہ واشروم کی طرف بڑھ گئی۔۔۔ تو ویٹر نے آنکھ بچا کر سمیع کو تھمب اپ کا اشارہ کیا جو حیدر سے مخفی نہ رہ سکا۔۔۔

"نواز تم بیٹھو ادھر ، میں ذرا ہاتھ دھو کر آیا۔۔۔"

"جی اچھا صاب جی...."

عائشہ واش بیسن پہ جھکی ہاتھ دھو رہی تھی، جب اسے پیچھے کسی کا گمان
ہوا، مڑ کر دیکھا تو وہی ٹکرائے والا آدمی تھا...

"آپ کو نظر نہیں آتا؟ یہ لیڈیز واشروم ہے.."

"آہاں، مجھے نظر آتا ہے اور میں بالکل صحیح جگہ پہ آیا ہوں..."

"کیوں آپ میں زنانہ خصوصیات ہیں...؟"

"آہاں ، پھر تو مزہ آئے گا رانی تمہیں اپنا بنانے میں ، ٹکر کا مقابلہ ہوگا، تم فوج کی دیوانی میں فوج کا دشمن، مست جوڑی بنے گی"

"شٹ اپ ، اپنی حد میں رہو... تمیز بول گئے ہو یا کسی نے دی ہی نہیں؟ ہٹو رستے سے... دشمن سے نبھٹنا جانتے ہیں ہم"

"ساری حدیں تم سے شروع تم پہ ختم، یہ بات جان لو تم صرف سمیع منہاج کی ہو... تم پہ میرے سوا کسی کا حق تو دور نظر بھی نہیں..."

"خوابوں میں... خدا بننے کی کوشش نہ کرنا، پاتال میں بھی قبر کی جگہ نہیں ملے گی.."

عائشہ اسے دھکا دیتی باہر کی جانب بڑھ گئی، تو وہ اس کی جرات پہ حیران رہ گیا۔۔۔

"لگتا ہے اس کھیل میں مزہ آنے والا ہے۔۔۔۔۔ آئی لائک اٹ لینڈ ول پلے
اٹ ان مائی اسٹائل۔۔۔۔۔"

سمیع بھی سوچتا ہوا اس کے پیچھے ہی باہر نکل گیا۔۔۔ حیدر جو دیکھنے آیا تھا،
پہلے غصے میں عائشہ اور پھر مسکراتے ہوئے سمیع کو نکلتے دیکھ ٹھٹھکا تھا اور
بے اختیار مٹھیاں بھینجیں دل کمرہا تھا ساری گولیاں اس کے بھیجے میں اتار
دے۔۔۔

"اللہ اللہ، اب یہ منحوس سمیع پتہ نہیں کونسا چاند چڑھانے کے درپے ہیں،
منحوس کے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے، ایک بار اس کے خلاف ثبوت مل
جائیں اس کی پوری زندگی اماوس بنادوں گا..."

حیدر دل میں کڑھتے ہوئے سمیع کی جانب بڑھ گیا کیونکہ وہ اسے بلا رہا تھا...

بات کرنے کا بہانہ ہی سہی

داستانیں ہی کہو!

آپ بیٹی ہو کہ جگ بیٹی ہو

یوں مگر چُپ نہ رہو!

بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس وہ فائلوں پہ جھکا ہوا وہ کافی مصروف نظر آ رہا تھا... میز پہ ارد گرد فائلیں بکھری ہوئی تھیں اور قریب ہی چائے کا کپ پڑا ہوا تھا جس میں سے نکلتی بھاپ عجیب سا رقص پیش کر رہی تھی، چائے کے بغیر اس سے کام کر پانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا.. ابھی بھی وہ وقفے وقفے سے کپ سے گھونٹ بھر رہا تھا...

سورج کی شعاعیں دبیز پردوں سے جھانکنے میں ناکام ہو رہی تھیں، آفس میں خوابناک سا ماحول تھا، جب کوئی آہستہ سے دور ناک کر کے اندر داخل ہوا...

تو شہریار نے سر اٹھا کر نیچے سے اوپر اسے دیکھا آہستہ آہستہ آنکھوں میں
 شناسائی کی رمق ابھری ، اور لب مسکراہٹ میں ڈھلے تو وہ بے اختیار کھڑا
 ہوا... سامنے والے نے لائٹ براؤن آنکھوں میں مسکراہٹ سموئے اسے
 دیکھا تھا...

"اے اے اے اے اے اے اے حیدر تو یہاں..."

شہریار آگے بڑھ کر اس سے بغل گیر ہوا تو وہ اس کی اس قدر جلد بازی پہ
 مسکرا اٹھا...

"یار شیریں بس بھی کر، میری ہڈیوں کا کچومر بنانا ہے کیا...؟"

حیدر کے بولتے ساتھ وہ پیچھے ہٹ گیا...

"اوپس سوری یار، بس وہ تجھے دیکھ کر کنٹرول نہیں رکھ پاتا..."

"او ہیلو، یہ میں ہوں حیدر، بھابھی نہیں ہے جو تو کنٹرول نہیں رکھ پاتا..."

شہریار نے بدلے میں اسے مکا جھڑا تو وہ کراہ کر گیا....

"ظالم انسان..."

"چل آ بیٹھ ادھر.... ویسے تم رستہ کیسے بھول گئے آج..؟"

"پتہ نہیں، میں خود بھی سمجھنے سے قاصر ہوں۔۔۔"

"سدھر جاؤں، مشن کا سناؤں کیسا جارہا..؟"

"بس یار، اللہ کی مدد درکار ہے اب ظالم کے خاتمے کے لیے..."

"ان شاء اللہ، ظلم کا خاتمہ ضرور ہوگا..."

"ان شاء اللہ، تو سنا اتنا انبار لگا کر کیوں بیٹھا ہوا..؟"

"بس یار، سدرہ نہیں آئی تو ان کا کام بھی میں ہی دیکھ رہا..."

"اوہو، زن مریدی کے ریکارڈ توڑنے ہیں بھائی..."

"بکو اس نہ کیا کر تو... اوہ ہاں میری شادی ہے اسی ماہ کے آخر میں اور تو
نے لازمی آنا ہے"

"واہ، بڑی جلدی بتا دیا... آج بھی نہ بتاتا جب تیرے بچوں کی شادی ہوتی
تب بتا دیتا..."

"میری اسپیشل بلیک کافی..."

"ہاہاہاہاہاہا، ابھی بھی وہی ہے تیری محبوبہ، چل میں منگواتا..."

شہریار نے ریسپیشن پہ کال کر کے دو کافی بھیجنے کا بولا اور پھر وہ دونوں ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف ہو گئے....

وہ دونوں کافی پینے میں مگن تھے جب عائشہ دندنا تکی ہوئی آفس میں داخل ہوئی... شہریار اور حیدر نے چونک کر اسے دیکھا... ہلکے سرخ رنگ کے فراک کے ساتھ ہم رنگ حجاب اوڑھے اور سفید ٹراؤزر میں ملبوس وہ گلاب کا آدھا

سفید اور آدھا سرخ گلاب لگ رہی تھی، ہیزل گرین آنکھوں میں ہمیشہ رہنے والی شرارتی چمک نمایاں تھیں اور لبوں پہ ایک جاندار مسکراہٹ..

ایک پل کو وہ حیدر کو دیکھ کر گرہڑا گئی لیکن جلد ہی ہیزل گرین آنکھوں میں لاپرواہی ابھری، جسے چھپانے کی کوشش نہیں کی گئی اور حیدر نے یہ واضح نوٹ کیا تھا...

"ارے عاشی گریا، آپ یہاں...؟ خیریت تھیں...؟"

"کیوں میں بلاجواز آپ کے آفس نہیں آسکتی...؟"

عائشہ نے شہیار کے پاس ٹیبل پہ چڑھ کر بیٹھتے جواب دیا...

"یہ خاتون عقل سے پیدل لگتی ہیں مجھے کبھی کبھار..."
حیدر نے اسے دیکھتے نخوت سے سر جھٹکا...

"ارے میں نے ایسا کب بولا...؟ آپ حیدر سے ملی؟"

عائشہ نے ایک نظر اسے دیکھا جو ان دونوں سے لاپرواہ آفس کی دیواریں گھور رہا
تھا...

"دیکھ تو ایسے رہا جیسے کوئی ماہر آرکیٹیکچر ہو، ہمنہ کھڑوس انسان..."

"جی بھائی میں ملی ہوں ان سے جب سعد کو گولی لگی تھی..."

"آپ جانتی ہیں کہ یہ کون ہیں...؟"

شہیار حیران ہوا کہ وہ مل چکی ہے پھر بھی اتنا ٹھنڈا ریسپونس...

"ایک نمبر کے کھڑوس اور چوول انسان..."

حیدر نے آنکھوں میں واضح ناگواری لیے اسے گھورا... تو اس نے کندھے

اچکائے...

"عائشہ بچے بری بات.. ویسے آپ واقعی نہیں جانتی یہ کون ہیں ورنہ آپ

ایسا نہ بولتیں.."

"آپ تو ایسے کہہ رہے جیسے یہ کوئی فرشتہ ہیں..."

"اگر یا شرط لگا لو میرے ساتھ تم اوپر جاتے جاتے نچو گی اگر یہ پتہ چل

گیا..."

"چلیں دیکھتے ہیں، بتائیں ذرا کون ہیں یہ...؟"

شہریار نے آنکھوں میں مسکراہٹ لیے پہلے عائشہ اور پھر حیدر کو دیکھا جو
آنکھوں میں حیرانی لیے ان کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا..

"عاشی گڑیا تو دل تھام کے سنیں، یہ ہیں میجر حیدر علی خان..."

شہریار نے مسکراتے ہوئے اسے بتایا اور اس کا ری ایکشن دیکھنے کا انتظار
کرنے لگا...

"لو اس میں بڑی کیا بات تھی...؟ میجر ہی....."

بات سمجھ آنے پہ عائشہ کی بے اختیار آنکھیں پھیلیں اور لب کھل گئے وہ
ایک جھٹکے سے ٹیبل سے اتری اور حیدر کو دیکھا...

"کک کیا کیا بولا آپ نے....؟ دد دوبارہ بتائیں...."

"اگر یہ میجر حیدر ہے..."

"میجر آپ کا مطلب یہ یہ آرمی آرمی میں ہیں...؟ مطلب یہ فوجی ہیں..."

عائشہ اب بھی آنکھیں پھاڑے شاک کی حالت حیدر کو دیکھ رہی، حیدر اب
معاملہ سمجھ گیا تھا کہ عائشہ فوجیوں کی دیوانی ہے... اس کے لب

مسکراہٹ میں ڈھلے... عائشہ کو یاد آیا کہ حیدر کو تو اس نے آرمی یونیفارم
میں بھی دیکھا تھا جب کالج پہ حملہ ہوا تھا

"اوہ مائی گاڈ، یہ فوجی ہیں.... شیریں بھائی پہلے کیوں نہیں بتایا...؟"

عائشہ نے خود کو کو سا تھا کہ اس نے حیدر کو پتہ نہیں کیا کیا بول دیا
انجانے میں، دل کر رہا تھا کسی دیوار میں سر مار لے... حیدر تو بہت اشتیاق
سے یہ منظر دیکھ رہا تھا...

"اگر آپ کمپنی دو حیدر کو، میری ذرا میٹنگ ہے، میں وہ اٹینڈ کر لوں... حیدر
تو بیٹھ میں آدھے گھنٹے تک آتا ہوں..."

ان کو بھول کر شہریار اپنا موبائل اٹھاتا آفس کا دروازہ کھول کر باہر کی
جانب بڑھ گیا...

عائشہ نے ایک نظر اسے دیکھا جو مسکراتی آنکھوں سے ہنسی ضبط کرنے کے
چکر میں سرخ ہو رہا تھا... وہ دھیرے دھیرے چلتی شہریار کی کرسی پہ بیٹھ
گئی...

عائشہ نے غصے سے اسے گھورا جو اب بھی بیٹھا مسکرا رہا تھا... مسکراتے
ہوئے واقعی پیارا لگتا تھا، عائشہ نے بے اختیار نظریں چرائی تھیں...

"یہ آپ کے دانت کچھ زیادہ ہی باہر نہیں رہتے؟ سنبھال لیجیے ورنہ یہ نہ ہو کہ بچیں ہی نہ...."

عائشہ نے خطرناک تیور لیے اسے گھورا، اس کا ضبط بس یہی تک تھا...

"محترمہ آپ کو میرے دانتوں سے کیا مسئلہ ہے؟ اب اللہ نے دیے ہیں تو دکھائی بھی تو دیں گے، آپ کی طرح تھوڑی اب...."

حیدر نے اسے کھری کھری سناتے ہوئے آڑے ہاتھوں لیا.. تو عائشہ نے ایسے دیکھا جیسے آنکھوں سے نکل جائے گی

"میرا خیال ہے میں نے اردو ہی بولی کوئی فارسی یا پشتو نہیں..."

حیدر نے ترک کر جواب دیا...

"انسان کو منہ سے سوچ سمجھ کر الفاظ نکالنے چاہیے، بعد میں پچھتانا نہ

پڑے..."

"میں ایسا کوئی کام نہیں کرتا جس پہ پچھتانا پڑے..."

"زمین پہ ٹھر جاؤ، زیادہ ہواؤں میں اڑنے کی ضرورت نہیں..."

"کیوں ہوائیں آپ کی ملکیت میں...؟"

"خیر مناؤ تم اس وردی کے مالک ہو، ورنہ میں تمہیں بتاتی کہ عائشہ ارتضیٰ
کیا چیز ہے؟"

عائشہ نے اسے جتاتے فرضی کالر جھاڑے تو حیدر کی آنکھوں کے سامنے
فیضی کی درگت والا واقعہ لہرایا جو عائشہ کے ہاتھوں بنی تھی، اس نے بے
اختیار جھرجھری لی..

"لگتا ہے میجر صاحب صدمے میں چلے گئے؟، کوئی بات نہیں ہوتا ہے جب
انسان زیادہ بول جائے.."

"ویسے خاتون مجھے حیرت ہوتی ہے.."

"خاتون ہونگے خود، آپ کا خاندان.... دوبارہ مجھے خاتون کہا تو حشر نشر کردوں
گی.."

عائشہ کو ایسے چہینختے دیکھ حیدر نے کانوں پہ ہاتھ جمائے..

"مانا آپ کا اسپیکر لوہے کا ہے، لیکن ہمارے کان لوہے کے نہیں ہیں
رحم کیا کریں مادام.."

"ہوگیا آپ کا؟ تو کام کی بات کریں جلدی"

"آہاں... ابھی تو آغاز ہے، ویسے بھی میں فضول نہیں بولتا مادام، میں تو بس یہ

کہہ رہا ہوں کہ مجھے دلی ہمدردی ہے آپ کے شوہر سے بچارا آپ کو
برداشت کیسے کرے گا؟ اس کی تو پہلے دن ہی ٹائے ٹائے پھس.. اور آپ
تو ماشاء اللہ شیطان کی نانی ہیں، بلکہ وہ بھی آپ سے پناہ مانگتا ہوگا"

"آپ کو بڑی فکر ہو رہی میرے شوہر کی، آپ کا چاچے کا پتر لگتا وہ...؟؟؟
بچ کر رہیے گا کہیں یہ عمدہ آپ کی قسمت میں نہ لکھا ہو.."

"اللہ اللہ، منہ نہ اچھا ہو انسان بات ہی اچھی کر لے.. ویسے بھی میرے
چاچے کے پتر کی قسمت اتنی بھی ماڑی نہیں"

حیدر نے بے اختیار کانوں کو ہاتھ لگائے اور منہ کے ایسے زاویے بنائے
جیسے بات پسند نہ آئی ہو۔

"اب جیسا منہ ہے بات بھی ویسی ہی نکلے گی، برداشت کرنا سیکھیں۔"

"منہ تو خیر اللہ نے اچھا ہی بنایا تھا، میں ایسی سیٹ سے زیادہ موت کو ترجیح
دوں گا۔"

"آہاں، دیکھتے ہیں... کیسی موت پسند کریں گے خود کے لیے اگر ایسا ہو گیا
تو...؟"

"دسواں عجوبہ...."

"عجوبوں کا سردار...."

عائشہ نے چیلنجنگ انداز میں آنکھیں مٹمائی تو حیدر نے بے اختیار نظریں چرائی
تمہیں، یہ لڑکی اس کے حواسوں پہ سوار ہو رہی تھی..

وصل، ہجر، قرب، جدائی سب ایک سا لگتا ہے
آنکھیں بند دل میں بھی سنگ ہی رہتا ہے

غم آنکھوں سے نہیں بہتا، خوشی لبوں سے نہیں جھلکتی
 میں تمہیں موسیقی میں امر کرتا ہوں
 میں ایک دھن تخلیق کرتا ہوں..

(منقول)

دور دھندلے آسمان پہ چاند بادلوں کے نیچے چھپ رہا تھا۔ ننھی بوندیں سبزے
 پہ چمک رہی تھیں، اوس کے ننھے قطرے رات کی تاریکی میں محو رقص تھے،
 فضا میں پھولوں کی خوشبو رچی ہوئی تھی، ہلکی ہلکی چلتی ٹھنڈی ہوا خنکی میں
 اضافہ کر رہی تھی... آسمان کے تھال پہ بکھرے ستارے موتی معلوم ہو رہے
 تھے..

رات کے اس پہر اضمہاک مینشن بھی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، وہ عمارت جو دن کی روشنی میں جلال کی علامت ہے، پرندے بھی گزرنے سے پہلے سو بار سوچتے ہیں...

بالائی منزل پہ کھلی کھڑکی سے اندر جھانکو تو وہ شب خوابی میں لباس میں ملبوس صوفے پہ آنکھیں موندے لیٹا ہوا تھا، کمرے میں پردوں سے چھن کر ہلکی ہلکی چاند کی روشنی رقص کر رہی تھی، ہاتھ میں ایک تصویر تھی جو سینے سے لگی ہوئی تھی...

غم ستائیں تو ترے لمس کا ترسا ہوا شخص
تیری تصویر سے گھبرا کے لپٹ جاتا ہے

دروازے پہ دستک ہوئی تو وہ شہد رنگ آنکھوں میں واضح ناگواری لیے دروازے
کو گھورنے لگا..

تصویر کو سینے سے اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھتے وہ اٹھ بیٹھا...

"کس کی موت آگئی ہے اس وقت..."

وہ یک دم دھاڑا تھا، دروازے پہ کھڑے فیضی کی جان حلق میں آگئی تھی۔

"سس سر مم میں ہوں فیضی..."

اس نے بے اختیار تھوک نکلتے منہ ج کو آگاہ کیا...

"ہممم، آجاؤں....."

وہ دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا تو سمیع نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا لیکن اس کے ساتھ اندر آتے حیدر کو دیکھ کر وہ ٹھٹھکا....

حیدر تو کمرے کی حالت دیکھ کر وہی ساکت ہو گیا... دیواروں پہ جابجا عائشہ کی بے شمار تصویریں تھیں، کہیں پہ وہ گاڑی میں بیٹھی ہوئی، ہنستی ہوئی، فیضی کی درگت بناتی ہوئی، سعد کے بال کھینچتی، کالج یونیفارم میں، سٹریچر پہ لیٹی ہوئی....

ہر تصویر میں وہی نمایاں تھی، حیدر نے غصے سے مٹھیاں بھینچیں، دل کیا تھا سامنے کھڑے انسان کا منہ توڑ دے...

وہ تو آج سمیع کے جنون سے صحیح معنوں میں واقف ہوا تھا، اب اسے عائشہ کی فکر لاحق ہو گئی تھی کہ اسے کیسے بچائے اس سیاہ انسان سے.....

حیدر ساکت کھڑا آنکھیں پھاڑے معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ

سب کہاں سے شروع ہوا..

سمیع اور فیضی نے اسے یوں کھڑے دیکھا تو اچھنبا ہوا...

"نواز، کس کے خیالوں میں مر گئے ہو....؟؟"

"آہاں ہاں...کک کچھ نہیں صاب.... وہ بس یہ سب..."

فیضی کے ہلانے پہ وہ چونک اٹھا اور بروقت سنبھلتے جواب دیا، تصویروں کی طرف اشارہ کر کے منہاج سے پوچھا تو وہ جی جان سے مسکرا اٹھا..

"نواز یہ تم لوگوں کی ہونے والی بیگم صاحبہ ہیں اور میری رانی..."

منہاج نے ایک تصویر پہ ہاتھ رکھتے آنکھوں میں محبت سموئے اسے آگاہ کیا تو حیدر کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ہاتھ ہی بازو سے الگ کر دیں، لیکن وہ دل سے نہیں دماغ سے کام لینا جانتا تھا، اس لیے چپ رہنے میں ہی بھلائی تھی...

"صاب کب ملوا رہے پھر تم بیگم صاب سے...؟"

"آہاں، بہت جلد.... نواز تم زرا مال کی ڈیلیوری دیکھ کر آؤ، مجھے فیضی سے کچھ کام ہے..."

"جی اچھا صاب جی..."

حیدر بولتا باہر کی جانب بڑھ گیا تو سمیع فیضی کی طرف متوجہ ہوا.....

"ہاں فیضی بیٹھو، انڈیا والی پارٹی کے بارے میں بات کرنی ہے تم سے..."

کمرے میں ہلکی ہلکی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی، دبیز پردے کھڑکیوں پہ ٹنگے ہوئے چاند کی روشنی کا راستہ روک رہے تھے، ایسے معلوم ہوتا تھا کہ پردوں اور شعاؤں میں کوئی ضد چل رہی ہے... رات کے کسی پہر ہوئی بارش کی وجہ سے مٹی کی خوشبو چاروں اور پھیلی ہوئی تھی...

سامنے سنگل بیڈ پہ شکن آلود چادر بچھی ہوئی تھی، جس کا مطلب تھا کوئی ابھی اٹھا ہے... بیڈ کے عین اوپر دیوار پہ ایک بڑی سی فریم کی ہوئی تصویر تھی جس میں موجود ہیزل گرین آنکھوں میں ایک الگ ہی مسکراہٹ اور چمک تھی...

سامنے ڈریسنگ کے شیشے سے جھانکو تو وہ شب خوابی کے لباس میں ملبوس، بالوں کو جوڑے میں باندھے جس میں سے کچھ لٹیں نکل کر چہرے پہ جھوم رہی تھیں، آنکھیں نیند کی چغلی کھا رہی تھیں، ڈائری پہ جھکے کچھ لکھ

رہی تھی... پاس ہی میز پہ کافی کا کپ دھرا ہوا تھا جس میں نکلتی بھاپ
ایک الگ ہی رقص پیش کر رہی تھی..

ڈائری کے سفید پنوں پہ کالے الفاظ بکھر رہے تھے، اور ان الفاظ کی خوشبو
کمرے میں محسوس کی جاسکتی تھی... ایک پل کو رک کر اس نے سانس
کے ذریعے مٹی، کافی اور الفاظ کی مل جلی خوشبو کو محسوس کیا تھا تو لبوں پہ
ایک الوہی سی مسکراہٹ پھیل گئی...

ڈائری پہ لکھے الفاظ اب ہلکی ہلکی روشنی میں واضح ہو رہے تھے...

"مارچ کی پہلی بارش

بادلوں میں چھپتا

نکلتا چاند

کھڑکی کے بند کواڑوں سے جھانکتا

ہلکی سی میٹھی سردی کا حصار

تیخ بستہ ہاتھوں

میں موجود کافی کی گرمائش

کا احساس

خاموش اور پرسکون

فضا

تنہائی اور تمہارا عکس"

کچھ یاد آنے پہ پاس پڑا موبائل اٹھایا، نمبر ملا کر کان سے لگایا، اور کرسی سے

اٹھ کر کھڑکی کے پاس آکر کھڑی ہو گئی...

"اتنی رات کو کس کی موت آئی ہے....؟"

دوسری طرف سے غصے سے بھری آواز کانوں میں پڑی تو وہ مسکرا اٹھی...

"ابھی تو کسی کی نہیں آئی، لیکن تیری آجائے گی اگر دو منٹ میں آنکھ نہ

کھلی..."

مقابل کی فٹ سے آنکھیں کھلی تھیں اس کی بات سن کر...

"عاشی کی بچی تو، کوئی ٹائم ہوتا ہے لگے کو ڈرانے کا..؟"

"میں ہر کام اپنی مرضی سے کرنے کی مالک... پھول عورت یہ بتا کہ تو
کہاں مری ہوئی ہے...؟

"کہیں نہیں، میں تو یہی ہوں اسی دھرتی لوک پہ..."

"دھرتی لوک کی ماں، سیدھی طرح بتا ورنہ حلیہ بگاڑ دینا میں نے تمہارا، تم تو
ایسے بھولی ہمیں جیسے خدا نخواستہ ہم اگلے جہان کوچ کر گئے ہیں..."

"استغفار، کبھی تو سوچ سمجھ کر منہ سے بات نکالا کر ہمیشہ اول فول ہی
بکتی رہتی ہو... میں بھولی نہیں ہوں بس یا اس واقعے سے نکل ہی نہیں
پائی..."

عائشہ نے اس کی بات سے ایک لمبی سانس لی...

"اللہ ان کو غارت کرے گا، تو چھوڑ یہ بتا گھر کب آئے گی؟ شہریار بھائی اور

سڈ کی شادی ہے..."

"ارے واہ، ماشاء اللہ مبارک! جی... یار میں تو...."

"خیر مبارک، بکواس کی نہ تو منہ توڑ دینا تیرا میں نے، مجھے کچھ نہیں سننا تم

آ رہی ہو، مطلب آ رہی ہو... اور اب مجھے نیند آ رہی ہے... اللہ حافظ.."

"لیکن...."

اس سے پہلے کہ ذلے اپنی بات پوری کرتی وہ کال کاٹ چکی تھی، ذلے
جانتی تھی کہ اب اگر اس نے بولا ہے تو جانا پڑے گا، موبائل کو ٹیبل پہ
پٹختی وہ سونے کے لیے لیٹ گئی....

"ایس سر...."

فیضی نے سمیع کے سامنے موجود سنگل صوفے پہ بیٹھتے اسے مخاطب کیا جو
ارد گرد سے بے نیاز پاس ٹیبل پہ موجود تصویر کو مسکراہٹ سے دیکھ رہا تھا،
فیضی کے بلانے پہ چونک پڑا...

"آآ ہاں ہاں... ہاں وہ انڈیا والی پارٹی کل آرہی ہے مال کی ڈیلیوری کے لیے
تو اسے تم دیکھ لینا اور یہ نواز پہ نظر رکھو یہ بندہ مجھے کچھ گڑ بڑ لگتا ہے..."

"ایس سر میں پارٹی کو دیکھ لوں گا، آپ فکر نہیں کریں، اور نواز کی بھی
ٹینشن نہ لیں سادا سا بندھا ہے، کچھ نہیں کرے گا.."

"سادہ نہیں ہے یہ بہت الجھا ہوا ہے کبھی اس کی آنکھیں دیکھنا گہرا پن اور
جنون ہے، سب کو تمس نہس کرنے کا جنون، مجھے پہلے دن سے یہ کھٹک
رہا ہے..."

"چلیں آپ کہتے ہیں تو میں اس پہ نظر رکھوں گا..."

"اور ہاں، رانی والا معاملہ بھی دیکھنا ہے، دھیان رہے نواز کو خبر نہ ہو اس

بارے میں..."

"سرفکر نہ کریں، اسے خبر نہیں ہوگی، یہ بات ہمارے درمیان رہے

گی..."

"ہمممم، چلو اب تم جاؤ..."

"جی اچھا..."

فیضی دروازہ کھول کر باہر کی جانب بڑھ گیا تو سمیع دوبارہ تصویر کی طرف
متوجہ ہو گیا....

تمام عمر، کسی کُوزہ گر کے چاک پہ ہم
بگڑتے بتے رہے، صورتیں بدلتے رہے

دیکھتے ہی دیکھتے دن پر لگا کر گزر گئے خبر بھی نہ ہوئی، زندگی ایسی ہی ہے
 ناقابل یقین اور بے اعتبار سے، ناجانے کسی گلی میں شام ہو جائے کیا خبر

؟....

ان کی زندگی کے دن بھی یونہی بھاگتے جارہے تھے، بنایہ جانے کہ کس
 گلی میں کونسا موڑ ان کا منتظر ہے... کونسا نیا کھیل ان کی راہ تک رہا ہے،
 کونسی بازی اب کھیلنے والا ہے یہ وقت ان کے ساتھ، کیونکہ کوئی بھی
 بازی آخری نہیں ہوتی، اس کی جگہ لینے کوئی نیا موڑ آ ہی جاتا ہے...

آج شہریار اور سدرہ کی مہندی تھی.... فنکشن لان میں ہی رکھا گیا تھا، کچھ
 دوستوں اور رشتے داروں کو بلایا گیا تھا، اس کے علاوہ ذلے اور حیدر بھی آئے
 ہوئے تھے... لان میں ہر طرف رنگ و بو کا سیلاب تھا، قہقہوں اور لائٹس

سے پورا نقشہ ہی بدل دیا گیا.. سب ہی خوش تھے اور بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے کیونکہ ان کے گھر کی پہلی شادی تھی...

عائشہ گرین کلر کے شرارے میں گولڈن دوپٹہ حجاب کی صورت میں سر پہ اوڑھے آئیے کے سامنے کھڑی لائیز لگا رہتی تھی، کیونکہ بقول اس کے لائیز اور لپ اسٹک میک اپ کا لازمی جزو ہیں، عائشہ اور اس کی لاجکس... ہلکے سے میک اپ اور پنک لپ اسٹک میں بھی وہ پیاری لگ رہی تھی...

قریب ہی بیڈ پہ اورنج اور گرین کلر کے کرتا شلوار میں ہم رنگ دوپٹہ سر پہ اوڑھے ہلکے سے میک اپ میں ذلے کب سے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا رہی تھی جو ڈریسنگ کے سامنے سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی...

"عائشہ کی بچی اور کتنا میک اپ کرنا ہے تم نے...؟ بھول گئی ہو کیا تمہاری شادی نہیں ہے سدرہ آپی اور شہریار بھائی کی ہے..."

"پہلی بات میں خود ابھی بچی ہوں، دوسری بات میری بہن اور بھائی کی شادی ہے پیارا لگنا میرا بھی حق ہے..."

"حق وصولتے وصولتے کارٹون نہ بن جانا...."

"تم کیوں جل رہی ہو جل ککڑی...؟ رنگ دیکھوں کالا ہو گیا جل جل کر، میں بھی کہوں یہ بدبو کہاں سے آرہی ہے...؟"

"تم چپ کر جاؤں، ورنہ تم ایسا پٹوں گی میرے ہاتھوں کہ دنیا دیکھے
گی..."

"اور بہن دے ذلے خان، میری نقل نہ کر..."

"دفع ہو، میں کل آنا ہی نہیں ہے..."

"ہاہاہاہاہاہاہا اوکے نہ آئی، میں تجھے گھر سے اٹھوا لوں گی...."

ذلے نے اچھنبے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو اسے اغوا کرنے کی بات
کر رہی تھی...

"یہ زُلفوں کے کُنڈل یہ آنکھیں شرابی
یہ ہونٹوں کی سُرخی.. یہ آنچل گلابی

یہ آنکھوں سے باتیں یہ زُلفوں سے راتیں
یہ لہجہ ہے قاتل. یہ ادائیں نوابی

یہ بالوں کی اُلجھن یہ چہرے پے ناگن
یہ سارے ہیں قصے. یہ باتیں کتابی

وہ سب سے جُدا .. دل جس پے فِدا
وہ سب سے الگ ہے .. وہ گوہرِ نایابی"

"اوہ عابدہ پروین کی کچھ لگتی بس کر... بے سری نہ ہو تو..."

"ہاہاہاہاہاہاہا، ذلے خان سڑتے ہوئے...."

گرین کلر کی کرتی اور اورنج کلر کے لنگے میں ملبوس، سر پہ دوپٹہ جمائے،
مہندی کی مناسبت سے کیے گئے میک اپ، اور پھولوں کی جیولری میں وہ
کافی پیاری لگ رہی تھی، چہرے سے ایک نا ختم ہونے والی خوشی اور
مسکراہٹ جھلک رہی تھی، آنکھوں میں ایک الوہی چمک دیدنی تھی جو دیکھنے
والے کو ساحر کر دیتی تھی...

ڈریسنگ کے سامنے بیٹھی وہ مسکراتے ہوئے چوڑیوں سے کھیل رہی تھی
جب اچانک دروازے پہ دستک ہوئی تو وہ ہڑبڑا گئی... اس سے پہلے کہ وہ
سنجھلتی شہریار دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا تو وہ بوکھلا کر کھڑی ہوئی، گود میں پڑا
موبائل نیچے گر گرایا، شہریار نے افسوس سے اسے دیکھا جیسے امید نہ تھی...

"آپ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں..؟ ممانے دیکھ لیا تو ڈانٹ پڑے گی..."

سدرہ نے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے اسے جواب دیا مبادہ ہانیہ بیگم وارد نہ ہو جائیں... گرین کمر کے کرتے اور سفید شلوار میں گرین چنری گلے میں ڈالے وہ دیوار سے ٹیک لگائے اسے فرصت سے آنکھوں کے کیمرے میں قید کر رہا تھا...

"جی میں یہاں، آپ تو ایسے ڈر رہی ہیں جیسے چھوٹی ماما کھا جائیں گی..."

"آپ کو تو انہوں نے کچھ کہنا نہیں ہے، ڈانٹ تو مجھے ہی پڑے گی..."

"ارے ایسے ہی ڈانٹ دے گا کوئی، کسی کی اتنی ہمت ہمارے ہوتے

ہوئے ہماری زوجہ کو ڈانٹے...؟"

"جی بالکل، آپ کی چھوٹی ماں کی ہمت ہے زوجہ کو ڈانٹنے کی..."

"اچھا بابا، بس کریں چلا جاتا ہوں... میں بس ایک نظر دیکھنے آیا تھا..."

"دیکھ لیا نا...؟ اب نکلیں یہاں سے، ورنہ آپ کے انمول رتن آتے
ہونگے..."

سدرہ نے اسے باہر نکالتے دروازہ بند کیا تو بچارہ بند دروازے کو گھورتا رہا
گیا...

"ہاہاہاہاہاہا، کیا ہوا..؟ بھابھی نے باہر نکال دیا، بیٹا ابھی بھی سوچ لے

وقت ہے، ورنہ اتنی بھی عزت نہیں ہوا کرنی..."

حیدر کی آواز پہ شہیار نے مڑ کر اسے دیکھا جو اورنج کلر کے کرتے اور سفید

شہلوار میں ملبوس، گلے میں ہم رنگ چنری ڈالے، آنکھوں میں شرارتی

مسکراہٹ سیرٹھیوں کے پاس کھڑا اسے دیکھ رہا تھا...

"حیدر کے بچے، تو رک میں بتاتا ہوں تجھے ابھی کتنی عزت ہونی میری..."

"میں رکا ہوا ہوں بھائی، کہیں نہیں بھاگا جا رہا تو فرصت سے آجا... بات بات

یہ میرے بچوں کو نہ گھسیٹا کر درمیان میں..."

"آہاں بڑا دکھ ہو رہا ہے بچوں کا، آتہ پتہ ہے نہیں کچھ ان کا..."

"پتہ بھی معلوم ہو جائے گا، فلحال تو دروازے سے ہٹ کر ادھر آجا، ورنہ

اندر سے جوتا نکلے گا اب..."

شہیار مسکرا کر ایک نظر بند دروازے کو دیکھتا حیدر کی طرف بڑھ گیا....

اضہاک مینشن اس پہر روشنیوں میں جگمگا رہا تھا، پوری سفید عمارت جاہ
وجلال کا منظر پیش کر رہی تھی، دن کی روشنی ہو یا رات کی تاریکی یہ عمارت

دیکھنے والے کو سحر میں مبتلا کر دیتی تھی، بنانے والے کی اعلیٰ ترین تخلیق کا منہ بولتا ثبوت، ہر راہ چلتے کو مڑ کر دیکھنے پہ مجبور کر دیتی تھی...

مرکزی گیٹ کے دائیں ہاتھ ایک خوبصورت سالان تھا جس میں انواع و اقسام کے پھول اور پودے موجود تھے، جو اس مینشن کے مالک کے ذوق کی عکاسی کرتے تھے... لان کے بیچوں بیچ ایک پول تھا جس میں سفید بطخیں تیر رہی تھیں.. پاس ہی ایک جھولا پڑا ہوا تھا، جو چنبیلی کے پھولوں سے ہمہ وقت ڈھکا رہتا تھا...

بالائی منزل پہ موجود کھلی کھڑکی سے اندر جھانکو تو وہ براون تھری پیس سوٹ میں ملبوس ایک ہاتھ میز پہ رکھے جبکہ دوسرے ہاتھ سے لیپ ٹاپ پہ کچھ آن کر رہا تھا، چہرے پہ پڑتی لیپ ٹاپ کی روشنی عجیب سا منظر پیش کر رہی

تھی ، شہد رنگ آنکھوں میں الجھن سی تھی، کوٹ کرسی کی پشت سے لٹکایا ہوا تھا..

چند کیز دبانے کے بعد ایک منظر نمودار ہوا ، جس میں ایک لڑکی گرین شرارہ پہنے اور گولڈن دوپٹہ سر پہ اوڑھے تیزی سے سیڑھیاں اتر رہی تھی، ساتھ میں ایک اور لڑکی اورنج اور گرین کلر کے کرتا شلوار میں ملبوس تھی، غالباً اس کی دوست معلوم ہو رہی تھی...
اچانک شرارے والی لڑکی کا پاؤں پھسلا....

"دھیان سے رانی... گر جاتیں ابھی"

سکرین کے سامنے بیٹھے شخص کے منہ سے نکلا، آنکھوں میں ایک پل کو فکر ابھری تھی... لیکن اس کے سنبھلنے پہ دل کو چین مل گیا....

"رانی بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ، دل کر رہا کاش آپ پاس ہوتی، آپ
کی خوشی کو برباد نہیں کر سکتے ہم، لیکن یہ دل....."

سکرین پہ چلتے منظر کو روکے وہ اب شرارے والی لڑکی سے مخاطب تھا،
آنکھوں میں اسے دیکھنے کی خواہش اور ضد تھی لیکن اچانک اس خواہش کی
جگہ الوہی چمک نے لے لی، ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی.... جانے اب
وقت کونسا پہیہ گھمانے والا تھا؟؟؟؟ کس کے حصے میں فائدہ اور کس کے
حصے میں خسارہ لکھا جانا تھا؟؟؟

بتاؤ کون کہتا ہے , محبت بس کہانی ہے
محبت تو صحیفہ ہے , محبت آسمانی ہے

زمین والے بتاؤ کس طرح سمجھیں محبت کو
محبت تو زمین پر آسمانوں کی نشانی ہے

پورا والا اس وقت رنگوں میں نہایا ہوا تھا، لائٹس اور برقی قمقموں سے جگمگا رہا
تھا، یوں معلوم ہوتا تھا رات کے اندھیرے میں سورج نکل آیا ہو، پورے والا
کو گیندے کے پھولوں اور لائٹس کی مدد سے سجایا گیا تھا، ہر طرف پھولوں
اور مہندی کی مسحور کن خوشبو پھیلی ہوئی تھی...

مرکزی گیٹ کے بائیں طرف بنے لان میں مہندی کے حساب سے سیٹ
لگایا گیا تھا... پتھریلی روش کے دونوں جانب مہمانوں کے بیٹھنے کے لیے

کرسیاں لگائی گئی تھیں، پتھریلی روش کو بھی برقی قسمتموں کی مدد سے روشن کیا ہوا تھا، عین سامنے سلج پہ حیدر، شہریار بیٹھے ہوئے تھے۔ جبکہ ساتھ موجود صوفے پہ مرتضیٰ اور ارتضیٰ صاحب براجمان کسی بات پہ گفتگو کر رہے تھے۔۔۔ ہانیہ بیگم، پاس بیٹھے سعد کو گھور رہی تھیں جو کہ ذلے کو تنگ کر رہا تھا، اور وہ بے چاری روہانسی ہوئی تھی۔۔

ہانیہ بیگم کے کہنے پہ ذلے اٹھ کر سدرہ کو لینے اندر کی جانب بڑھ گئی۔۔۔ تھوڑی دیر بعد دلہن کے آنے کا شور اٹھا تو حیدر اور شہریار نے بیک وقت آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔۔۔

سرخ چنری کے سائے میں پھولوں کی جیولری پہنے، لہنگے کو ایک سائیڈ سے پکڑے سبج سبج کر چلتی وہ کسی ریاست کی رانی معلوم ہو رہی تھی۔۔ شہریار کے دل نے ایک ہارٹ بیٹ مس کی تھی۔۔۔ دائیں سائیڈ سے چنری کو پکڑے وہ

آفت آج کچھ الگ ہی لگ رہی تھی، گرین کمر کے شرارے اور گولڈن حجاب میں لبوں پہ مخصوص مسکراہٹ لیے وہ حیدر کے دل کے تار چھیڑنے میں کامیاب ہو رہی تھی... پکڑے جانے کے ڈر سے حیدر نے فوراً اپنی نظروں کا رخ بدلا تھا، شہریار کو چھیڑا جو یک ٹک سامنے دیکھنے میں لگن تھا...

"ارے بھائی آرام سے تیری ہی ہیں، کیا نظروں سے نکلنے کا ارادہ ہے....؟"

حیدر کے بولنے پہ وہ کھسیانا سا ہو کر ہنسنے لگا...

سدرہ کے پاس آنے پہ حیدر اٹھ کر ساتھ موجود صوفے پہ بیٹھ گیا تو عائشہ نے سدرہ کو شہریار کے ساتھ بٹھایا... شہریار نے ایک نظر اسے دیکھا جو خاصی نروس سی لگ رہی تھی...

"اچھی لگ رہی ہیں آپ، ریلیکس رہیں میں ہوں نا..."
شہریار کے مان بھرے ساتھ پہ وہ کھلے دل سے مسکرائی تھی...
سدرہ کو بٹھا کر عائشہ پاس موجود صوفے پہ بیٹھنے لگی تو حیدر کو دیکھ کر حلق
تک کڑوا ہوا...

"اس کھڑوس کو کس نے بلایا...؟"
آواز اتنی اونچی ضرور تھی کہ حیدر کے کانوں میں باآسانی جا سکتی تھی... اتنے
پیارے القاب اس نے عائشہ کو دیکھتے تیوری چڑھائی...

"خاتون مجھے آپ کے ایک عدد پیارے شیریں بھائی نے بلایا تھا..."

"او ہیلو میجر صاحب، دوبارہ خاتون بولا نہ تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا...."

عائشہ نے تیوری چڑھائے، آنکھوں میں غصہ سموئے اسے آگاہ کیا... حیدر نے دل ہی دل میں آل تو جلال تو کا ورد پڑھنا شروع کر دیا تھا... کیا پتہ یہ چڑیل کب چمڑ جائے...؟؟؟

"مادام آپ سے برا کوئی ہے بھی نہیں اس دنیا میں، کیا آپ کو کسی نے آج تک یہ بات نہ بتائی...؟"

سٹیج پہ کھڑے وہ دونوں ارد گرد سے بے نیاز کرنے میں لگن تھے، جیسے اس سے ضروری کام ہے ہی نہیں دنیا میں...

"اوہ ، خود تو جیسے دودھ کے دھلے رہتے نہیں ہیں..."

"اومائی گاڈ، آپ کو کیسے پتہ میں شریف ہوں...؟ اففف میرے خدایا میں

ٹی وی پہ آنے لگ گیا... میرے فین میرے سامنے موجود ہیں...."

حیدر نے آنکھیں مٹاتے ہوئے عائشہ کو جلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی...

"آپ اور ٹی وی پہ، ٹی وی خراب نہیں کروانے لوگوں نے.... کونسے فین

..؟ آپ کو تو کوئی چھت والے فین نہ دے..."

"چھت والا فین مجھے چاہیے بھی نہیں مادام..."

"ہمممم، اتنے امیر..."

"حیدر بیٹا کوئی مسئلہ ہے...؟ کھڑے کیوں ہو؟؟؟"

اس سے پہلے کہ وہ عائشہ کو جواب دیتا ہانیہ بیگم کی آواز پہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا، ان کے استفسار پہ ایک نظر عائشہ کو دیکھا جو چہرے پہ وسیم بادامی جیسی معصومیت سجائے اسے نفی کا اشارہ کر رہی تھی... حیدر کو بے اختیار اس پہ ترس آگیا..

"نہیں آنٹی، کوئی مسئلہ نہیں بس بات کر رہے ہیں..."

"اوہ اچھا، بیٹھ جاؤ تھک جاؤ گے... عائشہ آداب بھول گئی ہیں آپ کیا...؟
بیٹھنے کے لیے نہیں بول سکتی تھیں..."

"سوری ماما... تشریف رکھیں..."

عائشہ نے ہانیہ بیگم کو جواب دیکر آنکھوں میں انگارے سموئے حیدر کو دیکھا تو
حیدر نے بے اختیار جھرجھری لی...

ہانیہ بیگم کے کہنے پہ بنا کوئی ہنگامے اور تنگ کیے مہندی کی رسم ادا کی
گئی، ورنہ ان سے کچھ بعید نہیں تھا کہ اتنے مہمانوں کے سامنے عائشہ اور
سعد کی جوتوں سے درگت بنا دیتی، اس لیے انہوں نے خاموش رہنے میں ہی
عافیت جانی...

نیا طلوع ہوتا سورج جہاں نئی امیدوں اور امنگوں کا ترجمان ہوتا ہے ، وہی پہ
وہ سورج ایک نئی کہانی اور نئی داستان لکھنے کو بھی تیار ہوتا ہے... وہ سورج
جو خوشیوں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے کبھی کبھی غروب کے وقت کئی
خوشیاں بھی اپنے ساتھ لیکر غروب ہوتا ہے لیکن جاتے جاتے امید کا سرا
پھر پکڑا جاتا ہے۔ لیکن اب دیکھنا یہ تھا کہ آج کا یہ سورج کونسی نئی کہانی
اور نئی داستان لکھنے والا تھا...

سورج کی چمکتی شعاعیں اس عمارت پہ پر رہی تھیں، وہ عمارت جو اب تک
تو خوشیوں کی آماجگاہ ہے لیکن خدا جانے کب وقت کا پہیہ بدل جائے، کب

کونسی آہٹ خوشیوں کی نوید نہ ہو... چاروں طرف پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی، چڑیوں کی چچھاہٹ نے ایک الگ ہی سماں باندھ رکھا تھا، مٹی کی سوندھی خوشبو ہواؤں کو معطر کر رہی تھی...

بیرونی دروازے سے اندر جھانکو تو وہ جلدی جلدی میں سیڑھیاں اتر رہی تھی... کالے کرتے اور ٹراؤزر میں ملبوس ہم رنگ دوپٹہ اسکارف کی طرح سر پہ اوڑھے کچھ تلاشنے میں لگن تھی....

"مما....مما....مما...."

"عائشہ کیا ہو گیا ہے؟ کیوں صبح صبح پورا گھر سر پہ اٹھایا ہوا ہے...؟"

ہانیہ بیگم نے کچن سے نکلتے اسے گھر کا تو وہ روہانسی ہو گئی...

"کیا ماما ہر وقت ڈانٹتی رہتی ہیں...؟ میرا آج کے ڈریس کے ساتھ کا جوتا
نہیں مل رہا...."

"وہی رکھا ہوگا، اچھی طرح دیکھو کہاں جاسکتا ہے وہ...؟"

"ماما میں سب جگہ دیکھ چکی ہوں، نہیں مل رہا... اس کلر کا میرے پاس
دوسرا ہے بھی نہیں..."

عائشہ دھپ سے صوفے پہ بیٹھی مئی، فوراً سے پہلے آنکھوں میں آنسو تیرنے
لگے...

"اچھا اچھا، آنسو بہانے کی ضرورت نہیں ڈرائیور کے ساتھ جاؤ اور نئے لے

آؤ..."

"اوکے ماما، ڈرائیور کی ضرورت نہیں ہے میں بس یوں گئی اور یوں

آئی....."

ہانیہ بیگم کو بولتے وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی، بنا یہ بات جانے کہ
آج وہ گھر سے باہر نکل تو گئی لیکن لوٹے گی یا نہیں یہ کسی کو معلوم نہ

تھا.....

عائشہ مال کے پارکنگ ایریا میں گاڑی روک کر ابھی باہر نکلی ہی تھی کہ پیچھے
سے کسی نے آکر اس پہ سپرے کیا تو وہ ہوش و خرد سے بیگانہ
ہو گئی.... آنے والے نے آگے بڑھ کر اسے گاڑی میں ڈالا اور گاڑی زن
سے بھگالے گیا...

کل جہاں رُوح جُھلس جاتی تھی
اپنے سائے سے بھی آنچ آتی تھی
آج اُسی دشت پہ ساون کی لگی ہیں جھڑیاں

آنکھیں کھلی تو خود کو کرسی پہ بندھے پایا۔ ایک دم سے کمرے میں جلتی روشنی سے آنکھیں چندھیا گئیں۔ بند کر کے دوبارہ کھولنے پہ منظر واضح ہوا تو آنکھوں میں تفکر اور پریشانی ابھری کہ وہ تو مال گئی تھی۔ پھر یاد آنے پہ لبوں پہ پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔ کمرے کے وسط میں کرسی پہ بیٹھے اب وہ آنکھیں چھوٹی کیے کمرے کا جائزہ لینے میں مصروف تھی۔

عالیشان طرز کا یہ کمرہ اس کے باسی کے ذوق کی عکاسی کرتا ہے۔ عین سامنے ڈبل سائز بیڈ جس پہ کالے رنگ کی پھولوں والی چادر بچھی ہوئی تھی، ساتھ ہی تھوڑی دور سڈی ٹیبل پڑا ہوا تھا جس پہ کچھ فائلیں بکھری ہوئی تھی۔ کھڑکیوں کے آگے لٹکتے کالے رنگ کے پردے روشنی کا رستہ روکنے میں مدد دے رہے تھے، فرش پہ کالے رنگ کا ہی قالین بچھا ہوا تھا۔ جس سے واضح تھا کہ کالا رنگ اس کا پسندیدہ ہے۔ کھڑکی کے بالکل آگے ہی ایک

صوفہ پڑا ہوا تھا۔ پاس پڑے ٹیبل پہ ایک تصویر تھی، کالے سوٹ میں سر پہ حجاب لیے اور مسکراتے ہوئے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اپنی تصویر دیکھ کر اس کے لب حیرت کے انداز میں پھیلے۔ ایسی ہی ایک تصویر ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑی ہوئی تھی... کمرے کو دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ اس گھر کا رہائشی کیسا ہے؟؟

ابھی وہ یہ سب سوچنے میں مگن تھی کہ باہر سے کسی کے سیڑھیاں چڑھنے کی آواز آئی تو وہ ایک دم چوکنا ہو گئی۔ اب کوئی کی ہول میں چابی ڈال کر دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آنے والے وجود کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پہلے حیرت سے پھیلی اور پھر ہیزل گرین آنکھوں میں طنزیہ مسکراہٹ نے جگہ لی..

بلو جینز اور بلو ہی لائننگ والی شرٹ میں، ہاتھ میں ٹرے پکڑے جس میں
جوس کا گلاس تھا، آنکھیں نیچی کیے وہ قدم قدم چلتا سامنے ٹیبل پہ رکھ کر
مرنے ہی والا تھا جب عائشہ نے اسے پکارا..

"ارے، تم زندہ بچ گئے مجھے لگا تھا مر ور گئے ہو گے۔ ویسے سچی تمہارے
زندہ بچنے پہ بہت دل سے افسوس ہے مجھے... کاش اس دن سعد بھی ساتھ
ہوتا نا تو آج تم قبر میں ہوتے۔ لیکن خیر..! ہم یہ گیم دوبارہ کھیلیں گے.."

فیضی کو اس دن والی عائشہ کے ہاتھوں بنی درگت یاد آگئی تو وہ محض کانپ
کر رہ گیا۔ یہ تو اچھا تھا کہ وہ بندھی ہوئی تھی ورنہ شاید ابھی اپنے پلین پہ
عمل درآمد شروع کر دیتی..

اس سے پہلے فیضی یا عائشہ میں سے کوئی مزید کچھ بولتا، دروازہ چر کی آواز سے کھلا۔ دونوں نے بیک وقت دروازے کی سمت دیکھا۔ عائشہ کی نظروں میں کچھ دن پہلے والا واقعہ گھوما۔

کالے رنگ میں تمھری پیس سوٹ میں ملبوس، ایک کلائی میں کچھ بینڈز اور دوسرے میں کالے رنگ کی گھڑی، بالوں کو جیل سے سیٹ کیے، فریج کٹ داڑھی میں وہ پرکشش اور وجیہ لگ رہا تھا۔ لیکن مقابل کو اس کی خوبصورتی سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ شہد رنگ آنکھوں میں ہزار جذبے سموئے وہ قدم قدم چلتا عین اس کے سامنے آکر رکا۔ عائشہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا...

"خوش آمدید رانی، اضہاک مینشن میں تمہارا ویلکم کیا جاتا ہے.. اتنی سی تکلیف کے لیے معذرت - مجبوری کو سمجھوں گی، امید ہے مجھے.."

سمیع نے بیڈ پہ بیٹھتے ہوئے اس کی رسیوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ مسکرا
دی....

"آہاں....! یہ تکلیف تو کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی میرا۔ اس سے بھی بڑی
آزمائشوں کے لیے تیار ہوں میں... تم جیسوں کو دھول چٹانے کے لیے میں
اکیلی ہی کافی ہوں، چاہو تو اپنے اس پالتو سے پوچھ لو"
سمیع نے آنکھوں میں ستائش سموئے اس چار انچ کی لڑکی کو دیکھا۔ جس کی
آنکھوں میں ڈر کا ایک زرہ نہ تھا۔ نظر اٹھا کر فیضی کو دیکھا جس کی آنکھوں
میں غصہ واضح نظر آ رہا تھا، سمیع نے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ دروازہ
کھول کر باہر کی جانب بڑھ گیا تو سمیع دوبارہ مسکراتے ہوئے عائشہ کی
جانب متوجہ ہوا...

"اوہ، تو یہ تم تھے۔ میں بھی کہوں اتنی ہمت کون کر سکتا ہے عائشہ ارتضیٰ کو ہاتھ لگانے کی، بہت خوب میں متاثر نہ ہو کر بھی بہت متاثر ہوئی ہوں..."

کرسی پہ رسیوں سے جھکڑی، ہیزل گرین آنکھوں میں طنز اور عنابی لبوں پہ مسکراہٹ لیے وہ مقابل کو تپانے میں مصروف تھی، جس پہ شاید ہی کسی بات کا اثر ہوا ہو...

"آہاں، چلو یہ تو بہت اچھا ہو گیا... رانی متاثر تو ہوئی، چاہے جیسے بھی ہوئی.. ہمارے لیے تو متاثر ہونا ہی کافی ہے... ویسے بھی اب تو آپ ہماری ہیں، متاثر کرتے رہیں گے..."

"مجھے پانے کے خواب نہ دیکھنا مسٹر سمیع منہاج.. عائشہ ارتضیٰ موت کو گلے لگانا پسند کرے گی کجا تمہاری ہونا... تم پہ تو تھوکتا بھی پسند نہ کروں..."

"ہا ہا ہا... رانی اگر تم چاہتی ہو کہ میں تم پہ غصہ کرو تو ایسا ممکن نہیں، میں تم پہ غصہ تو دور تمہیں ڈانٹ بھی نہیں سکتا... بہت بے بس ہوں، اس معاملے میں... یہ جو دل ہے نا باغی ہے تمہارے معاملے میں..."

سمیع نے بے بسی سے دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے جواب دیا، عائشہ کو ایک پل کے لیے اس کی حالت پہ ترس آیا تھا۔ لیکن پھر آنکھوں میں ترس کی جگہ غصے نے لی تھی۔

"حیرت ہے تمہارے پاس دل جیسی چیز بھی موجود ہے، یہ دل تب کہاں تھا جب معصوم بچوں پہ حملہ کیا؟ یہ دل تب کہاں تھا جب محافظوں کی جانیں لیں؟ یہ دل تب کہاں تھا جب معصوم بچوں کو یتیم کر دیا؟ مجھ سے دل کی بات نہ کرو سمیع منہاج... ورنہ تمہاری طرف بہت سارے حساب نکلیں گے جن کے جواب شاید ہی تمہارے پاس ہو"

"رانی، تمہارے لیے تو جان بھی حاضر چاہے مانگ کر دیکھ لو، حساب کیا چیز ہے۔ ایک ایک پل کا حساب دوں گا تمہیں سامنے بٹھا کر، پورے حق سے وہ بھی۔ رانی ایک بات کہوں یہ جب تم نام لیتی ہو نا میرا، ہائے قسم

سے سیدھا دل پہ اثر کرتا ہے۔ کبھی بھی خود کا نام اتنا پیارا نہیں لگا جتنا آج
 لگ رہا ہے..."

تمام عُمر، سِرِ راہِ انتظارِ جمال
 چراغِ عشقِ بنے، تیگی میں جلتے رہے

"سدرہ، آپ آرام سے بھی اتر سکتی ہیں۔ کونسی فلائٹ ہے آپ کی جویوں
 بھاگ رہی ہیں؟ یا پھر آپ میں عائشہ کی روح آگئی ہے۔۔؟"

ہلکے گرین سوٹ میں، سفید دوپٹہ سر پہ جمائے وہ ریلنگ پہ ہاتھ رکھے تیز تیز
سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ ہاتھوں میں مہندی بہت بچ رہی تھی۔ گیلے بال پشت
پہ بکھرے ہوئے تھے۔ ہانیہ بیگم نے اسے یوں اترتے دیکھا تو لوکا تھا جس پہ
اس نے ہونٹ دانتوں تلے دبائے تھے۔

جب بھی اُٹھی کوئی چلمن، مجھے محسوس ہوا
تیری آنکھوں پہ ہیں بکھرے ہوئے تیرے گیسو

"ارے ماما، ایک ہی معصوم بہن ہے میری۔ آپ کیوں اس کے پیچھے لگی
رہتی ہیں۔"

سدرہ نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے عائشہ کی طرف داری کرنا چاہی تو انہوں نے آگے سے کندھے پہ ایک تھپڑ جھڑا۔ سدرہ اس پہ بلبلا کر رہ گئی۔

"اتنی تمہاری بہن معصوم ہوتی، تو آدھی دنیا آرام میں ہوتی"

"ارے ماما، میری بہن معصوم ہی ہے۔ آپ کو پتہ نہیں کیوں نظر نہیں آتی اس کی معصومیت۔۔۔ ویسے وہ ہے کہاں؟ نظر نہیں آرہی"

"جوتے گم ہو گئے تھے اس کے میچنگ کے، وہی لینے گئی ہے مال۔۔۔ اب تک تو آجانا چاہیے تھا، کافی وقت ہو گیا ہے"

ہانیہ بیگم نے ایک نظر کلاک پہ ڈالتے سدرہ کو جواب دیا۔ جس کی آنکھوں میں تفکر اور پریشانی ابھری تھی۔

"مما اسے اکیلے کیوں جانے دیا اپ نے..؟"

"میں نے بولا تھا کہ ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤ، لیکن تمہاری معصوم بہن کسی کی بات مان جائیں ایسا ہو سکتا ہے..؟"

"نمبر بھی نہیں لگ رہا اس کا، اللہ خیر کرے، مجھے پارلر بھی جانا ہے..."

سدرہ نے فون کان سے ہٹاتے ایک نظر بیرونی دروازے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

دل کسی انہونی کے تحت گھبرا رہا تھا۔ محبت کرنے والوں کے دل ایسے ہی ہوتے ہیں دور سے ہی گمان ہو جاتا ہے کہ اپنا پیارا کسی مشکل یا پریشانی میں ہے۔ وہ بھی ایسا شخص جو ہمیں جان سے بڑھ کر عزیز ہو۔ یہ گھبراہٹ جھوٹ نہیں ہوتی۔ تو سدرہ کو کیسے نہ علم ہوتا کہ اس کی آفت پریشانی میں ہے۔

"اچھا، تم پریشان نہیں ہو۔ سعد کو بولو پارلر چھوڑ آئے گا۔ اس میڈم کے موبائل کی بیٹری ختم ہو گئی ہوگی، پتہ تو ہے کتنی لاپرواہ ہے۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو، لیکن دل گھبرا رہا بس۔ اچھا آپ سعد کو بول دیں مجھے چھوڑ آئے۔۔"

ہانیہ بیگم کو بول کر وہ دوبارہ عائشہ کا نمبر ملاقاتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔ ہانیہ بیگم نے پریشان ہو کر پہلے کلاک اور پھر بیرونی دروازے کی طرف دیکھا تھا۔ دل کسی انہونی کے خدشے میں تھا لیکن وہ مسلسل انکاری تھی۔

"اب کام کی بات ہو جائے رانی، باقی باتیں تو ہوتی رہے گی ساری زندگی پڑی ہے، تھوڑی دیر میں فیضی نکاح خواں لیکر آ جائے گا بس چپ چاپ جو کہیں وہ کرتی جانا، ہنگامہ مت کرنا ورنہ....."

جن آنکھوں میں تھوڑی دیر پہلے پیار اور بے بسی تھی اب انہی آنکھوں میں دہشت اور ضد موجود تھی..

"ورنہ کیا جان سے مار دو گے..؟ مار دو میں نہیں ڈرتی موت سے.."

"نہیں رانی، سمیع اتنا ظالم بھی نہیں کہ اپنی محبت کو موت دے،

ہاہاہاہاہاہا، بہت پیار کرتی ہوں اتم اپنی فیمیلی سے، اگر.....؟"

سمیع کی بات سن کر عائشہ کا دل دھڑکنا بھول گیا، اس کی آنکھوں میں
سدرہ اور شہریار کی مسکراہٹ، سعد کا تنگ کرنا، ماما کی ڈانٹ، پاپا اور تایا کا
مسکراتا چہرا گھوما، پل میں آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں، آنسوؤں سے بھری
آنکھیں اٹھا کر اس ظالم کو دیکھا جو کتنے آرام سے یہ بول کر اب اس کے
ری ایکشن کا منتظر تھا۔

"اگر میری فیملی اس ملک پہ قربان ہو جائے تو کیا ہی بات ہوگی.... یہ خوش قسمتی ہوگی ان کے لیے اور میرے لیے بھی.."

سمیع کے مسکراتے لب عائشہ کی بات پہ اوہ کے انداز میں سکھڑے، آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ کیسی لڑکی ہے یہ جسے خاندان کی پرواہ نہیں.. پھر دماغ نے یہ گھتی سلجھائی، تھوڑی دیر پہلے بولے گئے الفاظ کانوں میں گونجے، آنکھوں میں ایک چمک آئی شاید کوئی کنارہ ہاتھ لگا تھا...

"میری معصوم رانی، مجھے کیا پاگل سمجھا ہے..؟ فیملی کی بات کون کر رہا کہ ان کو کچھ کہوں گا؟ بلکہ میں تو...."

سمیع نے جان بوجھ کر اس کی طرف مسکراہٹ اچھالتے بات ادھوری چھوڑ دی تو ہیزل گرین آنکھوں میں پریشانی اور فکر نمایاں ہوئی۔ دل دھڑکنا بھول گیا۔

"رانی سوچوں کہ اگر بہت سے بچے یتیم ہو جائیں ایک ہی پل میں....
ہاہاہاہاہاہا، کتنا مزہ آئے گا افسفسفسف، ابھی فیضی کو بولتا ہوں نکاح خواں
کو چھوڑے، اور پہلے یہی کرے.."

سمیع کی بات سن کر عائشہ کی آنکھیں ساکت ہو گئی، دل جیسے دھڑکنا بھول گیا... الفاظ لبوں سے نکلنے سے انکاری ہو گئے، وہ یک ٹک آنکھیں پھاڑے اس شخص کو دیکھے گئی جو اب موبائل جیب سے نکال کر نمبر ملا رہا تھا..

"نن نن نہیں نہیں، نن نہیں پلیز نت تم اتنے ظظ ظالم کیسے ہو سکتے ہو..؟
معصوم بچوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے..؟ پلیز ان کو کچھ مت کہو پلیز، میں میں ہاتھ جوڑتی ہوں تمہارے آگے.."

وہ لڑکی جس نے کبھی نہ ٹوٹنے اور جھکنے کی قسم کھائی تھی آج اس وطن کی عوام کے لیے جھک گئی تھی اس ظالم درندے کے سامنے، ٹوٹ گئی تھی .. وہ سر جو ہمیشہ ظلم کا مقابلہ کرتا آیا آج وہ سر جھکا ہوا تھا.. وہ ہاتھ جو

ہمیشہ ظالم کو سبق سکھانے کے لیے اٹھے آج اک ظالم کے سامنے جڑے ہوئے تھے۔ کیسا قیامت خیز منظر تھا کہ آج وہ لڑکی اس عوام کے لیے ہار گئی تھی۔

"ہاں ہیلو فیضی، مجھے کہنا تھا کہ نکاح خواں کو لے آؤ جلدی.."

"ہمممم، رانی تیار ہو جاؤ یہاں سب چیزیں موجود ہیں.. لیکن ہوشیاری کرنے کی غلطی مت کرنا ورنہ انجام کی ذمیدار تم خود ہوگی..."

عائشہ کو وارن کرتا وہ دروازہ کھول کر باہر کی جانب بڑھ گیا تو وہ سر جھکا کر سسک پڑی تھی، وہ تتلیوں جیسی لڑکی آج اس کمرے میں ٹوٹ رہی تھی

بکھر رہی تھی، لیکن اسے سمیٹنے والا کوئی نہ تھا۔ کوئی کندھا نہ تھا جو سہارا دیتا، کوئی ہاتھ نہیں تھا جو آنسو صاف کرتا۔ وہ لڑکی جو مضبوط ہوا کرتی تھی، جس نے نہ جھکنے کی کبھی قسم کھائی تھی آج اپنی قسم توڑ بیٹھی تھی، آج خود کی عزت کو نیلام کیا تھا، محض ایسے لوگوں کے لیے جو وطن کو برا بھلا کہتے کچھ نہیں سوچتے۔ کہ ان کی حفاظت کے لیے کون کون سولی چڑھ گیا؟

اچانک اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا، آنکھیں بے دردی سے رگڑ کر صاف کی، ہیزل گرین آنکھوں میں بے بسی کی جگہ ایک الوہی چمک تھی جو ہمیشہ سے اس کی خاصیت تھی۔

"نہیں عائشہ ، رونا نہیں ہے بلکہ ان ظالموں کو رلانا ہے۔ رونا کس بات کا
؟ یہ تو قربانی کا وقت ہے، اس سبز عشق نے لال خون مانگا ہے دینا تو
پڑے گا، ورنہ غدار کہلائی جاؤں گی... خوش قسمت ہے عائشہ کہ یہ دھرتی
تجھ سے قربانی مانگ رہی ہے... اس سبز عشق کے بغیر تو یہ وجود ناکارہ ہے"

جن آنکھوں میں تھوڑی دیر پہلے بے بسی اور ویرانی تھی اب ان آنکھوں میں
ایک مسکراہٹ تھی، چہرے پہ ایک مخصوص چمک تھی، قربانی دینے کا عزم
اور ولولہ تھا..

کل جہاں رُوح جُھلس جاتی تھی
اپنے سائے سے بھی آنچ آتی تھی
آج اُسی دشت پہ ساون کی لگی ہیں جھڑیاں

میرون رنگ کے لہنگے میں گولڈن دوپٹہ سر پہ اوڑھے، سلیقے سے کیے میک
اپ میں وہ نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ اضطراب اور
پریشانی چہرے پہ چھلک رہی تھی۔ آنکھوں میں تفکر اور پریشانی کے ساتھ
ساتھ نمی بھی نمایاں تھی۔ عائشہ کو گھر سے نکلے پانچ گھنٹے ہو گئے تھے، نا ہی
اس کا فون لگ رہا تھا اور نا ہی کسی کو اس کے بارے میں پتہ تھا۔
گھر کے باقی سارے افراد بھی پریشان نظر آرہے تھے۔ وہ سعد جس کی
شرارتیں ہی ختم نہیں ہوتی تھیں اب یوں مجسمہ بن گیا جیسے کبھی بولا ہی نہ

ہو۔ وہ پاس صوفے پہ بیٹھ ایک ٹک موبائل کو تک رہا تھا کہ ابھی اس کی خبر آئے گی۔ ساتھ صوفے پہ ہانیہ بیگم اور ارتضیٰ صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ مرتضیٰ صاحب پاس ہی اضطراب کے عالم پہ کمرے کا چکر لگا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد روم کا دروازہ کھلا، سب نے آنے والے کو امید کی نظروں سے دیکھا کہ شاید کوئی اچھی خبر ساتھ لایا ہو، لیکن مقابل کے چہرے سے چھلکتی پریشانی سارا درد بیاں کر رہی تھی۔ ہانیہ بیگم فوراً اٹھ کر اس کے پاس آئی تھی۔ امید سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"شیری، میری بچی کا کچھ پتہ چلا..؟ پلیز مجھے بتاؤ ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا.."

شہریار نے ہانیہ بیگم کو پکڑ کر پاس صوفے پہ بٹھایا اور خود ان کے قدموں میں بیٹھ گیا... ہانیہ بیگم نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا میرون کلر کی شیروانی میں، بالوں کو سیٹ کیے وہ کافی پرکشش لگ رہا تھا، لیکن شاید اس کی خوشیوں کو کسی کی نظر لگ گئی تھی۔

"چھوٹی ماں آپ ہماری گڑیا کو جانتی ہیں نا..؟ وہ بہت بہادر ہے۔ ایسی چھوٹی موٹی مصیبتوں کا وہ اکیلے مقابلہ کر سکتی ہے۔ فکر نہ کریں میں حیدر سے بات کرتا ہوں۔ آپ لوگ دعا کریں کہ اسے کچھ کہنے والا زندہ سلامت بچ جائے، آخر ہماری گڑیا آفت ہے.."

شہریار کی آخری بات پہ ناچاہتے ہوئے بھی سب کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ دل سے عائشہ کی سلامتی اور واپسی کی دعا نکلی تھی۔ شہریار نے موبائل جیب سے نکال کر حیدر کا نمبر ملایا جو دوسری بیل پہ اٹھا لیا گیا۔

"شیری، آج کیسے یاد کر لیا مجھے..؟ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا..؟"

مائیک میں دوسری طرف موجود حیدر کی شوخ بھری آواز ابھری..

"حیدر، عائشہ صبح سے لاپتہ ہیں۔ گھر سے مال جانے کے لیے نکلی تھیں لیکن ابھی تک گھر نہیں لوٹیں، سب دوستوں سے بھی معلوم کر چکا، کسی کو علم نہیں۔۔۔"

شہریار کی گل افشانی پہ حیدر کے ہاتھ سے موبائل چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ دل میں ہزار خدشوں نے جنم لیا۔ مال میں آخری ملاقات یاد آئی۔ تو سمیع کی حالت اور اس کا جنون آنکھوں کے سامنے گھوما...

"حیدر۔۔ حیدر۔۔ تو سن رہا ہے..؟"

"ہا ہا ہا۔۔ تو پریشان نہ ہو، میں کچھ کرتا ہوں.."

حیدر نے فون کاٹ کر ایک اور نمبر ملا یا۔

"ہاں، ہیلو ایک لڑکی کا حلیہ بتاتا ہوں، چیک کر کے بتا آخری وقت کہاں

تمھی..؟ اور کیا ہوا تھا..؟"

تھوڑی دیر بعد اسے جو ویڈیو موصول ہوئی۔ اس کا پارہ ہائی کرنے کے لیے کافی تھی.. براؤن آنکھوں میں طیش اور غصہ ابھرا۔ دل کیا کہ وہ سامنے موجود ہو اور اس کا گلا اپنے ہاتھوں سے دبا دے۔ دل کر رہا تھا کہ اس انسان کو اذیت ناک موت دے۔

دماغ میں لائحہ عمل تیار کیا، بنا دیر کیے نمبر ملا کر فون کان سے لگایا...

"ہاں، عثمان وہ جو ریڈ ہم نے کل کرنی تھی۔ وہ آج ہی کرنی ہے، ٹیم تیار

کرو میں پہنچتا ہوں تھوڑی دیر میں"

عثمان سے بات کرتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل آیا۔

کالے سوٹ میں ملبوس، سرخ رنگ کی چنری کا گھونگھٹ اوڑھے، ہاتھوں کو مروڑتی وہ آنے والے وقت کے لیے خود کو تیار کر رہی تھی۔ یہ جانے بغیر کہ قسمت نے ابھی اس سے مزید کتنی قربانیاں لینی ہیں۔ مزید جیتنی بازیاں جیتنے کے لیے اسے کس کس سپنے اور کس کس شخص کو ہارنا پڑے گا؟ کس قربانی کے لیے اسے جھک پڑے گا ظالم کے سامنے؟

آنسوؤں پلکوں کی باڑ توڑ کر رخسار پہ بہہ رہے تھے، گویا ماتم کناں تھے قسمت کی اس بازی پہ۔ حیران تھے اس فیصلے پہ کہ کیا ہونے جا رہا ہے..؟ وقت کون سا نیا باب کھولنے والا تھا؟ کونسی نئی کہانی لکھی جانی تھی؟ کونسا نیا دروازہ کھلنا اور کرنا بند ہونا تھا؟ کون اس وقت کی بھینٹ چڑھنے والا تھا..؟ کون سا نیا پہلو قسمت سامنے لانے والی ہے..؟ وہ سنہری آنکھوں والی لڑکی کی

قسمت میں لکھ جانی ہے..؟ کس کے ساتھ جڑا تھا اس کا نصیب..؟ کیا رہ جائے گا اس کا محافظ سے ادھورا عشق یا پالے گی وہ منزل..؟ یہ سب وقت کے ہاتھ میں تھا اور وقت بہت جلد فیصلہ سنانے والا۔ عدالت لگ چکی تھی، منتظر تھے کہ وقت پین کی نب توڑتا ہے یا نہیں..

اس سے پہلے کہ مزید سوچیں اس کا احاطہ کرتیں سمیع منہاج، نکاح خواں اور چند گواہوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ نکاح خواں کو دیکھ کر کب سے بہتے آنسوؤں میں روانی آگئی، دل نے شدت سے کسی معجزے کے لیے رب کو پکارا تھا۔ لیکن کون جانے یہ دعا عرش تک پہنچی یا وہی سے لوٹا دی گئی۔

دھیرے دھیرے چلتے وہ عائشہ کے پاس آکر رکا تھا اور عین اس کے سامنے بیٹھا۔ نکاح خواں کو نکاح شروع کرنے کا بولا۔

"عائشہ ارتضیٰ ولد ارتضیٰ احمد آپ کا نکاح سمیع منہاج اضہاک شاہ ولد منہاج
اضہاک شاہ کے ساتھ سکہ رائج الوقت پچاس لاکھ روپے طے پایا ہے، کیا آپ
کو یہ نکاح قبول ہے؟"

گھونگھٹ کے اندر چھپا اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، آنکھیں میں برسات امد
آئی تھی، لب کچھ بھی کہنے سے انکاری تھی، ہاتھوں میں واضح کیکپاہٹ
تھی.. قربانی دینا کب آسان ہوتا ہے، لیکن جب حکم ہو جائے تو سر تسلیم خم
کرنا پہ پڑتا ہے...

آنکھیں بند کر لی گئی، ہاتھوں کو ساکن کیا، دل دھڑکنے سے انکاری
ہو گیا، لبوں میں جنبش ہوئی اور ایک بار الفاظ ادا ہوئے....

"قبول....."

لیکن اس سے پہلے کہ وہ مکمل کرتی ان الفاظ کو دروازہ دھاڑ کی آواز سے
کھلا۔ سب کی نظریں آنے والے کی طرف اٹھیں، جس مے چہرے پہ
ہوائیاں اڑی ہوئی تھی۔ سمیچ نے غصہ میں اٹھ کر فوراً اس کا گریبان پکڑا۔

"کون مر گیا ہے تمہارا...؟ جو تم یوں منہ اٹھائے اندر گھسے آرہے ہو، اندھے
ہو نظر نہیں آتا کیا..؟ لگتا تمہیں جان پیاری نہیں ہے..؟ تمہارا قصہ آج تمام
کر دیتے ہیں۔۔ دلاور، کہاں مر گئے ہو..؟ پستول لاؤ ابھی کے ابھی"

سمیع منہاج نے دھاڑتے ہوئے اسے ایک گھونسا مارا تو وہ زمین پہ گر گیا پھر
اس پہ لاتوں کی بارش کردی۔ عائشہ نے زخمی نگاہوں سے اس دندے کو
دیکھا جس کے لیے انسان اور جانور برابر تھے۔

"سس سس سر وہ وہ گودام پہ ریڑ ہوئی ہے..."

فیضی نے کراہتے ہوئے اسے اپنے آنے کی وجہ بتائی تو اس کا اوپر کو اٹھا
ہوا ہاتھ ہوا میں معلق ہو گیا۔ شہد رنگ آنکھوں میں غصہ ابھرا۔ پاس پڑی
کرسی اٹھا کر دیوار میں ماری، سب ہی اس کی حرکت پہ سم کر رہ گئے..

"نالائقوں، حرام خوروں... تم لوگوں کو بھونکنے کے لیے رکھا ہوا

ہے میں نے..؟"

سمیع نے بولتے ہوئے اسے دوبارہ لات ماری تو وہ دوہرا ہو گیا۔۔

"مولوی صاحب آپ تھوڑی دیر باہر انتظار کریں، میں ذرا معاملہ دیکھ

لوں..."

مولوی صاحب کو باہر بھیجتا وہ عائشہ کی طرف متوجہ ہوا، جو گھونگھٹ اٹھائے
لال انگارہ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی..

"ارے رانی، کیوں رو رہی ہیں؟ میں بس ابھی گیا اور ابھی واپس آیا.."

لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ دروازہ کھول کر باہر کی جانب بڑھ گیا، فیضی نے

بھی اس کی پیروی کی۔

عائشہ نے دل سے اس کے نہ لوٹنے کی دعا کی تھی، لیکن کون جانے یہ دعا قبول ہوئی یا آئندہ کے لیے رکھی گئی تھی۔ قسمت دروازے پہ کھڑی اس مضبوط چٹانوں والی لڑکی کی قسمت پہ مسکرا رہی تھی۔ کھڑکی سے جھانکتا سورج بھی ایک کہانی لیے اب غروب ہو رہا تھا اور نئی امید کا سراپکڑا کر جا رہا تھا کہ آنے والا سورج خوشیوں کی نوید ہوگا....

"عثمان، تم یہاں ٹیم سنبھالو۔ میں ذرا مینشن کا چکر لگا کر آؤں آج اس کا جو بھی پلان ہے وہ چوپٹ ہوگا.."

عثمان کو ہدایت دیتا منہ پہ رومال لپیٹے وہ گودام کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ فوج نے آن کی آن میں پورے گودام سے منشیات اور اسمگلنگ شدہ چیزیں برآمد کی تھیں، اور فوراً سے پہلے انہیں وہاں سے ہٹایا گیا۔ کوئی بھی ادارہ سو فیصد مخلص لوگوں سے نہیں بھرا ہوا۔ لیکن جہاں پانچ لوگ غدار ہیں وہاں باقی پچانوے لوگ وفادار بھی ہیں۔ فوج پاکستان کا سب سے مخلص ادارہ ہے۔ چاہے وہ بری ہو، بھری ہو یا پھر ہوائی۔ محافظ ہونا آسان نہیں ہوتا اگر روز ایک محافظ جان دیکر اس وطن کی آبیاری کرتا ہے تو اس کی جگہ پہ پچاس محافظ نئے آجاتے ہیں۔ دل میں یہ جذبہ نہیں ہوتا کہ ہمیں نقصان ہوا بلکہ یہ جذبہ ہوتا کہ وہ بازی لے گیا۔

جب تک سمیع فیضی کے ساتھ وہاں پہنچا، سارا گودام خالی کر لیا گیا۔ وہ پورے گودام میں پاگلوں کی مانند گھوم رہا تھا۔

"یہ سالے، کمینے کبھی نہیں سدھریں گے۔ انہیں اب بھی چین نہیں آیا؟

کیوں یہ چاہتے ہیں کہ یہ اذیت ناک موت مریں.."

سمیع نے پاس پڑی ایک کرسی کو پاؤں سے ٹھوکر مارتے انہیں گالیوں سے

نوازا۔ ہاتھوں کی مٹھیوں کو زور سے بھینچے وہ غصہ ضبط کرنے کی کوشش

میں تھا۔ شہد رنگ آنکھیں لال انگارہ بنی ایک الگ ہی منظر پیش کر رہی

تھی۔ کرسی پہ بیٹھ کر بالوں کو مٹھیوں میں جھکڑے چہرہ گھٹنوں میں چپا لیا۔

فیضی کو بے ساختہ اس کی حالت پہ ترس آیا تھا۔

"سسر..."

فیضی نے ہمت کر کے اسے پکارا تو اس نے لال انگارہ ہوئی آنکھیں اٹھا کر
اسے یوں دیکھا جیسے سالم نکل جائے گا اور فیضی تو ایسے ہو گیا جیسے کاٹو تو
بدن میں لہو نہیں۔

"فیضی، جس نے یہ حرکت کی ہے۔ مجھے وہ چاہیے ہر حالت میں زندہ یا
مردہ۔"

فیضی نے ایک نظر افسوس سے اس سفاک انسان کو دیکھا جس کا وقت اب
الٹا چلنے والا تھا، اور اقرار میں سر ہلایا۔

یہ وقت کبھی کبھار بہت ظالم ہوتا ہے، جب ڈور اس کے ہاتھ میں تھما دی
جاتی ہے تو سارے فیصلے یہی کرتا ہے۔ کس کو عروج کا حقدار ٹھہرانا؟ اور
کسے زوال کی نظر کرنا؟ یہ سب وقت طے کرتا ہے۔ سفاک انسان کو وقت

کونسا رستہ دینے والا تھا یہ دیکھنا باقی تھی؟ کونسی بازی اب اس کے ساتھ کھیلی جانی تھی؟ کون سی ڈور کہاں پہ کٹنی تھی؟ یہ سب اب طے ہونا باقی تھا۔ کیونکہ فیصلہ تو لکھا جا چکا تھا بس سننا باقی تھا۔

اچانک کچھ یاد آنے پہ وہ کرسی سے اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ فیضی نے بھی اسی کے قدموں کے نشان پہ پاؤں رکھتے باہر کی راہ لی...

دور افق پہ سورج ایک نئی کہانی لیے غروب ہو رہا تھا، اور نئی کہانی بننے کے لیے ابھرنے کا منتظر تھا۔ چرند پرند سب اس نئی کہانی کے منتظر تھے جو بہت جلد وقت کے سفید پنوں پہ سیاہ روشنائی سے لکھی جانی تھی۔ لیکن یہ کہانی کس کے حق میں ہوگی؟ یہ کہانی خود بتائے گی۔

ڈبل سائز بیڈ پہ کالے سوٹ میں سوگوار سا حسن لیے ، وہ ابھی ابھی گھٹنوں
میں سر دیے رونے کا شغل پورا کر رہی تھی۔ دل ابھی ابھی کسی معجزے کا
منتظر تھا۔ کہیں دور دل میں ایک امید تھی کہ اس کا محافظ، اس کا رہنما
آئے گا اسے بچانے۔۔ سرخ آنکھیں اور لال ہوتی ناک اس کے رونے کی
چغلی کھا رہی تھیں۔ قسمت کے اس کھیل پہ وہ اگلی چال کی منتظر تھی۔۔

"شہزادیوں کو بھی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔۔"

اس سے پہلے کہ سوچوں کا دھارا مزید وسیع ہوتا اچانک لان میں کھلتی کھڑکی پہ کسی کا گمان گزرا۔ ہیزل گرین آنکھوں کو چھوٹا کیے وہ معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی، جب کوئی کھڑکی کھول کر اندر داخل ہوا۔ اتنی مضبوط تو وہ تھی کہ اب ہر مشکل کو سہ لیتی۔ اس نے اچھنبے سے آنے والی شخصیت کو دیکھا۔ خاکی پیٹ کے ساتھ، بلیک شرٹ پہنے چہرے کو رومال سے ڈھکے، براؤن آنکھوں میں ایک الوہی چمک لیے وہ فرصت سے عائشہ کو دیکھنے میں لگن تھا۔

دھیرے دھیرے چلتا وہ بیڈ کے پاس آکر رکا۔ عائشہ جو ابھی کچھ کہنے والی تھی، اس کے رومال ہٹانے پہ الفاظ لبوں پہ دم توڑ گئے۔ آنکھیں حیرت سے پھیلی۔ دل یقین کے سمندر میں غوطہ زن ہوا کہ معجزے یوں بھی ہوا

کرتے ہیں۔ آنکھ سے تشکر کے آنسو بہے تو مقابل کا دل جیسے کسی نے
مسٹھی میں جھکڑ لیا ہو، تکلیف کے آثار چہرے پہ نمایاں تھے۔

"مم مم میجر آپ بی یہاں..؟"

عائشہ نے اٹکتے ہوئے الفاظ ادا کیے۔ دل ابھی بھی کسی خدشے کے زیر اثر
تھا۔ ایسا لگا کہ یہ خواب ہے جو ابھی محو ہو جائے گا اور حقیقت تو اس سے
بھی زیادہ تلخ ہے۔

"جی، میں میجر حیدر علی خان.. اب فوراً سے پہلے یہ دوپٹہ اوڑھیں، ہمیں
نکلنا ہے اس کے آنے سے پہلے۔"

حیدر نے اس کی آنکھوں سے نظریں چراتے پاس پڑا دوپٹہ اس کی جانب بڑھایا جو اس نے چپ چاپ تھام لیا۔ دوپٹہ کو اچھی طرح خود پہ اوڑھے وہ منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی، جو کھڑکی سے نیچے دیکھنے میں مگن تھا۔ عائشہ کو آنے کا اشارہ کیا اور اسے باہر لٹکے پائپ سے نیچے اترنے کا اشارہ کیا، خود بھی اسی کی پیروی کی...

دور افق پہ سورج ڈوب چکا تھا۔ اپنے ساتھ ایک داستان کو لیکر امر ہو گیا تھا، اب ایک نئی داستان لیے اگلی صبح ایک نیا سورج طلوع ہونا تھا جو کئی راز افشاں کرنے والا۔

آسمان کی سرخی سورج کے غروب کی علامت تھی، جو سب کو یہ پیغام دے رہا ہے کہ ہر عروج کو ایک نہ ایک دن زوال آنا ہی ہے۔ اعمال پہ منحصر ہوتا ہے کہ کس کا زوال کیسا ہوگا..؟

افق پہ بادلوں کے پیچ چاند جگمگا رہا تھا۔ کہیں کہیں ستارے بھی اپنا مکھڑا دکھا دیتے ہیں۔ ٹھنڈی ہوا ایک الگ اور روح پرور منظر پیش کر رہی تھی۔ کھرکی سے جھانکتا چاند بھی لاونج کی دیواریں روشن کرنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ لاونج میں جھانکو تو وہ سب صوفوں پہ پریشان حال اس آفت کے منتظر تھے۔ جس میں ان سب کی جان تھی۔ مہمانوں کو سمجھا بچھا کر جیسے بھیجا گیا یہ صرف وہی جانتے تھے۔ صبح سے رات ہونے کو آئی تھی لیکن اس کی کوئی خبر نہ تھی، آنکھیں ابھی ابھی دہلیز پہ لگی ہوئی تھی کہ ابھی وہ کہیں سے بھاگتی ہوئی آئے گی۔ اور واقعی ہی کچھ لمحے قبولیت کے ہوتے ہیں۔۔۔

لاونج کا دروازہ کھلا، سب نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ آنے والی شخصیت کو دیکھ کر سب کی آنکھیں ساکت ہو گئیں... کالے سوٹ میں وہ ٹوٹی، بکھری دروازے پہ کھڑی تھی، جسے دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس گئی تھی۔ ہانیہ بیگم تو اس کی حالت دیکھ کر ڈھے سی گئی۔ بھاگ کر عائشہ کو گلے لگایا ایسے لگا کہ صدیوں کے پچھڑے آج ملے ہیں، دروازے پہ کھڑے حیدر کی آنکھیں بھی یہ منظر دیکھ کر نم ہوئی تھی۔ سب نے تشکر سے اس فرشتے کی طرف دیکھا تھا جو وسیلہ بنا تھا۔ باری باری سب سے ملنے کے بعد اب وہ ہانیہ بیگم کی گود میں سر رکھے سعد کو گزری داستان بیان کر رہی تھی جو پاس ہی نیچے بیٹھا ہوا۔

سدرہ کچن میں کھانا بنانے کی تیاری کر رہی تھی۔

"شیری مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے، لیکن اکیلے میں.."

شہریار اور حیدر بیٹھے کسی مسئلے کو ڈسکس کر رہے تھے۔ جب حیدر نے اسے کہا تو شہریار نے اچھنبے سے اسے دیکھا جس کے چہرے پہ مذاق کی رمق تک نہ تھی۔ وہ دونوں اٹھ کر باہر کی جانب بڑھ گئے، ارتضیٰ اور مرتضیٰ نے بیک وقت حیرت سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"سدرہ، آپ عاشی گریا کو روم میں لیکر جاؤ..."

شہریار نے تھوڑی دیر بعد لاونج میں داخل ہوتے سدرہ کو پکارا تو سب نے اسے استعجاب سے دیکھا لیکن شہریار نے سب کو آنکھوں سے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ سدرہ اسے ساتھ لیتی لاونج سے باہر نکل گئی۔

"شہریار، حیدر کیا بات ہے بیٹا؟ آپ دونوں پریشان لگ رہے ہیں..."

مرتضیٰ صاحب نے حیدر اور شہریار کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔ انہیں کچھ غلط ہونے کی بو آ رہی تھی۔

"جی پاپا، وہی بات کرنی ہے اب۔۔ لیکن آپ لوگ پلیز سمجھیے گا اس بات کو پہلے، پھر فیصلہ کیجیے گا۔"

"شہریار، حیدر کیا بات ہے بیٹا؟ آپ دونوں پریشان لگ رہے ہیں..."

مرتضیٰ صاحب نے حیدر اور شہریار کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔ انہیں کچھ غلط ہونے کی بو آ رہی تھی۔

"جی پاپا، وہی بات کرنی ہے اب۔۔ لیکن آپ لوگ پلیز سمجھیے گا اس بات کو پہلے پھر فیصلہ کیجیے گا۔"

شہیار نے مرتضیٰ صاحب کے پاس بیٹھتے ہوئے جواب دیا اور ساتھ ہی حیدر جو بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"شیری پھیلیاں کیوں بجھوا رہے ہو۔۔؟ آخر بتاؤں تو کیا ہے بات ہے۔۔؟
عائشہ کہاں تھی اتنی دیر۔۔؟"

ارتضیٰ صاحب نے تنگ آکر غصے میں اتنے سوال ایک ساتھ ہی کر دیے
تھے، جس پہ حیدر نے بے ساختہ تھوک نگلا تھا۔

"پاپا، چھوٹے پاپا اور چھوٹی ماں حیدر عاشی سے شادی کرنا چاہتا ہے.."

شہریار کے اس انکشاف پہ سب کے منہ حیرت سے کھلے، آنکھوں میں حیرانگی

سموئے باری باری حیدر اور شہریار کو دیکھا جو اب نظریں جھکائے بیٹھے ہوئے

تھے۔

"شہریار، کیا مذاق کر رہے ہیں آپ..؟ آپ کو معلوم ہے کہ آپ بول کیا

رہے ہیں..؟"

ارتضیٰ صاحب غصے سے دھاڑے تھے تو حیدر کے دل میں ہزاروں دسو سے

جتم لینے لگے۔ یہ قطعی آسان مرحلہ نہیں تھا۔

"جی، چھوٹے پاپا میں جانتا ہوں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور میں نے کافی سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے، اور اسی میں عائشہ کی بھلائی بھی ہے۔"

شہیار نے آنکھوں سے حیدر کو حوصلہ دیتے ہوئے، ارتضیٰ صاحب کو جواب دیا۔

"کیا آپ اپنے اس فیصلے کی وضاحت کرنا پسند کریں گے؟"

مرتضیٰ صاحب کے جواب پہ اس نے عائشہ کے اغوا سے لیکر رہائی تک کی ساری کہانی سنا دی۔ جسے سن کر وہاں موجود ہر شخص کی آنکھوں میں فکر اور پریشانی ابھری تھی کہ اگر حیدر کو آنے میں دیر ہو جاتی تو غضب ہو جاتا۔

"لیکن شیری بیٹا، عائشہ کو کون سمجھائے گا؟"

ہانیہ بیگم نے شہریار کو دیکھتے ہوئے دل میں آئی پریشانی کا اظہار کیا۔

"مما آپ اس کی ٹینشن نہ لیں میں اور سعد مل کر سمجھا لیں گے اسے۔"

سیڑھیوں سے اترتی سدرہ نے ہانیہ بیگم کی بات کو جواب دے کر سعد کی طرف دیکھا تو بدلے میں اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"شہریار، سدرہ اور سعد آپ تینوں عائشہ سے بات کر لیں اور پرسوں شام کی تاریخ رکھ لیں پھر نکاح کے لیے۔"

ارتضیٰ صاحب کی بات سن کر حیدر کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی جسے وہ بروقت چھپا گیا، دل میں موجود پریشانی کہیں جا سوئی تھی۔

"لیکن انکل میں چاہتا ہوں کہ آپ پرسوں ہی رخصتی کر دیں۔۔"

حیدر کی بات پہ سب نے ایک ساتھ اسے دیکھا تھا جیسے اس کی بات پہ یقین کرنا چاہ رہے ہو۔۔

"انکل، دوبارہ ایسا کچھ نہ ہو اس کے لیے یہ ضروری ہے، امیں ہے آپ سمجھیں گے ورنہ مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔"

"ہممم، ٹھیک ہے پرسوں ہی سب کچھ طے کر لیا جائے گا۔ عائشہ کی حفاظت ہمارے لیے زیادہ ضروری ہے۔ اور حیدر آپ میرے ساتھ آئے مجھے کچھ بات کرنی ہے۔۔"

ارتضیٰ صاحب سب کو جواب دیتے کمرے کی طرف بڑھ گئے تو حیدر نے
بھی اٹھ کر ان کی پیروی کی..

چاند کی روشنی میں چمکتی وہ سفید عمارت ایک الگ ہی منظر پیش کر رہی
تھی۔ مُٹمٹاتے ستاروں کا عکس لان میں موجود پول کے پانی میں ایک الگ ہی
رقص پیش کر رہا تھا۔ پھول، پودے سب ہی جشن منا رہے تھے کسی کی ہار
پہ اور کسی دوسرے کی جیت پہ..

مرکزی گیٹ کھلا، بیک وقت آگے پیچھے دو گاڑیاں پورچ میں آکر رکیں۔ اسی
کالے سوٹ میں ملبوس ایک ہاتھ سے فون کان سے لگائے وہ گاڑی کا

دروازہ کھولے باہر نکلا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی جانب بڑھ گیا دل کسی انہونی کا خدشہ ظاہر کر رہا تھا، اس کے پیچھے ہی فیضی نے بھی کار سے نکل کر اندر کی جانب قدم بڑھائے۔

لاونج میں داخل ہوتے ہی گواہوں اور مولوی کو ابھی تک وہی بیٹھے پایا، تو دل کو تسلی ہوئی کہ شاید جیسا گمان کر رہا ہوں وہ درست نہ ہو۔ لیکن کیا معلوم تھا دل کبھی بھی جھوٹ نہیں بولتا اس کی لازمی سننی چاہیے۔ فیضی کو اشارہ کرتا وہ لاونج سے گزر کر وہ اوپر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا، فیضی نے دل میں اپنی سلامتی کی دعا کی تھی۔

"را....."

دروازہ کھولتا اس کا ہاتھ پل میں رک گیا۔ لب وا کئے وہ سامنے موجود خالی کرسی کو تک رہا تھا جس پہ رسی پڑی تھی اور ساتھ ہی ایک صفحہ بھی موجود تھا۔ دل سکڑ کر پھیلا تھا، شہد رنگ آنکھوں میں غصہ اور جنون جھلملانے لگا، غصے سے مٹھیاں بھینچے وہ قدم قدم چلتا آگے بڑھا اور کرسی پہ پڑا صفحہ اٹھا کر کھولا۔ پیچھے آتے فیضی نے بے اختیار اپنے دل پہ ہاتھ رکھے سلامتی کی دعا مانگی تھی۔

"تمہیں کیا لگا ہمیں شکست دینا اتنا آسان ہے..؟ ہم محافظ ہیں اور محافظوں کی چار آنکھیں ہوتی ہیں، منصوبہ بندی تو اچھی تھی لیکن کام نہیں آئی۔ اگلی بار کوشش کرنا.."

سفید صفحے پہ لکھے یہ کالے الفاظ اسے اشتعال دلانے کے لیے کافی تھے..

"کیوووووووووووووووووووو...؟ آخر کیوووووووووووووووووووو...؟"

پاس پڑی کرسی کو زور سے لات مارتا وہ دھاڑا تھا، فیضی نے سہم کر اسے دیکھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا، میں نہیں ہار سکتا..."

ڈریسنگ کے شیشے پہ زور سے ہاتھ مار کر وہ پھر چلینا تھا۔ جس سے شیشے کے ٹکڑے اڑ کر اطراف میں بکھر گئے اور ہاتھ سے خون بہنے لگا۔ فیضی کو اس کے لیے افسوس ہو رہا تھا، وہ انسان جس نے کبھی ہارنا نہیں سیکھا تھا آج اسے دو بار اتنی بری شکست ہوئی تو ایسا رد عمل یقینی تھا۔

"س س سر وہ وہ خو خون..."

فیضی نے ہمت کر کے اسے پکارا جو اب فرش پہ بکھری کچیوں پہ بیٹھا اپنی ہار پہ ماتم کر رہا تھا۔ فیضی کی آواز پہ اس نے جھٹکے سے لال انگارہ آنکھوں کو اٹھا کر اسے دیکھا تو فیضی کو اسے سے وحشت محسوس ہونے لگی..

"دفع ہو جاؤ یہاں سے کمینے بے غیرت، میری ہار کا جشن مناؤ جا کر۔۔ لیکن ایک بات جان لو کسی کو نہیں بخشنا میں نے، کسی کو بھی نہیں"

فیضی کو غصے سے جواب دیتا وہ دوبارہ اس صفحہ میں موجود الفاظ کو پڑھتا

دیوانہ وار ہنسنے لگا۔

ورلڈ کے بادشاہ کو یہ لوگ دھمکی دیں گے ، ہاہاہاہاہاہاہا، وٹ آجوک ۔۔ ہاؤ

دروازے میں کھڑے فیضی کو اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہوا تھا۔ اس پہ

انتہائے حیات سے گزرے

ہم محبت کی انتہا کے لیے

مارچ کا آخری ہفتوں کا آغاز تھا، دھوپ میں ہلکی ہلکی شدت آنا شروع ہو گئی تھی۔ کبھی کبھار آسمان پہ بادلوں کا بسیرا ہوتا تو موسم خوشگوار ہو جاتا ورنہ یوں معلوم ہوتا کہ گرمیوں کا آغاز ہے۔ چرند پرند سب ہی گرمی سے بچنے کے لیے ٹھنڈی جگہ کا رخ کر رہے تھے، آسمان پہ چمکتے سورج میں جب شدت آتی تو یوں لگتا کہ شاید اس نے شرط لگا رکھی ہے۔

نیا سورج نئی منزلوں اور نئی امیدوں کا جواز تھا۔ پچھلا سورج جہاں بہت سے راز لیے غروب ہوا تھا وہی یہ سورج نئے خواب اور نئی کہانی لکھنے کے لیے ابھرا تھا۔ بہار کے پھول دھیرے دھیرے مرجھانا شروع ہو گئے تھے۔ ان کی جگہ لینے کے لیے کئی اور مسافر تیار کھڑے تھے، یہی فطرت انسان ہے اور یہی دستور کائنات بھی۔

دوسری منزل پہ موجود فلیٹ کی کھلی کھڑکی سے اندر جھانکو تو وہ رف سی ٹی شرٹ میں ملبوس ، ہاتھوں میں سر گرائے افسردہ سا صوفے پہ بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے میز پہ کھانے کے برتن ویسے ہی پڑے ہوئے تھے کسی نے اٹھانے کی زحمت نہیں کی تھی۔ فلیٹ کا بیرونی دروازہ کھولے حیدر اندر داخل ہوا تو اسے یوں بیٹھے دیکھ اچھنبا ہوا۔ دروازہ بند کرتا وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا عین اس کے سامنے آکر رکا لیکن مقابل نے کوئی خاطر خواہ توجہ نہ دی تو حیدر نے آنکھوں میں حیرانگی سموئے اسے گھورا تھا۔

"اے او ، تجھے کیا لقمہ مار گیا ہے جو یوں گندہ سا منہ بنا کر بیٹھا ہے۔۔"

پاس ہی صوفے پہ بیٹھ کر اسے ہلایا جس نے شاید مردوں کے ساتھ شرط لگائی ہوئی تھی۔

"میرا منہ ہی ایسا ہے، تو دور رہ مجھ سے بس.."

عثمان نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے غصے سے گھورا تھا تو حیدر نے اپنی ہنسی ضبط کی، ورنہ اس سے کچھ بعید نہیں تھا کہ مارنا شروع کر دیتا۔

"یارrrrr عثمان بتاؤ نہ، کیا ہوا ہے..؟ کیوں بیویوں کی طرح منہ پھلا کر بیٹھا

ہے؟"

"مجھے غدار دوستوں کی بیوی بننے میں کوئی دلچسپی نہیں، اسی کو ہی بنا جس

کو دلچسپی ہو.."

حیدر بخوبی جان گیا تھا کہ عثمان کا منہ کیوں بنا ہوا ہے.. اس کی بات پہ
حیدر کا فلک شکاف قمقہ بلند ہوا تو عثمان نے اس کے کندھے میں مکا
جھڑا..

"یار عثمان، سیریسلی تم اس وجہ سے منہ بنا کر بیٹھے ہو کہ تمہیں بتایا نہیں
میں نے۔ سیریسلی یار مجھے خود بھی سمجھ نہیں آئی کہ میں نے یہ فیصلہ کیسے
کیا، ابھی تک میں خود بھی شک کی کیفیت میں ہوں.."

حیدر نے اسے تفصیل سے آگاہ کیا تو عثمان نے لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ
سجائے اسے غصے سے دیکھا..

"بس کر رہنے دے اب، زیادہ خود کا دفاع کرنے کی ضرورت نہیں ہے،

یہی اگر طلحہ ہوتا نا..."

اس سے پہلے وہ اپنی بات پوری کرتا حیدر کی آنکھوں میں موجود بے بسی اور نمی

دیکھ کر بات ادھوری چھوڑ گیا۔

یادوں کے حاشیے بھی بہت اہم ہیں محسن

دیک لگی کتاب کو ذرا آہستہ کھولے

"حیدر..."

"یار عثمان یہی تو مسئلہ ہے کہ طلحہ نہیں ہے، اگر وہ ہوتا تو شاید کچھ بھی ایسا نہ ہوتا۔۔۔"

حیدر نے آنکھوں میں آنے والی نمی کو اندر اتارتے بے بسی سے جواب دیا۔

"اچھا یار بس کر، وہ جہاں بھی ہوگا بہت خوش ہوگا۔۔ اور اٹھ چل کچھ شاپنگ بھی کرنی ہے مجھے، آخر میرے یار کا ویاہ ہے۔۔ میرے یاروں کی شادی ہے"

عثمان حیدر کو بولتا اور گنگناتا ہوا باہر نکل گیا۔

"ان شاء اللہ، ہا ہا ہا ہا ہا، پیسے اپنے لینا میرے پاس نہیں ہیں بالکل بھی، نہ ہی میں تجھ پہ ایک بھی پیسہ لگانے والا ہوں۔۔"

حیدر نے بھی اسے اونچی آواز سے جواب دیتے ہوئے اس کی پیروی کی..

ہلکے سرخ رنگ کے فراک اور کالے ٹراؤزر میں ملبوس، لمبے بال پشت پہ
بکھیرے وہ لان میں پھولوں کے پاس بیٹھی ڈائری پہ جھکی کچھ لکھنے میں
مصروف تھی۔ آنکھوں میں ہمیشہ رہنے والی الوہی چمک جو اس کی شخصیت
کا خاصہ تھی، موجود تھی۔ ہوا سے اڑتے ڈائری کے پنے ایک الگ ہی سر
بکھیر رہے تھے، پھولوں کی بھینی بھینی مہک اور ان پہ رقص کرتی تتلیاں
ایک پرفسوں منظر پیش کر رہی تھیں۔

کبھی جو وہ چہرہ اٹھا کر بالوں کی لٹ پیچھے کرتی تو سورج بھی اس کی اس
حرکت پہ شرما جاتا تھا۔ ہوا میں رقص کرتے پودے اس کی آزادی پہ نغمہ زن
تھے۔ کوئی اگر کوئی اس لڑکی کو ایک بار دیکھ لیتا تو دوبارہ دیکھنے کی سعی ضرور
کرتا۔ ڈائری پہ بکھرے بال ہوا سے پرے ہٹے تو سفید پنوں پہ کالے الفاظ
نمایاں ہوئے۔

"لو تمہام لو ہاتھ...."

لے چلو مجھے وہاں

جہاں لوگ خواب بنتے ہو

جہاں تتلیاں محو رقص ہو

پھولوں پہ نمی سی رہ جائے

آؤ چلیں وہاں...
جہاں پرندے نغمہ گو ہو
جہاں پھولوں کی خوشبو ہو
پتیوں کی نرمی محسوس کریں
آؤ نا وہاں چلتے ہیں...
بوندوں کو محسوس کرنے
برف کو ہاتھ سے چھونے
آنکھوں میں اک جہاں سمونے
پہروں چاند میں عکس ڈھونڈنے
چلو وہاں چلتے ہیں....
چلو وہاں چلتے ہیں..."

وہ ہیزل گرین آنکھوں والی لڑکی ارد گرد سے بے نیاز ڈائری پہ جھکی اپنی
خواہشوں کو لفظوں کے دھارے میں پرو رہی تھی۔۔۔ لاونج کی کھڑکی سے
جھانکتے شہیار نے جب اسے یوں محو دیکھا تو مسکرا دیا اور کھڑکی کے آگے سے
ہٹ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لاونج کے دروازے سے لان کی طرف آتا دکھائی دیا، عائشہ
کے پاس آکر رکا اور دھیرے سے اسے پکارا۔

"عاشی گڑیا..."

وہ جو پوری طرح محو ہو کر لکھ رہی تھی شہیار کی آواز پہ چونک گئی۔ سر اٹھا
کر اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"گڑیا مصروف لگ رہی ہو بہت.."

شہریار نے اس کے پاس گھاس پہ بیٹھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ سے فضا میں ایک الگ ہی خوشگولیت کا احساس جگا۔

"نہیں، مصروف نہیں ہوں فارغ تھی تو سوچا کچھ لکھ لوں۔۔ آپ بتائیں کوئی کام تھا..؟"

عائشہ نے ڈائری بند کر کے شہریار کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ہاں گڑیا، مجھے ایک ضروری بات کرنی تھی بلکہ پوچھنی تھی.."

"جی جی ، بتائیں کیا بات ہے..؟"

"عاشی گریا اگر ہم آپ کے لیے کوئی فیصلہ لیں تو..؟"

"ارے شیری بھائی آپ لوگ میرا بھلا ہی سوچیں گے، آپ کا ہر فیصلہ

منتظر ہوگا مجھے"

شہریار فخر سے اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا تھا جس میں سب کی جان بستی

تھی۔

"اگرپا، حیدر آپ کو پسند کرتا ہے اور آپ سے شادی کرنا چاہتا ہے باقی سب کو اس سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ ہاں کریں گی تو ہی ہم ہاں کریں گے ورنہ منع کر دیں گے۔"

عائشہ نے شہریار کی بات پہ آنکھیں پھاڑے اسے یوں دیکھا جیسے وہ ایلین ہو یا کسی دوسرے سیارے سے آئی کوئی مخلوق۔۔

"عائشہ منہ تو بند کریں یا ررر اور اپنا فیصلہ بتائیں"

"شیری بھائی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، جس میں آپ سب کی خوشی میں بھی خوش۔۔"

"مجھے فخر ہے آپ پہ گڑیا، خوش رہو ہمیشہ اور ہاں نکاح اور رخصتی کل ہے
میرے اور سدرہ کے ولیمے کے ساتھ ہی.."

"اتنی جلد دد دد دد دد دد دد دد، اف میں نے تو شاپنگ بھی نہیں کی۔۔ ابھی جاتی
ہوں.."

شہیار کو بولتی وہ ڈائری اٹھا کر اندر بھاگ گئی تو شہیار اس کی اس حرکت پہ
مسکرا دیا۔

"جھلی... بس اللہ جی نصیب اچھے کریں"

کچھ دعائیں وقت آنے پہ ہی قبول ہوتی ہیں۔ خدا جانے عائشہ کے حق میں کی جانے والی یہ دعا عرش تک گئی تھی یا درمیان سے ہی پلٹ آئی تھی۔

افق پہ ایک نیا سورج، نئی امنگوں اور خوشیوں کو لے کر طلوع ہوا تھا۔ وہ سورج جو ایک نئی کہانی کا آغاز اور اس کا اختتام لکھنے والا تھا۔ ایک اور دن کا آغاز ہوا تھا جو نجانے اپنے اندر کتنے راز سموئے والا تھا۔ اس عمارت کو دیکھ کر ہر ذی روح ایک پراسرار مسکراہٹ پیش کر رہا تھا، نجانے اب کونسی نئی داستان رقم ہونے والی تھی۔ چھپاتے پرندے اور جھومتے درخت نئی کہانی کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

بالائی منزل پہ موجود کمرے میں وہ میرون رنگ کی میکسی زیب تن کیے
بظاہر تو آئیے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی، لیکن ہیزل گرین آنکھیں نجانے
کہاں کھوئی ہوئی تھیں۔ ہلکے ہلکے میک اپ میں بہت پیاری لگ رہی تھی
اگر چاند بھی اسے دیکھتا تو شرما جاتا۔ پاس ہی ہلکے گرین رنگ کی میکسی میں
ملبوس سدرہ اس کے سر پہ دوپٹہ سیٹ کر رہی تھی۔ جب کہ ذلے بیڈ پہ
بیٹھی اس کی سوچوں کو پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"عاشی گڑیا کیا بات ہے؟ اتنی کھوئی کھوئی کیوں ہیں..؟"

سدرہ نے جب اسے یوں ہر چیز سے بے نیاز شیشے کو گھورتے دیکھا تو اسے
بلالے بغیر نہ رہ سکی۔

"نہیں کوئی بات نہیں ہے، بس ویسے ہی سب جلدی جلدی ہو رہا ہے

تو۔۔"

عائشہ کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر سدرہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے

لگایا۔۔

"میری جان، میری گڑیا یہ ضروری تھا۔ آپ کونسا دور جا رہی ہو اسی شہر میں

ہونگی۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے آرمی والا مل رہا ہے۔۔"

سدرہ کی آخری بات پہ عائشہ کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ لب لب

اختیار اوہ کے انداز میں ڈھلے۔

"چڑیل رونا بند کر، حیدر بھائی تجھے دیکھ کر ڈر جائیں گے.."

ذلے جو کب سے چپ بیٹھی سب دیکھ رہی تھی اب اسے ٹوکنا ضروری سمجھا۔

"تم میری طرف ہو یا اپنے اس لاڈلے بھائی کی طرف...؟"

عائشہ نے اسے شیشے سے گھورتے ہوئے استفسار کیا جس پہ وہ کھسیانی ہنسی ہنس دی۔

"تمہاری طرف داری بہت کر چکی، اب میں اپنے بھائی کی طرف ہوں.."

عائشہ نے آگے سے بس منہ بنانے پہ اکتفا کیا۔

تھوڑی دیر بعد بارات آنے کا شور اٹھا تو ذلے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ پہلی بار آج اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی، شیشے کے سامنے سے ہٹتی وہ کھڑکی کے پاس آکر باہر جھانکنے لگی۔ حیدر پہ نظر پڑتے ہی گویا سب کچھ ساکن ہو گیا، آرمی کی میس کٹ میں ملبوس وہ کافی وجیہ لگ رہا تھا، چہرے پہ مخصوص مسکراہٹ سجائے وہ اب شہریار سے مل رہا تھا۔ یہ وردی تو عائشہ کی کمزوری اور جنون تھا۔ حیدر نے جب خود پہ کسی کی نظریں محسوس کی تو بے اختیار نظریں اوپر کھڑکی کی طرف اٹھیں تو پلٹنا بھول گئیں، وہ دشمن جان لگ ہی اتنی پیاری رہی تھی۔ حیدر کے دیکھنے پہ وہ جلدی سے کھڑکی کے سامنے سے ہٹی تو حیدر کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

کھرکی کو بند کرتی وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی پاس موجود رائٹنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی۔ ڈائری پہ جھکے کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔

"محبت چاند ہے

چاند میں تیرا عکس

محبت ستارہ ہے

ستارے میں مُسماتے تم

محبت خوشبو ہے

خوشبو بھی فقط تیری

محبت لمس ہے

میرے ماتھے پہ تیرے ہونٹوں کا"

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ اس کے بابا، مولوی صاحب اور چند گواہوں کے

ساتھ روم میں داخل ہوئے -----

جہاں وہ گھونگھٹ سے خود کو ڈھکے بیٹھی تھی۔ پاس ہی ذلے اور سدرہ بھی

بیٹھی ہوئی تھیں۔

شاید وہ پہلی لڑکی تھی جس کا دل کر رہا تھا اپنی شادی والے دن ناچنے

کو۔ آخر کو وہ تھی بھی تو ایسی ہی ہر فکر سے آزاد، اپنی مرضی کی مالک، سبز

عشق میں ڈوبی ہوئی...

مولوی صاحب نے نکاح کی اجازت لی تو اس کا دل بے اختیار دھڑکا تھا۔

کب سے رکے آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر رخسار پہ بہہ نکلے، سدرہ نے آگے بڑھ

کر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا۔

"عائشہ ارتضیٰ ولد ارتضیٰ احمد آپ کا نکاح حیدر علی خان ولد علی خان کے ساتھ سکھ راجؔ الوقت بیس لاکھ روپے طے پایا ہے۔۔۔ کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟؟"

اس کا دل کر رہا تھا کہ سب کو چلیخ چلیخ کر بتائے کہ
"ہاں ہاں ہاں۔۔۔ مجھے قبول ہے وہ سبز عشق میں ڈوبا ہوا لڑکا۔۔۔"

لیکن اس نے محض سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔۔۔
"قبول ہے۔۔۔"

قبول و ایجاب کے بعد بابا نے آنکھوں میں آنسو لے کر اس کے سر پہ ہاتھ
 رکھا اور بہن نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔۔۔۔۔
 آخر وہ تھی بھی تو لاڈلی۔

یہ بازی آخری بازی نہیں
 ابھی اور بہت سے میدان ہیں

تھوڑی دیر بعد اس کو حیدر کے برابر میں لاکر بٹھایا گیا تو حیدر کی نظریں پلٹنا
 بھول گئیں۔ میرون رنگ کی میکسی اور نفاست سے کیے گئے میک اپ
 میں وہ کوئی اپسرا ہی لگ رہی تھی، دل چاہا تھا کہ گھنٹوں اسے یونہی تکتا

رہے لیکن پھر عائشہ کے آنکھیں دکھانے پہ وہ حقیقت میں لوٹ آیا تھا مبادہ
کہیں وہ یہی نہ درگت بنا دے۔

کچھ رسموں کے بعد رخصتی کا شور اٹھا تو سب نے آنکھوں میں آنسو لے کر
اسے الوداع کہا۔ سعد، شہیار، سدرہ سب سے ملتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر
رودی اس کا رونا حیدر کو تکلیف دے رہا تھا، سعد کو تو سب نے بہت مشکل
سے سنبھالا تھا آخر اس کی کرائم پارٹنر رخصت ہو رہی تھی۔

اچھا چلتا ہوں دعاؤں میں یاد رکھنا

میرے ذکر کا زباں پہ سواد رکھنا

ایک عہد تمام ہوا اور ایک عہد کا آغاز ہوا۔ وقت نے پنہ پلٹا تھا اگلے کورے
کاغذ پہ سیاہ روشنائی سے ایک نئی کہانی لکھی جانی تھی۔ وقت کا پہیہ الٹا
گھومنا تھا یا سیدھا؟ یہ وقت نے خود طے کرنا تھا۔ کس کی چال الٹی ہونی
تھی؟ کس کی شہ؟ اور کسے مات ہونی تھی؟

کمرے کے وسط میں کھڑی وہ کہیں سے بھی چند گھنٹوں کی دلسن نہیں لگ
رہی تھی، پورے کمرے کو آنکھیں پھاڑے یوں گھور رہی تھی جیسے کچا کھا
جائے گی۔ کھڑکیوں کے آگے ٹنگے میروں کلر کے پردے چاند کی روشنی کو
کمرے میں آنے سے روک رہے تھے۔ کھڑکی کے عین سامنے ڈبل سائز بیڈ

جس پہ کالے رنگ کی چادر نچھی ہوئی تھی، بیڈ کو چاروں اطراف سے چنبیلی کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ بیڈ کے دائیں جانب ڈریسنگ ٹیبل موجود تھا اور اسی کے ساتھ ایک رائٹنگ ٹیبل تھا جس پہ فائلیں رکھی ہوئی تھی۔ ابھی وہ ناک منہ چڑھائے سب دیکھنے میں لگن تھی جب دروازے کے پار کسی کے قدموں کا احساس ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ بیڈ کی طرف بڑھتی دروازہ کھلا۔

عائشہ نے پیچھے مڑ کر آنے والے کو دیکھا تھا۔ بلیک میس کٹ میں ملبوس ، براؤن آنکھوں میں مخصوص چمک اور لبوں پہ مسکراہٹ سجائے وہ دروازے کے عین نیچوں پہ کھڑا تھا۔ عائشہ سے نظریں ہٹانا مشکل ہو رہا تھا وہ وردی میں لگ ہی اتنا پیارا رہا تھا ، مقابل کا بھی یہی حال تھا۔ دروازہ بند کرتا وہ قدم قدم چلتا اس کے عین سامنے آکر کھڑا ہوا تو عائشہ نے بے اختیار نظریں

جھکائی تھیں۔۔ حیدر نے حیرت سے اسے دیکھا کہ کہاں وہ بھوکی شیرنی بنی ہوتی ہے اور کہاں اب معصوم بلی بنی کھڑی ہے۔

"عاش...."

دھیرے سے ایک نیا نام لبوں سے نکلا تو عائشہ نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"آج سے آپ میرے لیے عاش ہیں اور میں آپ کا میجر.. عاش مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ کن الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کروں کہ آپ نے مجھ پہ یقین کر کے مجھے مان بخشا۔"

حیدر نے ہاتھ پکڑ کر اسے بیڈ پہ بٹھایا اور خود بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"مجھے آپ پہ یقین کرنا ہی تھا کیونکہ اللہ جی نے آپ کو تب میرے لیے بھیجا، جب میرا اس ذات کے سوا کوئی مددگار نہ تھا۔ آپ نہ آتے تو شاید..."

اس سے پہلے کہ عائشہ اپنی بات پوری کرتی، حیدر نے اسے مزید کچھ نہ کہنے کا اشارہ کیا۔

"مادام ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ اس رب کو پکاریں اور وہ آپ کو تنہا چھوڑ دے۔ آپ کا وہی سہارا ہے ہر حالت میں..."

عائشہ نے ہیزل گرین آنکھوں میں نمی سموئے اس شخص کو دیکھا تھا، جس کا ساتھ اسے سوئپ کر متعبر کیا گیا تھا۔

"محبت کا تو پتہ نہیں کہ کبھی ہوگی یا نہیں، لیکن آپ کی عزت اور حفاظت میجر حیدر کا وعدہ ہے اور حیدر جان دے دے گا لیکن آپ پہ آنچ نہیں آنے دے گا۔ آپ کی اور آپ کے سبز عشق کی حفاظت مجھ پہ فرض ہے۔"

سبز عشق کے الفاظ پہ عائشہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں، یہ سب اسے کیسے معلوم ہوا۔

"آپ سوچ رہی ہیں کہ یہ سب مجھے کیسے معلوم ہوا تو مادام میں محافظ ہوں اور محافظ ہر خبر رکھتا ہے۔۔۔"

"تھینک یو۔۔"

دھیرے سے بول کر وہ حیدر کے کندھے پہ سر رکھ کر آنکھیں موند گئی۔
حیدر نے بے اختیار کھڑکی سے جھانکتے آسمان کو دیکھ کر رب کا شکر ادا کیا۔
وہ ذات بے شک بہترین سے نوازتی ہے ...

چند دن سکون سے گزر گئے ---
عائشہ کا کالج بھی دوبارہ کھل گیا تھا ---
اس لیے اس نے کالج جانا شروع کر دیا تھا اور حیدر بھی دوبارہ سے مشن کی
طرف متوجہ ہو گیا تھا ---
غرض اب ایک کہانی مکمل ہو گئی تھی ---

ایک عہد تمام ہوا۔۔۔

ایک نئی کہانی اور نیا عہد دور کھڑا تقدیر کے فیصلے پہ مسکرا رہا تھا۔۔۔

اپریل کا آغاز تھا۔ دھوپ کی شدت میں واضح اضافہ ہو چکا تھا، دھوپ کی شدت کی وجہ سے پھول اور پودے بھی مرجھا گئے تھے۔ چرند، پرند سب دھوپ سے بچنے کے لیے پناہ گزین تھے۔ کبھی کبھار سورج کے آگے جب بادل آجاتے تو کچھ راحت کا احساس ہوتا تھا۔

وہ ہلکے نیلے رنگ کے کرتے ٹراؤزر میں ملبوس، کالے رنگ کا حجاب اوڑھے کالج کے گیٹ پہ کھڑی ذلے اور سعد کا انتظار کر رہی تھی۔ ایک کلائی میں

نیلے رنگ کی چوڑیاں ، جو اس کی کمزوری تھی اور دوسری کلائی میں گھڑی
باندھے وہ سڑک کی دوسری جانب دیکھ رہی تھی جب اچانک سے ایک
کالے رنگ کی کرولا نے اس کے سامنے بریک لگائی تو وہ اچھل کر پیچھے
ہوئی۔

ہیزل گرین آنکھوں میں غصہ عود آیا۔۔

"اندھے ہو ، نظر نہیں آتا کیا..؟ باپ کی سڑک ہے جو یوں اندھوں کی طرح
گاڑی چلا رہے ..."

مقابل کو دیکھ کر آنکھوں میں غصے کی جگہ نفرت ابھری تھی ، ہونٹوں پہ طنزیہ
مسکراہٹ نے جگہ بنائی۔

پل میں اس کے یوں بدلتے انداز دیکھ کر سمیع کے لب اوہ کے انداز میں
 سکرڑے۔ گاڑی کا دروازہ کھولتا وہ باہر نکل کر عین اس کے سامنے یوں
 کھڑا ہوا کہ پیچھے کا سارا منظر چھپ گیا۔۔ نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس،
 آنکھوں پہ کالا چشمہ لگائے، ایک ہاتھ میں گھڑی اور دوسرے میں چند بینڈز
 وہ کسی کو بھی ڈھیر کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا، لیکن مقابل کسی نہیں
 تھی اور نہ ہی وہ کوئی عام لڑکی تھی۔ وہ سبز عشق میں پور پور ڈوبی ہوئی اس
 مٹی کی دیوانی تھی، جسے زیر کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔

"رانی، رانی، رانی مجھے بھول تو نہیں گئیں آپ..؟"

سمیع نے اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں اپنی شہد رنگ آنکھیں ڈالے پوچھا
 تھا۔

"ہاہاہاہاہاہاہا، رانی کیا کمال کی لائز بولی ہیں۔۔ اگر میں پروڈیوسر ہوتا تو ڈرامہ بنا لیتا۔"

"اب تمہارا وقت ہے ہنس لو جتنا ہنسنا ہے، جب میرا وقت آئے گا تو پانی بھی نہیں مانگ پاؤں گے، یہ عائشہ کا وعدہ ہے۔"

"آہاں۔۔ بہت خوب ، بس اسی باتوں کی وجہ سے میں دیوانہ ہوں آپ کا۔۔۔ ویسے رانی میں نے سنا ہے کہ شادی کر لی ہے چپ چاپ۔۔ کون ہے وہ جسے اپنی جان پیاری نہیں۔۔؟"

"فلحال اپنی جان کی فکر کرو، مسٹر سمیع منہاج۔۔ کیونکہ تمہارے الٹے دن بہت جلد شروع ہونے والے ہیں۔۔"

"رانی میری فکر نہ کرو، لیکن ایک بات یاد رکھنا جس نے تمہارے نام کے ساتھ نام جوڑا ہے وہ ضرور پچھتانے والا ہے اب اور بہت جلد ٹریلر دکھاؤں گا میں۔۔۔"

سمیج نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے آنے والے خطرے سے
آگاہ کیا تھا۔۔۔

"رانی میری فکر نہ کرو، لیکن ایک بات یاد رکھنا جس نے تمہارے نام کے
ساتھ نام جوڑا ہے وہ ضرور پچھتانے والا ہے اب اور بہت جلد ٹریلر دکھاؤں گا
میں..."

سمیج نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے آنے والے خطرے سے
آگاہ کیا تھا۔۔۔

دُر جاؤں گی تو مسٹر بہت غلط خیالات ہیں آپ کے.."

عائشہ نے بھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے جواب دیا تھا۔

مت سمجھنا، بہت جلد پتہ چل جائے گا تمہیں۔"

عائشہ نے اس کی دھمکی ہوا میں اڑائی تھی۔

"مجھے بھی انتظار ہے اس لمحے کا۔ ابھی چلتا ہوں پھر ملاقات ہوگی۔"

عائشہ کو بول کر وہ گاڑی میں بیٹھا اور اسے زن سے بھگالے گیا۔ عائشہ اس کے سامنے جتنی بھی بہادر بنتی لیکن دل میں کہیں نہ کہیں خوف نے جنم لیا تھا۔ وہ سڑک پہ گاڑی کو نظروں سے اوجھل ہوتا دیکھ رہی تھی جب ذلے نے پیچھے سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ چونک گئی۔

"عاشی کیا ہوا۔۔؟ کیا سوچ رہی ہو..؟"

"کچھ نہیں، بس ایویں۔۔ تم بتاؤ اتنی دیر لگا دی آنے میں؟"

"ہاں وہ رستے میں گاڑی خراب ہو گئی تھی.. چلو اندر چلتے ہیں، کیا یہی

کھڑے رہنا ہے..؟"

"ہاں چلو.."

عائشہ کو لیے وہ اندر کی جانب بڑھ گئی۔

ہلکے نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس ، کالے بالوں کو پشت پہ پھیلائے
، کھڑکی کے پاس بیٹھی وہ بظاہر تو آسمان کو تک رہی تھی لیکن دماغ کہیں اور
ہی پہنچا ہوا تھا۔ پاس ٹیبل پہ کافی کا کپ ویسے ہی پڑا ہوا تھا جو کہ ٹھنڈی
ہو چکی تھی۔

واش روم سے نکلتے شہریار نے اسے یوں گم صم بیٹھے دیکھا تو اچھنبا ہوا تھا۔
 تولیے کو کرسی پہ رکھتے وہ قدم قدم چلتا سدرہ کے پیچھے آکھڑا ہوا اور اسے
 کندھے سے تھاما تو وہ چونک گئی، نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا جو اس کا
 مجازی خدا تھا۔

سدرہ کی نم آنکھیں دیکھ کر شہریار کو تشویش ہوئی، ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔
 اس کا ہاتھ پکڑے وہ دھیرے سے اس کے ساتھ براجمان ہوا۔

"سدرہ کیا بات ہے؟ آپ رو کیوں رہی ہیں؟ جانتی ہیں کہ بچپن سے ہی
 مجھے آپ کی آنکھوں میں آنسو نہیں اچھے لگتے۔"

شہریار نے دھیرے سے اس کے آنسو صاف کرتے ہمیشہ کہی جانے والی
 بات کو دہرایا تو وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"جی جی میں جانتی ہوں، آپ کو نہیں پسند میرے آنسو۔ ویسے ہی دل بھر آیا
تو آنکھیں چھلک پڑی.."

سدرہ نے کھڑکی سے باہر دیکھتے اسے مطمئن کرنا چاہا۔ لیکن مقابل بھی شہریار
مرتضیٰ تھا۔

"ہر چیز کے پیچھے کوئی نہ کوئی جواز ہوتا ہے مسز شہریار مرتضیٰ.. اب جلدی
سے بتادیں کہ کیا بات ہے..؟"

شہریار نے آنکھوں میں ڈھیروں جذبات سموئے اس سے استفسار کیا تو وہ
نظریں جھکا گئی۔

"کچھ خاص نہیں بس، عاشی کی یاد آرہی ہے.."

سدرہ کی بات پہ شہریار نے اسے یوں دیکھا جیسے وہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو۔۔

"اب ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں مجھے..؟"

شہریار کے یوں گھورنے پہ سدرہ نخل سی ہوگئی۔۔

"دیکھ رہا ہوں کہ میری پیاری بیوی کیا خوب کارنامہ سرانجام دے رہی

تھی۔۔ حد ہوگئی سدرہ، کیا آپ کو گھر کا سکون پسند نہیں ہے..؟"

شہریار کا دل کیا کہ اس کی عقل پہ ماتم کرے جو اس آفت کی پڑیا کے

لیے یوں آنسو بہا رہی تھیں۔

"شہریار، بہن ہے وہ میری جیسی بھی ہے بہت عزیز ہے مجھے.."

شہریار نے نظریں اٹھا کر اپنی شریک حیات کو دیکھا تھا، فخر محسوس ہوا تھا، وہ اپنے سے جڑے ہر انسان سے پیار کرتی تھی۔

"معذرت جناب، گستاخی ہو گئی۔۔"

شہریار نے آگے بڑھ کر اس کے کان پکڑ کر معافی مانگی تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔۔

"ہنستی رہا کریں اچھی لگتی ہیں، اور ہاں حیدر کو بول دوں گا وہ گریبا کو لے

آئے گا۔۔"

سدرہ ہنستے ہوئے اس کے کاندھے پہ سر ٹکا گئی تو وہ بھی اس عمل پہ
مسکرا دیا۔

"لو یو..."

دل سے اقرار کیا تھا۔۔

"تھینک یو.."

اس محبت پہ وہ ممنون ہوئی تھی۔

محبت تو امر ہے ، محبت جاودانی ہے
محبت تو صحیفہ ہے ، محبت آسمانی ہے۔

"عائش بات سن.."

کالج کے گراؤنڈ میں اس وقت وہ دونوں سامنے کتابیں پھیلائے بظاہر تو پڑھنے میں مصروف تھیں، لیکن باتیں زیادہ کر رہی تھیں۔ جب اچانک ذلے نے کچھ یاد آنے پہ اسے پکارا۔

عائشہ نے مصروف سے انداز میں اسے جواب دیا۔

"یاررررر، وہ جو آدمی کالج کے باہر تیرے پاس کھڑا تھا وہ کون ہے..؟ تمہارا تو

کوئی کزن بھی نہیں ہے جہاں تک مجھے معلوم پڑتا۔۔"

ذلے نے مشکوک انداز پہ اس سے پوچھا۔ ذلے کی آخری بات پہ عائشہ نے

اسے یوں دیکھا جیسے وہ کوئی نمونہ ہو۔

"ذلے خان خدا کا خوف کریں، ایسے انسان کو میرا کزن کیوں بنا رہی ہیں

آپ.؟

عائشہ کو گویا ذلے کی بات پسند نہیں آئی تھی۔

"ایسا انسان مطلب..؟ کیا آپ مجھے وضاحت دینا پسند کریں گی مسز حیدر

علی خان..؟"

ذلے کے یوں کہنے پہ وہ جھینپ گئی تھی۔۔

"آہاں تو ہماری لڑکی کو شرمنا بھی سیکھا دیا ہے میجر صاحب نے۔۔"

عائشہ کا یہ انداز ذلے کو مزید اسے چھیڑنے پہ آمادہ کر رہا تھا۔

"ذلے خان آپ کی بکواس ختم ہو گئی ہو تو میں کچھ بتاؤں۔۔؟"

"اب ہماری باتیں بکواس ہی لگیں گی، پہلے تو یہی باتیں امرت لگا کرتی

تھیں۔۔"

ذلے نے ڈرامائی انداز نے دل پہ ہاتھ رکھا تو عائشہ نے کھینچ کر اسے تھپڑ مارا

"چربیل عورت ، ہاتھ دیکھو کیسے لوہے کے ہیں.."

"ذلے مزید بکواس کی تو میں نے دانت توڑ دینے تمہارے اب.."
عائشہ کو خطرناک تیور میں دیکھ کر ذلے نے چپ رہنے میں عافیت جانی۔

"اب بتاؤ کون ہے وہ...؟"

ذلے کے سنجیدہ سے استفسار پہ عائشہ نے اسے مال والے واقعے سے لیکر
صبح کالج کے باہر والی ملاقات تک سب آگاہ کر دیا۔

"عائشہ ، سیریلی وہ وہ سمیع منہاج ہے..؟ تمہارا مطلب انڈر ورلڈ کا

ڈان...؟"

"ہاں بابا ، اور تمہیں کیوں جھٹکے لگ رہے ہیں..؟"

"یار ، وہ تو اتنا ہینڈسم اور گڈ لکنگ لگ رہا تھا.."

ذلے کو گویا افسوس ہوا تھا۔

"ذلے خان کسی کے چہرے پہ نہیں لکھا ہوتا کہ وہ اندر سے کیسا ہے؟
کبھی بھیڑیے کے روپ میں بھی انسان ہوتے ہیں اور کبھی انسان کے

روپ ميں بھيريا.. کون کيسا هے ؟ يه جاننے کے ليے اس کے اندر جھانکنا
ضروري هے.."

"صحیح کہه رهى هو، ليکن مجھے ابھى بهى يقين نهىں آ رہا هے اس بات په.."

"ذله خان اوور ايلنگ بند کریں اور اٹھیں کلاس کا وقت هو گیا.."
وه دونوں اپنا اپنا بيگ اٹھا کر کلاس کی طرف بڑھ گئیں۔

شوق منتظر ہے میری دید، تیرے دیدار کو
نہ انتظار کرواؤ اس قدر میرے انتظار کو

(عریش)

"ایک تو اس گھر کے مکینوں کو آج پتہ نہیں کونسے جن چمڑ گئے ہیں..؟
جس کو دیکھو صبح سے منہ بنا کر گھوم رہا ہے ، عجیب نفسیاتی لوگ ہیں۔"
شہریار ابھی آفس سے آیا تھا ، جب پورچ میں گاڑی کھڑی کرتے اس کی نظر
لان میں بیٹھے افسردہ سے سعد پہ پڑی ۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور
قدم لان کی طرف بڑھا دیے۔ منہ میں بڑبڑاتا ہوا وہ عین سعد کے سامنے آکر

رکا،۔ لیکن وہ ویسے ہی مجسمہ بن کر بیٹھا رہا، تو چاروناچار شہریار کو اس کے پاس نیچے بیٹھنا پڑا۔

"اب تمہیں کیا ہوا ہے..؟ یہاں کیوں منہ پھلا کر بیٹھے ہوئے ہو..؟" شہریار نے تنک کر اس سے پوچھا۔

"آپ کو اس سے کیا؟ آپ بس سیر سپاٹوں میں مصروف رہیں.. "سعد کی بات پہ شہریار نے آنکھیں چھوٹی کیے اسے گھورا تھا۔

"اے سعد کون سے سیر سپاٹے..؟ آفس سے آ رہا ہوں میں.. "شہریار نے اسے گھورتے ہوئے تلخی سے جواب دیا۔

"سعد، اگر تم نے ایک منٹ میں نہ بتایا کہ تجھے کونسی لڑکی نے بھائی بھول دیا ہے تو میں نے تمہیں اٹھا کر گھر سے باہر پھینک دینا.." شہیار کی بھائی والی بات پہ سعد نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"یہ لڑکی والی بات آپ کو کیسے معلوم..؟ کہیں اس نے آپ کو بھی تو بھائی نہیں بولا نا.." سعد نے گھورتی آنکھوں سے شہیار کو دیکھا تو وہ گڑبڑا گیا۔

"سعد کے بچے میرا چھوڑ، تو اپنا بتا یہی بات ہے نا.." شہیار کی بات پہ سعد نے نہ نظر آنے والے آنسوؤں کو صاف کیا تھا۔

"بھائی اس نے میرا دل توڑا ہے، میرا شیشے جیسا دل کرچی کرچی ہو گیا ہے۔ میں تو چھوٹی ماں کو بھیجنے والا تھا اس کے گھر، لیکن اس نے تو بھائی بول کر میرے ارمانوں کا خون کر دیا، میرا سہرا سجنے سے پہلے ہی چولے میں جھونک دیا۔ میری شیروانی اٹھا کر کسی اور کو دے دی... "سعد نے سوس سوس کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ ہوئے ظلم کی بابت بتائی۔ اچانک شہیار کا فلک شکاف قہقہ بلند ہوا۔

"ہاہاہاہاہاہا، سعد بس کر ورنہ میں ہنس ہنس پاگل ہو جانا ہے۔ تم صرف اس وجہ سے منہ پھلائے بیٹھے؟ افففف، ہاہاہاہا سعد یار.. گریا کو آنے دو اسے بھی پتہ چلنا چاہیے"

"جائیں مجھے بات ہی نہیں کرنی آپ سے.."

سعد منہ بنا کر بولتا اندر کی جانب بڑھ گیا تو شہیار اس کی حرکت پہ دوبارہ
مسکرا اٹھا۔ وہ بھی گاڑی سے اپنا بیگ لیتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

تم ہی رہو، مجھ سے تم تک تم ہی ہو
دوری ہے کیسے آئے قرار، دل بے قرار کو

(عریش)

سرخ رنگ کی کرتی اور کالے ٹراؤزر میں ملبوس، بالوں کو کیچر میں اڑسے جن میں سے کچھ بال نکل کر چہرے پہ جھول رہے تھے۔ دوپٹے کو سر پہ لپیٹے وہ کچن میں مصروف سی کھڑی بظاہر آٹا گوندھنے میں مصروف تھی۔ جو کہ آٹا تو کہیں سے نہیں لگ رہا تھا بلکہ یوں معلوم ہو رہا تھا کہ نہر کے پانی میں ہاتھ ڈال کر گھوما رہی ہے۔ چہرے اور شلیف پہ جانجا آٹا لگا ہوا تھا۔ دروازے پہ دستک ہوئی اور حیدر دروازہ کھولتا گھر میں داخل ہوا۔ کالی شرٹ اور جینز میں ملبوس، بالوں کو ماتھے پہ گرائے وہ کافی وجہ لگ رہا تھا۔ آنکھیں تھکاوٹ سے لال سرخ ہو رہی تھیں۔ عائشہ کو ڈھونڈتا وہ کچن میں داخل ہوا لیکن سامنے کا منظر دیکھ کر قدم ساکت ہو گئے۔ پوری آنکھیں

کھولے وہ معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب اس کی صدمہ سے بھرپور
آواز کچن میں گونجی۔

"عاش..."

حیدر کی آواز پہ عائشہ نے جھکا سر اٹھایا تو اس کے منہ پہ لگے آٹے کو دیکھ
کر حیدر کی بے ساختہ ہنسی چھوٹی۔

"کیا ہے..؟ ایک تو میں اتنی محنت کر رہی ہوں اور آپ آگے سے ہنس رہے

ہیں۔۔"

عائشہ نے نظر نہ آنے والے آنسو صاف کیے تو مزید آٹا اس کے منہ پہ لگ گیا۔ حیدر نے لب دانتوں تلے چبا کر ہنسی کو روکا مبادہ کہیں اسی آٹے میں نہلا دیتی۔

"میری جان، آپ کا حیدر ہے نا اس سب کے لیے آپ کیوں فکر کرتی ہیں..؟"

حیدر نے آگے بڑھ کر اسے اپنے حصار میں لیا اور اس کے کندھے پہ ٹھوڑی رکھتے پیار سے کہا۔

"مجھے بھی تو کچھ آنا چاہیے نا، آپ تو میری اور اس ملک کی حفاظت کی کرتے ہیں۔۔"

عائشہ نے رونی صورت بنا کر اسے جواب دیا۔

"میجر کی عاش وہ تو میجر حیدر علی خان کا فرض ہے۔ عہد وفا کیا ہے تو نبھانا
بھی پڑے گا نا۔"

حیدر نے اس کے انگلیاں چٹختاتے ہاتھ دھیرے سے اپنے ہاتھوں میں لیتے
ہوئے جواب دیا۔

"اچھاااا، اب پیچھے ہٹیں مجھے بہت کام ہیں۔"

عائشہ نے اسے پیچھے کرتے ہوئے مصروف سے انداز میں کہا۔

"یہ غلط بات ہے، جب بھی میں آتا ہوں آپ کو کام یاد آجاتے ہیں۔"

"میں بچہ تھوڑی ہوں، جو آپ بچوں والی حرکتیں کرنے لگ جاتی ہیں۔"

"لیکن میں تو بچی ہی ہوں نا۔"

عائشہ نے فرضی کالر جھاڑتے جواب دیا۔

"جی بالکل، اس میں کچھ شک بھی نہیں ہے اور ثبوت میرے سامنے ہے،

"....."

حیدر نے اس کی آنکھوں کے سامنے موبائل کا کیمرا کرتے ہوئے کہا تو وہ
کھسیانی ہنسی ہنس دی۔

"اگر اب ہنسے نا تو میں نے مکی مار کر آپ کے دانت توڑ دینے ہیں..."
عائشہ نے باقاعدہ ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ لیکن اس کا ذہن
تو لفظ مکی میں ہی اٹک گیا، عائشہ کو اچھنبے سے دیکھا اور بات سمجھنے کی
کوشش کی...

"عاش مکی...؟ لائک سیریسلی...؟ اور یہ آپ ہر وقت میرے دانتوں کے پیچھے
کیوں پڑی رہتی ہیں؟"

وہ شیف کے سامنے سے ہٹتا ڈائنگ ٹیبل پہ اس کے سامنے آکر بیٹھا اور
اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا...

"میری مرضی میں جس بھی چیز کے پیچھے پڑوں، آپ کو اس سے کیا
سروکار...؟"

عائشہ نے اسے بولتے خفگی سے منہ موڑا تو حیدر نے بے ساختہ اپنی ہنسی
چھپائی تو عائشہ نے بدلے میں اسے گھورا...

"کیا عاش ہر وقت گھورتی رہتی ہیں... بچے کی جان لینی ہے کیا...؟"

حیدر نے معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑتے اسے بولا تو عائشہ نے ایسے
دیکھا جیسے یقین کرنا چاہ رہی ہو..

"اتنا آپ ڈرنے والے، میرے سامنے ڈرامے نہیں چلیں گے آپ کے،
سدھر جائیں.. خود کو بچہ بول کر بچوں کی بے عزتی تو نہ کریں"

"میں سدھرا ہی ہوں الحمد للہ، بگڑا کب تھا..؟"

"جی میں جانتی ہوں، میجر کتنے سدھرے ہوئے.."

"ویسے عاش میں سوچ رہا ہوں کہ تیسری شادی کر لوں، کم سے کم وہ میری
عزت تو کرے گی..."

حیدر نے بولتے ساتھ اسے کن اکھیوں سے دیکھا..

"ارے میجر پہلے دوسری تو کر لیں، پھر تیسری بھی کر لیجیے گا یا پھر دوسری پہلے سے ہی کر رکھی ہے"

حیدر کو اس کا ٹھنڈا انداز کچھ بھایا نہیں تھا..

"اور ہاں! دو قبریں بھی تیار کروا لیجیے گا، ایک عاش کے لیے اور دوسری میجر

کے لیے، اس چڑیل کے پاس تو آپ کو رہنے نہیں دینا میں نے"

عائشہ کی بات پہ حیدر کا تو صدمے سے منہ کھل گیا اس نے بے اختیار

جھرجھری لی...

"اففف عاؚ آٲ اتنی ظالم کیسے ہو سکتی ہیں...؟"

"اٲنے سے جڑے لوگوں اور چیزوں کے بارے میں ، میں ایسی ہی ہوں..."

عائشہ نے بے نیازی سے کندھے اٲکالے تو وہ فقط ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا...

"اٲھااااا، ادھر تو آئیں ایک ٲیاری سی سیلفی لیتے ہیں.."

حیدر نے موبائل ٲہ فرنٹ کیمرہ اوٲن کرتے اسے ٲاس بلایا۔

"ایسے...؟"

عائشہ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا جہاں جا بجا آٹا لگا ہوا تھا۔

"جی بالکل ایسے ہی، بلکہ میں آتا ہوں آپ کے پاس.."

اسے بولتا حیدر کرسی سے اٹھ کر عائشہ کی جانب بڑھ گیا۔

"اور ہاں فریش ہو کر تیار ہو جائیں شہری کا فون آیا تھا اس طرف چلنا ہو،
جلدی کیجیے گا عثمان بھی آنے والا ہے کہیں آپ کو ایسے دیکھ کر ڈر نہ

جائے...."

عائشہ کو بول کر وہ ہنستا ہوا کچن سے باہر نکل گیا۔ تو وہ پیچھے کلس کر رہ
گئی۔

دور افق پہ چودھویں کا چاند روشنی بکھیر رہا تھا۔ مُمٹاتے ستارے اور چمکتے جگنو ایک الگ ہی سماں باندھ رہے تھے۔ کھڑکیوں کے آگے ٹنگے دبیز پردے چاند کی روشنی کو اندر آنے سے روک رہے تھے۔

ہلکے جامنی رنگ کی گھٹنوں تک آتی فراک میں، ہم رنگ دوپٹہ حجاب کی صورت میں اوڑھے وہ آئیے کے سامنے کھڑی چوڑیاں پہن رہی تھی، جب حیدر گیلے بال صاف کرتا واشروم سے نکلا۔ ایک پل کے لیے اسے یوں سجا سنورا دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ ہلکے جامنی رنگ میں وہ کھلا ہوا پھول لگ رہی تھی اور اس پہ اوڑھا حجاب، گویا خوبصورتی کو ڈھک لیا گیا ہو۔

"میجر..."

عائشہ کے بلانے پہ وہ ٹرانس کی کیفیت سے باہر آیا اور خراماں خراماں چلتا عین اس کے پیچھے آکر رکا۔ عائشہ کے کندھے پہ ٹھوڑی رکھے اب وہ فرصت میں دونوں کا عکس شیشہ میں دیکھ رہا تھا۔ حیدر کی آنکھوں میں جذبات کا سمندر دیکھ کر عائشہ نے شرم سے نظریں جھکا لیں تو حیدر مسکرا اٹھا۔

"میجر بتائیں نا، میں کیسی لگ رہی ہوں؟"

عائشہ نے بڑے لاڈ سے شیشے میں نظر آتے اس کے عکس پہ نظریں جماتے پوچھا۔ تو حیدر نے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"عاش، آپ کو لفظوں میں جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ تو حیدر کی

آنکھوں میں جھانک لیں سب سمجھ آ جائے گا۔"

حیدر کی اس بات پہ عائشہ کے لبوں پہ شرمیلیں مسکراہٹ نے ڈھیرہ جمایا۔
پلکیں حیا سے بوجھل ہو گئیں۔ حیدر نے غور سے اس کے بدلتے رنگ کو دیکھا
تھا۔

"میں آپ کے لیے کچھ لایا ہوں۔"

حیدر نے کبرڈ کی طرف جاتے اسے آگاہ کیا تو عائشہ نے سوالیہ نظروں سے
اسے تکا۔

"یہ دیکھیں، یہ میں نے آپ کے لیے لیا تھا۔"

حیدر نے ہاتھ میں پکڑی ایک خوبصورت سی گولڈ چین اس کے سامنے کی ،
جس پہ درمیان میں ایچ اور اے لکھا ہوا تھا۔۔

"واؤ، میجر یہ تو بہت پیاری ہے۔۔"

عائشہ کے دل کو وہ سادہ سی چین واقعی ہی بہت بھائی تھی۔ حیدر نے آگے
بڑھ کر وہ چین اس کے گلے میں پہنائی تھی۔

"اس کو کبھی مت اتاریے گا۔ یہ حیدر کا حکم ہے۔۔"

"جو حکم سرتاج۔۔"

عائشہ نے سر کو خم دیتے ہوئے سینے پہ ہاتھ رکھے کہا تو حیدر کھلکھلا اٹھا۔

"محترمہ اب چلیں بھی ، ورنہ سسرال والے انتظار کر کر آدھے ہو جائیں

گے .. میں عثمان کو بھی بتادوں"

"جی چلیں .."

قدم سے قدم ملا کر چلتے وہ باہر کی جانب بڑھ گئے۔ افق پہ موجود چاند نے
ان کی سلامتی اور لمبی عمر کی دعا کی تھی۔ جب کہ تقدیر دور کھڑی اس دعا
پہ مسکرا رہی تھی۔

"سدرہ جلدی کر لو بیٹا، حیدر اور عائشہ کسی بھی لمحے آتے ہونگے۔۔"

ہانیہ بیگم نے کچن میں کھڑی سدرہ سے کہا۔ جو کہ ہلکے اورنج رنگ کے سوٹ میں ملبوس، دوپٹہ اچھی طرح اوڑھے مصروف سے انداز میں سب چیزیں دیکھ رہی تھی آخر شادی کے بعد پہلی بار آفت گھر آ رہی تھی۔

"جی ماما، بس ہو گیا سارا کام۔۔"

سدرہ نے کسٹرد میں چمچ ہلاتے ہوئے ہانیہ بیگم کو جواب دیا تو وہ سر ہلاتی باہر کی جانب بڑھ گئی کیونکہ گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا۔

گاڑی سے نکلتے حیدر نے باری باری سب کو سلام کیا۔ عائشہ تو سب سے ایسے مل رہی تھی جیسے جنگ سے زندہ سلامت واپس آئی ہو۔

حیدر نے نفی میں سر ہلایا تھا یہ عورت کبھی نہیں سدھر سکتی۔ اگر عائشہ اس کی یہ گل افشانی سن لیتی تو شاید وہ خود بھی زندہ نہ بچتا۔

لاونج میں وہ سب بیٹھے باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ حیدر، شہیار اور باقی بڑے آپس میں بات کر رہے تھے جبکہ سعد، عائشہ اور سدرہ نیچے کشنر لگائے بیٹھے تھے۔ زیادہ باتیں تو عائشہ اور سدرہ ہی کر رہی تھیں جبکہ سعد تو فقط ہوں ہاں میں جواب دے رہا تھا۔ عائشہ کو اس کا یہ انداز ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

"پیر بابا عرض کرتے ہیں

دل ہے سچا دماغ ہے کچا

واہ واہ

تیری شکل پہ بچے ہیں کیوں بارہ

کیا بات ہے بچہ "

عائشہ نے شعر کی ماں بہن ایک کرتے ہوئے سعد سے مسئلہ کشمیر دریافت
کیا۔ تو وہ بجائے بتانے کے آگے سے منہ بسور گیا۔

"اے او، موٹے آلو کیا ہوا ہے؟ جو یوں روٹھی محبوبہ کی طرح منہ بنا کر بیٹھا
ہے۔۔"

"تم سے مطلب..؟"

سعد کے لٹھ مار انداز پہ عائشہ نے اسے یوں دیکھا جیسے کچا نکل جائے گی۔

"ہنستی رہو تم ، جا رہا ہوں میں"

عائشہ کو بولتے وہ اٹھ کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ تو عائشہ نے پیچھے سے ہانک
لگائی۔۔

"سعد بھائی..."

اندھیر کمرے میں کسی وجود کی ہلکی ہلکی سسکیاں گونج رہی تھیں۔

دور افق پہ چاند ٹھنڈی میٹھی سی روشنی بکھیر رہا تھا۔ ٹمٹماتے ستارے اور ہلکی ہلکی چلتی ٹھنڈی ہوا ایک الگ ہی سماں باندھ رہی تھی۔ جگنو اور رنگ برنگی تتلیاں رات کے اس پہر لان میں رقص کر رہی تھی۔ چاند کا عکس جب پانی میں نظر آتا تو یوں معلوم ہوتا جیسے چاند زمین پہ آ موجود ہوا۔

سب چیزوں اور رعنائیوں سے لاپرواہ وجود لیے وہ جھولے پر سر گھٹنوں میں دیے بیٹھا تھا۔ لال انگارہ ہوئی آنکھیں رونے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ کبھی کبھی فضا میں اس کی سسکی گونجتی تو یوں لگتا کہ ہواؤں نے جھومنا بند کر دیا۔ عاشرہ نے لاونج کی کھڑکی سے اسے یوں بیٹھے دیکھا تو اس کے پاس آگئی۔

"سعد۔۔۔۔"

بلانے پہ بھی جب اس نے سر نہ اٹھایا تو عائشہ نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔ سعد نے سر اٹھا کر اپنی لال ہوئی آنکھوں سے اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں دیکھا تو عائشہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوئی۔

"سعد کیا بات ہے۔؟ تیری آنکھیں کیوں لال ہیں اتنی..؟ تو رو رہا ہے..؟"

عائشہ نے اس کے پاس بیٹھتے ایک ہی سانس میں اتنے سوال کر ڈالے۔ تو سعد اس کی آنکھوں میں اپنے لیے فکر دیکھ کر مسکرا دیا۔

"کچھ نہیں یار، بس یہ سوچ کر آنکھیں نم ہو گئیں کہ تم چند گھنٹوں کے لیے آئی ہو بس۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں نے اپنے پارٹنر کو نہیں بلکہ اپنے ایک حصے کو رخصت کیا ہے۔۔"

"مجھے معلوم ہے تجھے کیا لگتا ہے۔ تو نے کوئی نئی نئی فلم دیکھی ہے اور اس کے ڈائلاگ مجھے چھپکا رہے ہو لیکن یہ جان لو کہ میں بھی عائشہ ہوں۔۔۔"

"بابا بابا بابا، چڑیل کتنا جان گئی ہے تو مجھے.."

عائشہ نے اداسی کو فضا میں تحلیل کرنے کے لیے بات کو مزاح کا رنگ دیا
- سعد نے بھی اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔

"چڑیل نہ بول، ورنہ دوبارہ نہیں آنا میں۔ پھر یاد کرنا کہ ایک عائشہ ہوتی

تھی۔۔"

عائشہ نے اسے جذباتی کرنا چاہا۔

"بکواس نہ کیا کر ڈائن۔ کچھ بھی بولتی ہو حیدر بھائی کو بول کر تیری درگت

بنواتا ہوں"

"ہاہا، چل نکل میں ڈرتی رتی نہیں ہوں تمہارے بھائی سے۔۔" عائشہ نے

گویا ناک پر سے مکھی اڑائی تھی۔

"دیکھیں گے۔۔"

"دیکھ لینا..."

عائشہ نے ٹانگ پہ ٹانگ جمائے، چیلجنگ انداز میں آنکھیں مسکائی۔

"عائشہ تم خوش ہونا..؟"

یہ سوال کرتا سعد، عائشہ کو ایک پل کے لیے بالکل بڑا بھائی لگا تھا۔ بھائی تو ہوتے ہی ایسے ہیں بہن کی خوشی میں خوش، اس کے لیے ہر چیز داؤ پہ لگانے والے۔

"ہاں! میں خوش ہوں۔ تم فکر نہ کرو، حیدر بہت اچھے ہیں اور میرا بہت

خیال رکھتے ہیں۔"

"تھینک یو..."

عائشہ کے لبوں سے نکلے الفاظ سعد کو ورطہ حیرت میں ڈال گئے۔ اس نے نگاہیں موڑ کر اس اداس آنکھوں والی لڑکی کو دیکھا تھا۔

"کس لیے؟"

"ایویں بس، میرا دل کیا اور آ جاؤ اندر چلیں"

عائشہ نے کندھے اچکائے اور اٹھ کر اندرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔
 سعد نے بھی جھولے سے اٹھ کر اس کی پیروی کی۔
 دور افق پہ موجود چاند نے ان کے پاکیزہ رشتے کی لمبی عمر کے لیے دعا کی
 تھی، تتلیاں محو رقص ہوئی تھیں۔ ہواؤں میں مزید تیزی آئی تھی۔

"حیدر بیٹا ایک بات تو بتائیں..؟"

وہ سب رات کا کھانا کھا کر لاونج میں بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے
 تھے۔ حیدر اور شہیار اپنی ہی باتوں میں لگن تھے جبکہ عائشہ، سعد اور باقی

سب کے ساتھ باتوں میں لگی ہوئی تھی جب ہانیہ بیگم نے حیدر کو مخاطب کی۔

"جی آنٹی، بتائیں کیا بات ہے..؟"

حیدر شہیار کو چھوڑ کر پورا ان کی طرف متوجہ ہوا۔ آنکھوں میں یکدم پریشانی ابھری کہ وہ پتہ نہیں کیا پوچھنے والی ہیں۔

"سچ سچ بتائیے گا۔۔۔ ہماری آفت آپ کو تنگ تو نہیں کرتی..؟"

ہانیہ بیگم کے عائشہ کو یوں آفت کہنے پہ حیدر سمیت سب کے ہونٹوں پہ دبی دبی مسکراہٹ پھیل گئی۔ عائشہ نے غصہ سے بھری آنکھوں سے حیدر کو گھورا تو وہ گرٹ بڑا گیا اور فوراً ہنسی کو بریک لگائی۔

"نن نہیں نہیں آنٹی - عاش بالکل تنگ نہیں کرتیں انفیکٹ یہ تو میرا

بہت اچھے سے خیال رکھتی ہیں"

حیدر نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کیا۔ حیدر کی گل افشانی پہ سب نے

اسے یوں دیکھا جیسے وہ جیویٹر سے آئی مخلوق ہو۔

"آپ سب لوگ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں..؟"

"بیٹا جی ، عائشہ کے بارے میں بات ہو رہی ہے اور آپ اس کی اتنی

تعریفیں کر رہے ہیں - ہضم کرنا مشکل ہے کافی"

شہیار نے ہنستے ہوئے حیدر کو سب کے اس رد عمل کی وجہ بتائی۔

"شیری بھائی۔۔۔ بس اب میں کبھی نہیں آنا یہاں ، حیدر چلیں گھر۔۔"

عائشہ نے نروٹھے انداز میں پہلے شہریار اور پھر حیدر کو کہا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"عاش وہ مذاق کر رہے ہیں سب۔۔"

"جی میں جانتی ہوں سب۔۔"

عائشہ نے گویا ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"اچھا! اب ہمیں آپ لوگ اجازت دیں۔۔"

حیدر نے بھی صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے بیٹا رات تو رک جاتے ہیں.."

"نہیں آنٹی، پھر کبھی سہی.."

سب سے مل کر وہ دونوں ہمقدم بیرونی دروازے کی جانب بڑھ گئے۔۔۔

"عاش..."

حیدر نے ڈرائیونگ کرتے ایک نظر اپنی حیات پہ ڈالی جو ارد گرد سے بے نیاز
باہر بھاگتے مناظر میں کھوئی ہوئی تھی۔

"ناراض ہیں..؟"

دل میں اٹھتا وسوسہ زبان پہ آیا تھا تو عائشہ نے رخ پھیرے اسے اچھنبے سے
دیکھا۔

"نہیں تو... آپ کو ایسا کیوں لگا..؟" آنکھوں میں حد درجہ حیرت سموئے
عائشہ نے سوال کیا تھا۔

"وہ آج آپ نے پورا دن میرے دانت نہیں توڑے نا اس لیے.."

حیدر کے اس انکشاف پہ عائشہ کا منہ کھل گیا۔

"آپ کا مطلب کیا ہے اس بات سے؟ میں آپ پہ ظلم کرتی ہوں..؟"

حیدر کو اس کی خاموشی چب رہی تھی تبھی اس نے جان بوجھ کر عائشہ کو

چھیڑا تھا۔

"میں نے ایسا کب بولا خاتون..؟"

"اللہ اللہ! خاتون نہیں ہوں میں، سدھر جائیں آپ ورنہ..."

"بابا بابا بابا بابا۔۔۔۔۔"

عائشہ کے اس انداز پہ گاڑی پہ حیدر کا فلک شکاف قمقہ گونجا تھا۔

ہلکے گلابی رنگ کے رات کے لباس میں ملبوس وہ آئینے کے سامنے بیٹھی
ہاتھوں پہ لوشن لگا رہی تھی۔ آنکھیں غیر مرئی نقطہ پہ مرکوز جبکہ دماغ کسی
صحرا میں سوچ کے گھوڑے دوڑا رہا تھا۔

واشروم سے نکلتے شہیار نے اسے یوں بیٹھے دیکھ آنکھیں سکھیرتی تھیں۔ پیچھے
سے آکر اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لیا تو وہ مسکرا دی۔

"کیا سوچ رہی ہیں جان شہیار..؟"

سدرہ سے چہرہ اوپر اٹھا کر اسے دیکھا تو شہیار نے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا
تھا جس پہ مقابل کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

"آپ کو کیسے معلوم کے میں سوچ رہی تھی..؟"

سدرہ نے ہنسی دبائے اس سے استفسار کیا تھا۔ جس کا جواب بھی وہ بخوبی جانتی تھی۔

"آپ شہریار مرتضیٰ کی جان ہیں ملکہ عالیہ اور شہریار مرتضیٰ آپ کی رگ رگ سے واقف ہے.."

شہریار کے یوں برجستہ اقرار پہ سدرہ ہنس دی تو گویا کمرے میں ایک موسیقی کی دھن سی بکھر گئی۔

"اب بتائیں کیوں پریشان ہیں..؟"

شہریار نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کے مرمریں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے وہی سوال دہرایا تو اس نے لمبی سانس خارج کی۔

"عائشہ کے لیے.."

"کیوں؟ وہ خوش تو ہیں اپنے گھر، آج دیکھا تھا سب نے۔ کوئی بات ہوئی ہے؟"

شہریار نے ایک ساتھ ہی کئی سوال کر ڈالے۔ تو سدرہ نے گھنی خم دار پلکیں اٹھا کر اسے محبت سے دیکھا تھا وہ ایسا ہی تھا اپنے ہر رشتے کے لیے حد سے زیادہ حساس۔

"نہیں، کوئی بات نہیں ہوئی۔ الحمد للہ وہ خوش ہے اور ہمیشہ خوش رہے

لیکن...!"

"لیکن...؟ سدرہ کھل کر بتائیں مجھے"

"شہریار مجھے ڈر لگتا ہے اس کی قسمت سے۔۔ جیسی زندگی وہ چاہتی تھی ویسی اسے مل گئی ہے لیکن اس کے لیے امتحان بھی سخت ہوتے ہیں اور مجھے ڈر لگتا ہے اس لمحہ سے جب وہ امتحان اس کے سامنے کھڑا ہوگا اور اسے دینا ہی پڑے گا۔ مجھے فکر ہے کہ اس کا عشق اسے بہت کھٹن سفر سے نہ گزارے.."

سدرہ کے دل میں جنم لیتے وسوسوں نے الفاظ کا روپ دھارا تھا۔ وہ الفاظ اب لبوں سے آزاد ہوئے لگے کی سماعت پہ گر رہے تھے۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ بہتے آنسو مقابل کو تکلیف دے رہے تھے لیکن انہیں صاف کرنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔

"ایک بات آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی کہ عائشہ کو بخوبی علم ہے کہ جس عشق کی وہ دعویٰ دار ہیں وہ امتحان لازمی لیتا ہے اور دینا بھی پڑتا ہے۔ آپ دعا کریں بس کہ اس کا امتحان آسان ہو اور اللہ سے اچھا گمان رکھیں۔ وہ خود کہتا ہے کہ مجھے ویسا ہی پاؤ گے جیسا میرے بارے میں گمان رکھو گے۔ ان شاء اللہ، اب بہترین ہوگا آپ فکر نہیں کریں۔"

شہریار نے اپنے لفظوں سے اس کی ڈھارس باندھی تھی تو وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔ ہاتھ اٹھا کر رخسار پہ بہنے والوں آنسو کو دھیرے سے صاف کیا تھا۔

"ان شاء اللہ۔۔ سب بہترین ہوگا۔"

دل سے دعا کی گئی تھی۔۔ ہر دعا قبولیت کے دروازے پہ دستک دیتی ہے لیکن ہر دعا کے لیے وہ دروازہ کھل جائے یہ ممکن نہیں ہوتا۔ درمیان میں قسمت کھڑی مسکرا رہی ہوتی ہے۔

"چلیں آجائیں اب، بہت رات ہو گئی ہے۔"

شہریار اسے اپنے حصار میں لیے بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔

دور افق پہ موجود چاند اور ستارے آسمان کو رعنائی بخش رہے تھے۔ لان سے آتی پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو کمرے کو معطر کر رہی تھی۔ تیز چلتی ہوا سے کھڑکیوں کے پردے پھڑپھڑا رہے تھے۔

وہ آرام دہ سوٹ میں ملبوس کھڑکی کے پاس بیٹھا وہ چاند کو تک رہا تھا۔ آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی جھلک رہی تھی۔ ہاتھ میں کافی کے کپ لیے کمرے میں داخل ہوتی عائشہ نے اسے یوں اداس بیٹھے دیکھ اچھنبا ہوا۔ دونوں کپ کو پاس میز پہ رکھتی وہ دھیرے دھیرے چلتی عین اس کی کرسی کے پاس آکر کھڑی ہوئی اور آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی تو وہ چونک پڑا۔ بھوری

آنکھیں اٹھا کر مقابل کو دیکھا تھا۔ عائشہ نے اس کی آنکھوں میں نمی دیکھی تو دل میں فکر اور پریشانی نے سر اٹھایا۔ سامنے موجود ٹیبل پہ بیٹھ کر اپنی ہیزل گرین آنکھیں اس کی بھوری آنکھوں میں گاڑیں تو وہ گڑبڑا گیا۔

"سچ بتائیں یہ میجر کی آنکھیں کیوں نم ہیں..؟"

عائشہ کے اس تفتیشی انداز پہ وہ ہنس دیا۔ تو عائشہ نے اسے گھوری سے نوازا۔

"کچھ نہیں ، مما پاپا کی یاد آرہی ہے.. اگر وہ ہوتے تو کتنا خوش ہوتے آج .."

عائشہ نے آنکھوں میں ڈھیروں سوال لیے اسے تکا تھا تو حیدر اس کے سوال سمجھتا مسکرا دیا۔

"جب میں آٹھویں جماعت میں تھا تو ماما پاپا کی ایک حادثہ میں وفات ہو گئی اور معجزانہ طور پہ میں بچ گیا تھا۔ تب شہریار ہی میرا واحد دوست تھا۔ سکول سے کالج تک اس نے میرا ہر قدم پہ ساتھ دیا۔ پھر اکیڈمی میں طلحہ اور عثمان مل گئے جو کہ بھائیوں سے بڑھ کر ہیں میرے لیے۔ جب جب لوگوں کے والدین کو دیکھتا ہوں تو میرا بھی دل کرتا ہے کہ میرا کوئی گھر ہو، ماں ہو جو ماتھا چوم کر مجھے رخصت کرے، کوئی باپ ہو جس کا میں سہارا بنوں لیکن..."

حیدر نے بے دردی سے آنکھوں سے امدانے والے آنسوؤں کو صاف کیا تو عائشہ کے دل کو تکلیف ہوئی تھی اسے یوں دیکھ کر۔۔

"پاپا چاہتے تھے کہ میں بڑا ہو کر محافظ بنوں اور میں بن بھی گیا لیکن مجھے اس وردی میں دیکھنے کے لیے وہ زندہ نہیں رہے۔ لیکن پھر عاش میں سوچتا ہوں اس ملک کا ہر محافظ میرے جیسا ہی ہے۔ اس وطن کی مائیں میری مائیں ہیں اور باپ میرے باپ ہیں۔ ان کی حفاظت کرنا ایسا لگتا ہے کہ اپنے پاپا کی حفاظت کرتا ہوں۔ جب کوئی پیار سے سر پہ ہاتھ رکھتا ہے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے میں ان کا حقیقی بیٹا ہوں۔"

عائشہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو صاف کرتے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ مرد نہیں روتے لیکن کوئی عائشہ سے پوچھتا کہ اس شخص کا رونا کیسا تھا؟ ایک محافظ ہو کر وہ اندر سے کتنا خالی اور ٹوٹا ہوا

تھا؟

"میجر، مت روکیں ان آنسوؤں کو۔ بہہ جانے دیجیے ہر اداسی، حسرت کو ان آنسوؤں کے ساتھ۔ اس ملک کا ہر باپ آپ کا باپ ہے اور ہر ماں آپ کی ماں۔ آپ اس ملک کے محافظ ہیں اور محافظ تو حقیقی بیٹوں سے بھی بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اس ملک کی قوم کو فخر ہے آپ پہ، اس ملک کی مٹی کو فخر ہے آپ پہ، اس ملک کی ہواؤں کو، پھولوں کو، بہتے دریاؤں، جھرنوں، پہاڑوں، کوہساروں غرض ہر چیز کو فخر ہے اس محافظ پہ۔۔۔ یہ وردی جو آپ کو ملی ہے عام نہیں ہے تو اسے پہننے والا عام کیسے ہو سکتا ہے..؟"

عائشہ نے اپنے الفاظ سے اس کے ٹوٹے دل اور ارادے کو سہارا دیا تھا۔ وہ چھوٹی سی لڑکی اس کی ہمت باندھ رہی تھی کیونکہ وہ اس کی طاقت بننا چاہتی تھی۔

"جلدی سے یہ آنسو پونچھیں اور مسکرا دیں پیارا سا.."

عائشہ کے یوں بچوں کی طرح کہنے پہ وہ مسکرا اٹھا تھا۔

پاس ٹیبل سے کپ اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا جسے وہ مسکرا کر تھام گیا۔

"مجھے بات کرنی ہے ایک آپ سے؟ لیکن مہربانی کر کے تحمل سے سنیے

گا۔۔"

عائشہ کے لہجے میں حد درجہ سنجیدگی محسوس کر کے حیدر نے کپ پاس میز پہ

رکھ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"ایسی بھی کیا بات کرنی ہے عائشہ..؟"

حیدر نے اس کے مرمریں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے، اپنے بھوری آنکھیں اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں جماتے استفسار کیا۔

"میجر وہ سمیع..."

"کیا کیا ہے اس کمینے نے..؟ جلدی بتائیے مجھے، میں جان لے لوں گا اس کی.."

پل میں حیدر کا غصہ آسمان کو چھوا۔ یہ احساس ہی اس کے لیے سوہان روح تھا کہ کوئی اس کی عاش کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھے۔

"تھمل رکھیں۔ جذبات میں بہنے کی ضرورت نہیں ہے"

"اس کا کچھ نہ کچھ اب کرنا ہی پڑے گا۔۔ میں سکندر سر سے بس حتمی بات کرتا ہوں، اس قصے کو ختم ہو جانا چاہیے اب۔"

"ہمممم، آپ فکر نہیں کریں سب بہترین ہوگا۔"

عائشہ نے صوفی سے اٹھ کر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

"ان شاء اللہ۔ کافی رات ہو گئی، اب سو جانا چاہیے۔"

اسے دھیرے سے اپنے حصار میں لیے حیدر بیڈ کی اوڑھ بڑھ گیا۔ افق پہ
موجود چاند ان کے اس رشتے پہ دھیرے سے مسکرایا تھا۔

تجھ سے جڑا کلام کا جواب ہے
تیرے نام سے سب انتساب ہے

(عریش)

اندھیرے کمرے میں کسی وجود کی ہلکی ہلکی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ ارد گرد سے بے نیاز وہ وجود رات کے اس پہر رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز تھا۔ وہ وقت جب رب خود بلاتا ہے، پکارتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا؟۔ وہ وقت جب چرند پرند، انسان، حتیٰ کہ پودے بھی میٹھی نیند سو رہے ہوتے ہیں اس وقت رب تعالیٰ پہلے آسمان پہ آتے ہیں صرف اور صرف اپنے ان خاص بندوں کے لیے جو اپنی نیند قربان کر کے اسے پکار رہے ہوتے ہیں، اس کا شکر ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ اپنی تکالیف، پریشانیاں اور دکھ سب اس کے سامنے عیاں کرتے ہیں۔ جب رب کی رحمت عروج پہ ہوتی ہے۔

اس وقت وہ وجود رب کے سامنے سجدہ ریز تھا۔ اسے اپنی ہر تکلیف اور خوشی سے روشناس کروا رہا تھا۔ وہ رب جو دلوں کے بھید تک سے واقف ہے پھر بھی چاہتا ہے کہ اس کا بندہ اسے خود بتائے کہ وہ تھک گیا ہے، ٹوٹ گیا ہے۔

جائے نماز پہ پیشانی ٹکائے، آنکھیں بند کیے لبِ محو ذکر تھے۔ آنکھوں سے آنسو نکل کر جائے نماز کو بھگور رہے تھے۔ بیڈ پہ سوئے وجود کے کانوں میں سسکی کی آواز گونجی تو نیند میں بھی ماتھے پہ فکر کے آثار پیدا ہوئے۔ فوراً سے پہلے آنکھیں کھول کر بیڈ پہ دوسرے وجود کو تلاشنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے موجود نہ پا کر آنکھوں میں پریشانی اور تفکر ابھرا۔

لحاف سائیڈ پہ کرتے وہ اٹھ بیٹھا اور سامنے ہی اپنی متاعِ جاں کو جائے نماز پہ سجدہ میں سسکی بھرتے دیکھ دل میں درد اٹھاتا تھا۔ بیڈ سے اتر کر ٹھنڈے

فرش پہ ننگے پاؤں رکھتا وہ جائے نماز کے پاس آکر رکا اور وہی نیچے بیٹھ گیا۔ اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر اس کے کندھے پہ رکھا تو وہ اسے محسوس کرتی مسکرائی اور سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"عاش کتنا روتی ہیں یا آپ..؟ کچھ میرا خیال ہے یا نہیں آپ کو..؟"

حیدر نے نروٹھے انداز سے کہتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو صاف کیے۔

"میجر یہ آنسو تو انمول ہوتے ہیں۔ جو رب کی بارگاہ میں بہتے ہیں، آپ جانتے

ہیں یہ آنسو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتے.."

عائشہ نے لہجے میں محبت سموئے ان آنسوؤں کا ذکر کیا تھا۔

"آپ درست کہتی ہیں۔ یہ آنسو واقعی میں بہت انمول ہوتے ہیں اور سب

کی قسمت میں کہاں ہوتے ہیں۔۔"

حیدر نے کھوئے کھوئے انداز میں اقرار کیا تھا۔

"میرے رب نے مجھے سب کچھ دیا۔ جس بھی چیز کی تمنا یا خواہش ظاہر

کی۔ اب اس کا اتنا تو حق بنتا ہے کہ میں اس کا شکر ادا کروں۔۔"

"میں دعا کروں گا کہ یہ آنسو آپ سے کبھی نہ روٹھیں۔ کیونکہ رب کی محبت

میں بہنے والے آنسو قیمتی ہوتے ہیں بہت۔۔"

"میں دعا کروں گی کہ عاش کے میجر کی ہر دعا قبول ہو۔ آمین"

ہمیشہ بولا جانے والا جملہ اس نے دہرایا تھا تو حیدر کے لبوں پہ مسکراہٹ
بکھر گئی۔

"آپ سو جائیں، نیند خراب ہوگئی۔۔"

"ارے نہیں، آج آپ میری امامت میں نفل پڑھیں۔۔"

عائشہ کو بول کر وہ پاؤں میں چپل اڑستا واشروم کی جانب بڑھ گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد افق پہ موجود چاند تاروں نے دیکھا تھا کہ وہ سبز عشق والی
لڑکی اپنے محبوب کی ہمراہی میں سجدے میں جھکی ہوئی تھی۔

دور افق پہ ایک نئے دن کا آغاز ہو چکا ہے۔ سورج آسمان پہ اپنے قدم
جمانے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ پچھلی رات کا اندھیرا چھٹ چکا تھا۔
پرنڈوں کی چہچہاہٹ اور خزاں کی آمد فضا میں ایک الگ ہی رنگ بکھیر رہی
تھی۔ درختوں پہ موجود زرد پتے گرتے گرتے تو یوں لگتا جیسے پتوں کی بارش ہو رہی
ہے۔

اس گلی میں کھڑی وہ سفید پر تعیش عمارت بھی سورج کی روشنی میں الگ
ہی منظر کی عکاسی کر رہی تھی۔ اونچی سفید عمارت کسی کی جاہ و جلال کی
علامت تھی۔ کوئی ذمی نفس دن کی روشنی میں بھی پاس نہیں ٹپکتا تھا۔
بالائی منزل پہ موجود ایک کمرے میں جھانکو تو وہ شب خوابی کے لباس میں
اوندھے میں دنیا و مافیہا سے بے خبر خراٹے لینے میں مصروف تھا یوں معلوم

ہو رہا تھا کہ جیسے صدیوں کا تھکا ہارا انسان آج سویا ہو۔ لیکن نیند میں بھی اس کے چہرے پہ سکون نام کی رمق تک نہ تھی۔ کھڑکیوں سے چھن کر آتی روشنی کمرے کو منور کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔

ہلکی ہلکی شعاعیں اس وجود کی نیند میں خلل کا باعث بن رہی تھیں جسے روکنے کے لیے اس نے منہ پہ بازو رکھ لیا۔ اس سے پہلے وہ دوبارہ نیند کی وادی میں چلا جاتا کچھ سوچ کر لبوں پہ مسکراہٹ نے گھیرا ڈالا۔ اگر کوئی پوچھ لے کہ حسین مسکراہٹ کون سی ہوتی؟ تو فوراً اس وجود کا خیال آئے، ایسی مسکراہٹ کہ اگر سورج بھی دیکھتا تو اس کی حدت کم ہو جاتی۔ شہد رنگ آنکھوں کو کھول کر سامنے سفید دیوار پہ لگے کلاک پہ وقت دیکھا جہاں صبح کے دس بج رہے تھے۔ آنکھوں میں فوراً افسوس در آیا لحاف کو سائیڈ پہ کرتا وہ اٹھ بیٹھا۔

"آج تو دیر ہوگئی اٹھنے میں ، اب تک رانی کالج چلی گئی ہوگی.."

نیند پہ چار حرف بھیجتا وہ پاؤں میں جوتے اڑس کر واشروم کی جانب بڑھ گیا۔
پندرہ منٹ بعد وہ پینٹ شرٹ میں ملبوس گیلے بالوں کو صاف کرتا واشروم
سے نکلا۔ لبوں پہ ابھی بھی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ ڈریسنگ کے سامنے
کھڑا بالوں میں کنگھی کر رہا تھا جب یاد آنے پہ سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا
کر کسی کو کال ملائی جو پہلی بیل پہ ہی اٹھالی گئی۔

"ہاں فیضی ، مجھے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اس شخص کی پوری تفصیل
چاہیے۔۔ کہاں ہوتا ہے ؟ رینج ، بٹالین ، مشن کے متعلق ، آبائی معلومات اور

تصویر۔۔ سب کچھ مطلب سب کچھ اور چوبیس گھنٹوں کا مطلب چوبیس
گھنٹے ہی ہونا چاہیے۔۔"

"یس سر۔۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر ساری تفصیلات مل جائیں گی۔۔" فیضی
نے تابعداری کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

"ہممم اور اس نواز کی ساری کہانی بھی مجھے شام تک چاہیے۔۔"

"جی بہتر۔۔!"

"رانی، بہت جلد تم میرے یعنی اپنے سمیع منہاج کے پاس ہوگی بہت جلد،

میں منتظر ہوں اس دن کا"

موبائل سائیڈ ٹیبل پہ رکھ کر اب وہ آئینے کے سامنے کھڑا خیالات میں عائشہ

سے مخاطب تھا۔

"جس شخص نے تمہارے ساتھ نام جوڑا ہے، اسے یونہی تو نہیں بخش دوں

گا میں.. بہت جلد یہ دنیا دیکھیے گی سمیع منہاج کا انتقام، بہت جلد وہ شخص

دیکھے گا میرے انتقام کو۔۔ جس کی وجہ سے تمہاری آنکھوں میں محبت کی

چنگاری پھوٹ رہی ہے۔ بہت جلد اس چنگاری کو بجھا دوں گا میں یعنی انڈر

ورلڈ کا ڈان۔۔ ہاہاہا"

دماغ میں انتقام کی آگ بھڑکتا وہ آخر پہ قہقہہ لگا کر ہنس تھا۔ ہنسی کی
بھیانک گونج سے ہر ذی روح نے حیدر کی سلامتی کی دعا کی تھی۔ لیکن ہر
دعا مقبولیت کے دروازے پار کر جائے یہ ممکن نہیں ہوتا۔ قسمت دور کھڑی
مستقبل کے پنوں پہ بکھرے الفاظ کو پڑھ کر اس دعا پہ مسکرا رہی تھی۔
اس رب کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ سفید عمارت مستقبل میں کونسی
داستان رقم کرنے والی تھی۔ کون سی نئی کہانی وقت کے پنوں پہ لکھی جانی
تھی اور پھر امر ہونی تھی۔

کالے کرتے اور سفید شلوار میں ملبوس ارد گرد سے بے نیاز وہ لان میں لکڑی کے بیچ پہ بیٹھے نجانے کن سوچوں میں گم تھے۔ آنکھیں دور خلا میں کسی غیر مرئی نقطہ پہ مرکوز تھیں۔ آنکھوں میں نمی واضح محسوس کی جا سکتی تھی۔ لان سے گزرتے مرتضیٰ صاحب نے ان کو یوں بیٹھے دیکھا تو ان کے پاس آکر بیٹھ گئے۔

"ارتضیٰ کیا بات ہے؟ پریشان کیوں ہو؟"

بھائی کی اس قدر فکر پہ ارتضیٰ صاحب کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔

"کچھ نہیں بھائی بس عائشہ کے لیے فکر مند ہوں۔"

دھیمی سی سرگوشی پہ مرتضیٰ صاحب نے فکر مند سی نظروں سے انہیں دیکھا
تھا۔۔

"کیا ہوا؟ کوئی بات ہوئی ہے..؟ ارتضیٰ کھل کر بتاؤ کیا بات ہے؟"
مرتضیٰ صاحب کے لب و لہجہ سے حد درجہ فکر مندی اور پریشانی جھلک رہی
تھی۔

"نہیں بھائی، کوئی بات نہیں ہوئی بس اس کے لیے دل تھوڑا گبھرا رہا ہے
جیسے کچھ برا ہونے والا ہو.."

بھائی کو بھرپور الفاظ میں تسلی اور حوصلہ دیا تھا۔

"ان شاء اللہ، وہ رب بہترین فیصلہ کرے گا۔"

"اب چلو اندر، بچوں کی طرح منہ بنا کر بیٹھے ہو۔۔ دادا بننے کی عمر ہے

اب۔۔۔"

"-lllllllll"

مرتضیٰ صاحب کے اس انداز پہ ارتضیٰ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

اندھیرے کمرے میں دو وجود کے قہقہے گونج رہے تھے۔ کھڑکیوں کے آگے لٹکے دبیز پردوں سے چھن کر آتی چاند کی روشنی بھی منظر واضح کرنے میں ناکام ہو رہی تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا سے کھڑکیوں پہ لٹکتے ونڈ چارم ایک الگ ہی سر بکھیر رہے تھے۔ وہ قہقہے ایک الگ ہی داستان رقم کر رہے تھے یا شاید کسی کی بے بسی کا مذاق اڑا رہے تھے۔ آنکھیں منظر دیکھنے کے قابل ہوئیں تو دو لوگوں کو آمنے سامنے میز پہ بیٹھے پایا۔ ہیزل گرین آنکھوں والی لڑکی نے شہد رنگ آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"رانی ایسے مت دیکھا کریں مجھے.." شہد رنگ آنکھوں والے نے مقابل کی حرکت پہ اسے ٹوکا تھا۔

"لیکن کیوں؟ مجھے اچھا لگتا ہے ان شہد رنگ آنکھوں میں اپنا عکس تلاش کرنا.." مقابل نے وہی عمل دہراتے ہوئے جواب دیا۔

"رانی تلاشنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا عکس تو ان آنکھوں میں مرتے دم تک رہے گا۔" جذبات سے بوجھل انداز میں کہا گیا۔ شہد رنگ آنکھوں والے ہاتھ بڑھا کر اس کے مرمیں ہاتھوں کو چھوا تھا۔

"رانی مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا جب وہ حیدر آپ کو یوں ہاتھ لگاتا ہے۔ میرا دل کرتا ہے اس کو تڑپا تڑپا کر ماروں..." "مقابل نے دانت پیستے جواب دیا۔ یوں جیسے وہ اس کے دانتوں کے نیچے موجود ہو۔ شہد رنگ آنکھوں میں ضد اور جنون جھلک رہا تھا۔

"بس چند دن کی بات ہے۔ پھر اس کا صفایا کر دینا ہے ویسے مجھے حیرت ہے کہ وہ بیوقوف کیسے بن گیا۔ ہاہاہاہاہاہا، اسے لگتا ہے میں دیوانی ہوں اس کی نہیں بابا، میں تو بدلہ لے رہی ہوں فوج سے..." "ہنستے ہنستے ہیزل گرین آنکھوں سے پانی نکل کر رخسار پر بہنے لگا۔

"ہاہاہاہا، کتنے بدھوں ہیں یار یہ...." میز پہ آمنے سامنے بیٹھے دونوں وجود کسی کی بے بسی اور اعتبار کو قہقہوں میں اڑانے میں مشغول تھے۔

منظر بدلا تھا۔۔

کرسی پہ ادھ مرا بھوری آنکھوں والا ایک شخص بندھا درد سے کراہ رہا تھا اس بات سے انجان کہ تھوڑی دیر میں اسے سب سے تکلیف دہ لمحہ دیکھنے کو ملے گا۔ کچھ حقیقتیں بھی جان لیوا ہوا کرتی ہیں۔ انسان کا انجان رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ دروازہ کھلا تو بھوری آنکھیں اٹھا کر آنے والے کو دیکھا۔ مقابل وجود کو دیکھ کر دل رکتا محسوس ہوا۔ اعتبار اور بھروسہ کرچی کرچی ہونا کسے

کہتے ہیں یہ آج پتہ چلا تھا، جب اپنے ہی غدار نکل آئیں تو غیروں سے شکوہ
نہیں رہتا۔

بھوری آنکھوں میں تکلیف تھی۔ دھوکا دینے اور بھروسہ توڑنے کی، لب
انکاری تھے کچھ بھی کہنے سے۔ اپنی متاع جان کو ایسے دیکھنا کیا کسی
قیامت سے کم تھا۔

ہم نے کب عشق کو سمجھا ہے تجارت جاناں،
عشقِ تم سے ہے، خسارہ تو خسارہ ہی سہی

"ع ع عاش... " لب دھیرے سے پھڑپھڑائے تو الفاظ نکل کر فضا میں
معدوم ہو گئے۔ عنابی لبوں پہ مسکراہٹ ابھری طنزیہ مسکراہٹ۔

"ہاہاہاہا، عاش نہیں رانی - سمیچ مہناج کی رانی ہوں میں..بدلہ لینے آئی ہوں
میں ان وردی والوں سے "ہیزل گرین آنکھوں نے بھوری آنکھوں میں
جھانکتے اسے سچائی سے آگاہ کیا۔ مقابل نے اس لمحہ موت کو آواز دی تھی
کہ کاش یہ فریب ہمیشہ قائم رہتا۔

"میجر حیدر، موت کو پکار رہے ہو تو لو یہ رہی تمہاری موت..." ہیزل گرین
آنکھوں والی ظالم نے پاس پڑی پستول اٹھا کر اس پہ تانی تھی۔

"ج جو دیکھ لیا اس سے بہتر اب موت موت ہے مم میرے لیے.."

بھوری آنکھوں میں تکلیف کا عنصر واضح تھا۔ آنسو نکل کر چہرے کو بھگو رہے تھے۔ سینے میں تکلیف اٹھتی محسوس ہوئی جسے نظر انداز کر دیا گیا۔

"اوکے اوکے ، تمہاری یہ خواہش میں اپنے ہاتھوں سے پوری کرتی ہوں..."

ہیزل گرین آنکھوں والی آگے بڑھی اور پستول اس کی کنپٹی پہ رکھ دی۔

بھوری آنکھیں بند کر لی گئی اور لب پہ کلمہ جاری ہوا۔ ہاتھ حرکت میں آیا ،

فضا میں فائر کی آواز گونجی ، بندوق سے نکلتی ایک گولی چیرتی ہوئی کنپٹی پہ

نصب ہوئی۔ گردن ایک طرف ڈھلک گئی ، کھلی بھوری آنکھیں ساکت ہو گئی

"حیدر....."

اندھیر کمرے کی فضا میں ایک چلخ بلند ہوئی اور وہ یکدم اٹھ بیٹھی۔ آنکھوں سے بہتے آنسو اور کپکپاتا جسم اس بات کی عکاسی کر رہا تھا یہ جو دیکھا گیا وہ منظر بہت بھیانک تھا۔ پاس لیٹا حیدر بھی اس کی چلخ سن کر اٹھ پڑا۔

"عاش کیا ہوا..؟ چلخ کیوں تھیں؟ ٹھیک ہیں نا آپ..؟"

سائیڈ ٹیبل پہ پڑے لیمپ کو جلاتے حیدر نے ایک ساتھ اتنے سوال کر ڈالے۔ لیکن ان ہیزل گرین آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو دیکھ کر لب ساکت ہو گئے۔

"عاش ادھر دیکھیں، رو کیوں رہی ہیں؟ کیا ہوا؟ کوئی برا خواب دیکھ لیا؟"

حیدر نے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا۔

"ح ح حیدر وو وہ گو گولی، آآ آپ۔۔"

اتنا کہہ کر وہ پھر سے سسکنے لگی۔ لیکن حیدر جان گیا کہ اس نے شاید برا خواب دیکھا ہے۔ پاس پڑے میز سے پانی کا گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا تھا جسے وہ تھام کر ایک سیکنڈ میں پی گئی۔

"عاش، ادھر دیکھیں جب تک رب نہ چاہے آپ کے میجر کو کچھ نہیں ہو سکتے، یقین رکھیں.. اس رب پہ یقین ہی تو ایمان کی پہلی سیڑھی ہے۔۔"

اتنے الفاظ ہی کافی تھے ڈھارس بندھانے کے لیے۔ دھیرے دھیرے اس کے بالوں کو سہلاتا وہ اسے سمجھا رہا تھا۔ سسکیوں کی جگہ کمرے میں ہلکی

ہلکی سانسوں کی آواز سنائی دینے لگی تو حیدر نے اسے دیکھا جو اس کے کندھے سے لگی بے خبر سو رہی تھی۔ اسے تکیے پہ لٹاتے وہ دھیرے سے جھکا اور اس کی پیشانی پہ محبت بھرا لمس چھوڑا۔

"اففف، کوئی کہے گا کہ یہ وہی لڑکی ہے جس نے فیضی کی درگت بنائی تھی۔۔۔ عاش آپ بہت گہری ہیں اتنی گہری کہ حیدر بھی آپ کو اب تک جان نہیں پایا۔ ان ہیزل گرین آنکھوں میں جانے کون کون سے راز دفن ہیں، آپ کی آنکھوں کی اذیت اور وحشت کبھی کبھی مجھے حیران کر دیتی ہے۔۔"

اس کے چہرے کی طرف دیکھتا وہ دل میں اس سے مخاطب تھا۔ نیند تو اب
 آنی نہیں تھی اس لیے تمجد ادا کرنے کی غرض سے اٹھ کر ایک نظر متاع
 جان کو دیکھتا واشروم کی جانب بڑھ گیا۔

سورج کی ہلکی ہلکی سرخی افق پہ نمودار ہونا شروع ہو گئی تھی۔ سب لوگ
 کاموں کی طرف نکل پڑے تھے۔ کوئی کہہ ہی نہیں سکتا کہ ان جگہوں پہ
 رات میں سکون ہوتا ہے۔ نیا سورج نئے آج کی امید تھا۔ ایک حوصلہ اور عزم
 دنیا والوں کو دے رہا تھا۔ چرند پرند بھی اللہ کی حمد و ثناء کے بعد اب رزق کی
 تلاش میں ادھر ادھر اڑ رہے تھے۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں...؟"

وہ بلیک شرٹ اور بلو جینز میں نک سک سا تیار آئیے کے سامنے خود پہ پرفیوم
چھڑک رہا تھا جب عائشہ کی آواز پہ مڑ کر اسے دیکھا جو ہلکے سرمئی رنگ کے
سوٹ میں ہم رنگ دوپٹہ شانے پہ ڈالے انگلیاں چٹخا رہی تھی، آنکھوں سے
بولنے کا اشارہ کیا...

"پہلے وعدہ کریں ناراض نہیں ہونگے اور نہ ہی ڈانٹیں گے..."

اس کے استفسار پہ بھوری آنکھوں میں حد درجہ حیرت سموئے اسے دیکھا جو بولنے کے لیے پر تول رہی تھی، اور دھیرے سے چلتا اس کے پاس آکر بیٹھا اور اس کے ہاتھوں پہ اپنا ہاتھ رکھا...

"پہلے کبھی آپ کو ڈانٹا ہے میں نے؟ جو آپ ایسی باتیں کر رہی ہیں
عاش..."

آنکھوں میں ناراضگی لیے اسے دیکھا تھا...

"پلیز نا وعدہ کریں کچھ نہیں کہیں گے..."

"اچھا بابا، وعدہ میں کچھ نہیں کہوں گا، پوچھیں کیا پوچھنا ہے..."

ہمیشہ کی طرح وہ آج بھی اس کے آگے ہارا تھا، یہی تو ہوتا آیا تھا اس کے
آگے گھٹنے ٹیکنا ہمیشہ سے ہی تسکین دیتا...

"اگر کبھی میں کہوں کہ مجھے آپ سے علیحدہ ہونا ہے تو آپ کیا کریں گے
میجر...؟"

اس نے بات ختم کرتے ساتھ ہی آنکھیں میچ لیں ڈر تھا کہ کہیں تھپڑ ہی
نہ لگا دے اس بات پہ، جب کافی دیر تک کوئی آواز نہ آئی تو اس نے
دھیرے سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو مسکرا رہا تھا...

"آپ مسکرا رہے ہیں، مجھے لگا آپ ابھی کھینچ کر لگائیں گے مجھے...."

"آہاں... غلط بات، میں آپ کے ساتھ زبردستی چاہ کر بھی نہیں کر سکتا... عزت کرتا ہوں آپ کی اور جہاں عزت ہو وہاں بے اعتباری جنم نہیں لیتی اور آپ سے تو میرا مضبوط رشتہ ہے، اگر کبھی زندگی میں ایسا موقع آیا بھی تو میں آپ کی خوشی کو ترجیح دوں گا..."

اس نے ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے اسے جواب دیا تو وہ اندر تک سرشار ہو گئی...

"لیکن آپ ایسے کیسے آسانی سے دستبردار ہو سکتے ہیں؟ آپ تو محبت کرتے

ہیں نا...؟"

"محبت اذیت کا نام نہیں ہے، محبت تو محبوب کی خوشی میں خوش ہونے کو کہتے ہیں، فرض کریں میں زبردستی آپ کو روک بھی لوں تب بھی نہ آپ خوش رہیں گی اور نہ میں، کیونکہ میری خوشی تو آپ سے جڑی ہے.... جہاں آپ خوش وہی میں بھی خوش... محبت کوئی ضد نہیں ہوتی کہ زبردستی پالیا جائے، محبت تو مٹ جانے کا نام ہے، دور ہو کر بھی اس کے احساس میں رہنے کا نام ہے... محبت تو ندی کے شفاف پانی جیسی ہوتی ہے کہ جس میں محبوب کا عکس نمایاں ہوتا ہے..."

اس کے ہاتھوں پہ سر ٹکا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی، بلاشبہ اسے بہترین
سے نوازا گیا تھا... ہر فیصلے کے پیچھے اس رب کی مصلحت ہوتی ہے جو
انسان کو دیر سے سمجھ آتی ہے...

"رو کیوں رہی ہیں...؟ جانتی ہیں نا ان آنکھوں سے گرنے والے آنسو
میرے دل پہ گرتے ہیں... مت تکلیف دیا کریں مجھے..."

بولتے ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر دھیرے سے اس کے آنسو صاف کیے تھے...

"اتنی محبت کون کرتا ہے....؟"

"یہ تو کچھ بھی نہیں، جانتی ہیں اصل محبت تو وہ ہے جو میرے رب نے محمد بن عبداللہ سے کی ہے کہ پوری کائنات بنا ڈالی، اصل محبت تو وہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت سے کی کہ آخری وقت تک اپنی امت کی مغفرت مانگتے رہے، محبت تو وہ ہے جو اماں عائشہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان تھی کہ سب لوگوں نے اماں عائشہ پہ تہمت لگائی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان سے ایک لفظ تک نہ نکالا... جانتی ہیں محبت عزت اور اعتبار کے بغیر بے معنی لگتی ہے، جہاں عزت و اعتبار نہیں ہوگا وہاں محبت بھی نہیں ٹک سکتی، اسی لیے تو موجودہ دور کی محبتیں محض دھوکا اور زوال ہیں...."

آج اسے صحیح معنوں میں پتہ چلا تھا کہ اسے کون سا شخص سونپا گیا...

"محبت تو وہ جو ہر محافظ اس دھرتی سے کرتا ہے، چاہے کسی بھی روپ میں اور اس کے لیے مرنے تک کے لیے بھی تیار ہو جاتا ہے، موت کو سامنے دیکھ کر بھی ماتھے پہ شکن کی بجائے لبوں پہ مسکراہٹ اور شکر ہوتا ہے کہ اس رب نے اسے چن لیا..."

آگے بڑھ کے دھیرے سے اس کی پیشانی پہ لب رکھے تو جیسے راحت سی مل گئی تھی...

"اچھا، ابھی میں چلتا ہوں خیال رکھیے گا اپنا، اور میرے لیے دعا کیجیے گا... ان آنکھوں پہ ظلم نہیں کرنا ورنہ میں دانت توڑ دوں گا ملکی مار کر..."

اس کا بولے جانے والا جملہ دہرایا تو وہ قمقہ لگا کر ہنس پڑی ، اس کی ہنسی
سے کمرے میں جیسے جل تھل سا ہو گیا وہ بھی دھیرے سے مسکرایا تھا، بے
شک اسے بہترین ساتھ دیا گیا...

وہ اپنی پی کیپ اور رومال اٹھاتا باہر کو بڑھ گیا تو اس نے ایک نظر کھلی
کھڑکی سے جھانکتے آسمان کو دیکھا اور لبوں سے شکر نکلا تھا...

کاروبارِ اُلفت میں نقد تھا ہر اک سودا
ہم جو خالی ہاتھ آئے، اپنی جاں ہی وار آئے

ایک عہد کا اختتام ہو رہا تھا وہی ایک نئے عہد کا آغاز ہو رہا تھا۔ ایک کہانی امر ہونے والی تھی یا پھر منوں مٹی تلے دفن ہو کر اپنا وجود کھونے والی تھی یہ وقت کے پنوں پہ کالے الفاظ میں لکھا جانا تھا۔

فضا میں ایک عجیب سی سگواریت محسوس کی جا سکتی تھی۔ کچھ انہونی اور غلط ہونے کا احساس جو انسان کو جھکڑ رہا تھا خوف دلا رہا تھا کہ خدا معلوم کیا ہونے والا ہے۔

آسمان پہ موجود سورج آگ برسا رہا تھا۔ گرمی سے بچنے کے لیے تمام چرند پرند اپنی اپنی پناہ گاہوں میں پناہ گزین تھے۔ ایک آزادی کا احساس ان کی روح میں ہر وقت موجود رہتا تھا۔ پھول، پودے غرض ہر جاندار ہر موسم سے اپنے مطابق لطف اندوز ہوتا ہے۔۔

جہاں لوگ گرمی اور تپش سے بچنے کے لیے چھاؤں کا سہارا لیے ہوئے تھے وہی کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو دیس کی فصیلوں پہ تعینات دشمن کی گولی کا منہ توڑ جواب دے رہے تھے۔ جان ہتھیلی پہ لیے اور سر پہ کفن باندھے وہ اس مٹی کی حفاظت کے لیے معمور تھے۔ وہ لوگ جن کے لیے دھرتی سے غداری موت کے برابر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو دھرتی کو ماں مانتے ہیں۔ جنہیں دنیا محافظ کے نام سے جانتی ہے انہی کی وجہ سے لوگ گھروں میں چین کی نیند سو رہے ہوتے ہیں اس بات سے بے نیاز کہ کب کون دشمن کی گولی کی زد میں آکر شہادت کا رتبہ پا گیا۔

وطن کا عشق ہر پاکستانی کے خون میں ہے۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کا انتظار بھی عبادت بن جاتا ہے، اور کبھی کبھی یہ انتظار قیامت تک طویل ہو جایا

کرتا ہے، کہ جب دھرتی ماں کی پکار آتی ہے، تو ان کیلئے ہر منظر پس پشت چلا جاتا۔ یہ اپنے جسم میں، خون کی گردش میں وطن کا عشق رکھتے ہیں۔ وطن ہے تو یہ ہیں، وطن نہیں کچھ بھی نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ "جب دھرتی پگارتی ہے ناسر، تو کوئی اور آواز سنائی نہیں دیتی"۔

شہادت جنون ہے، محض جذبہ نہیں ہے۔ کیونکہ موت کا سامنا کرنے کا توصلہ صرف جنون ہی دے سکتا ہے، کوئی معمولی جذبہ نہیں۔

(عمارہ اشرف)

اندھیر کمرے میں گونجتی ہلکی ہلکی موسیقی کی آواز فضا میں ایک الگ ہی
 طلسم بکھیر رہی تھی۔ ارد گرد سے لاپرواہ وجود لیے وہ صوفے پہ بیٹھی موسیقار
 کے لفظوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ اورنج رنگ کے سوٹ میں ملبوس، لمبے
 بھورے بال شانوں پہ پھیلائے، دوپٹہ کو کندھے پہ سیٹ کیے، بہت غور
 سے ہر ایک لفظ کو محسوس کر رہی تھی۔ ہیزل گرین آنکھوں میں ہمیشہ رہنے
 والی چمک تھی جس میں خوف کا عنصر بھی شامل تھا۔ سامنے میز پہ چند
 سفید کاغذ اور ایک قلم پڑھا ہوا تھا۔
 آگے کو جھکی، کاغذ اٹھا کر گود میں رکھا اور اس پہ الفاظ بکھیرنے لگی۔۔۔

”قہقہے لگاتی وہ شوخ لڑکی

اداسی کو ہنسی تلے چھپاتی

بند درتچوں پہ نظریں جمائے
کسی خاص کی منتظر
آسمان پہ اڑان بھرنے کیلئے
زخمی پروں کو کھولتی
ادھوری خواہش اور خواب
لفظوں میں پروتی
دوسروں کی تلخ لہجے کو
آنسوؤں سے زائل کرتی
وہ اک شوخ سی لڑکی"

خدا معلوم اپنی خواہشات کو لفظوں میں پرو رہی تھی یا معاشرے کی ہر لڑکی کے احساسات کی عکاسی کر رہی تھی۔ دھیرے سے قلم بند کر کے کاغذ اور قلم کو واپس میز پہ رکھ دیا اور خود سر پیچھے صوفے کا ساتھ ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

یہ بازی آخری بازی نہیں
 ابھی اور بہت سے میدان ہیں
 تیرے بازوؤں کی طاقت میں چھپے
 ہر قدم پہ مچلتے طوفان ہیں
 یہ زمانے کو یقین ہو جائے
 ہمتوں میں نہ شکن آئے

تیرے ہر قدم پہ ہیں لاکھوں دعائیں

دھیرے دھیرے موسیقار کی آواز کے ساتھ لبوں کو جنبش دیتی وہ کسی اور
ہی جہان میں پہنچی ہوئی تھی۔ آنکھوں کے کناروں سے موتی نکل کر رخسار پہ
بہہ رہے تھے۔

سیڑھیاں اترے عثمان نے اسے یوں بیٹھے دیکھا تو آنکھوں میں حیرت اور فکر
در آئی۔ جلدی جلدی اترتا وہ فوراً سے عائشہ کے مقابل آکر کھڑا ہوا اور
دھیرے سے گلا کھنکھارا۔ عائشہ نے آواز سن کر جھٹکے سے آنکھیں کھولیں
اور بہتی نمی کو پوروں سے صاف کیا۔

"کیا ہوا بھابھی رو کیوں رہی ہیں؟ کوئی پریشانی ہے یا کوئی بات ہوئی ہے؟
تو مجھے بتائیں پلیز.."

عثمان نے سامنے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے ایک ساتھ ہی اتنے سوال کر
ڈالے تو عائشہ کو فوراً شہریار اور سعد کا خیال آیا۔ وہ بھی ایسے ہی تھے اس
کے لیے جان چھڑکنے والے۔ چند پل کے لیے رکے آنسو دوبارہ بہنے لگے تو
عثمان بوکھلا گیا۔

"نہیں، عثمان بھائی کوئی بات نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے کچھ کہا ہے۔
بھلا کسی کی اتنی ہمت ہے کہ وہ کیپٹن عثمان کی بہن کو کچھ کہہ
سکے۔۔"

عائشہ کے اس محبت بھرے مان پہ عثمان نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"جی بالکل بہنا، کسی کی اتنی ہمت نہیں ورنہ عثمان منہ نہ توڑ دے اس

کا۔۔"

"ملکی مار کر...."

عائشہ کے فقرہ پورا کرنے کے انداز پہ دونوں قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ عثمان نے اپنی بہن کی اس ہنسی کی سلامتی کے لیے دل سے دعا کی تھی۔

"بہنا ایک بات تو بتاؤ مجھے ..؟"

عثمان کے مشکوک بھرے سوال پہ عائشہ نے حیران کن نظروں سے اسے دیکھا اور ہاں میں سر ہلایا۔

"آپ ہمیشہ یہی گانا کیوں سنتی ہیں..؟ میں نے کئی بار آپ کو یہی گانا

سنتے پایا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے..؟"

عثمان کے اس سوال پہ عائشہ کے لبوں پہ پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہا ہا ہا، عثمان بھائی یہ تو بہت آسان سوال تھا۔ مجھے تو ایویں ڈرا دیا آپ

نے.."

"بھنا آپ ڈرنے والوں میں سے نہیں بلکہ ڈرانے والوں میں سے ہیں، حیدر

نے مجھے فیضی والا واقعہ سنایا تھا۔ کیا دھویا تھا آپ نے اسے۔"

عثمان کی بات پہ عائشہ نے ہنستے ہوئے کندھے سے فرضی مٹی صاف کی۔

"یہ گانا میں بہت پہلے سے سنتے آرہی ہوں۔ ایک الگ ہی قسم کی کشش محسوس ہوتی ہے اس کے الفاظ کے ساتھ، ایسا محسوس ہوتا یہ الفاظ مجھے کچھ کہنا چاہ رہے ہو۔ کسی آزمائش یا قربانی کا بتا رہے ہو۔ جب بھی یہ الفاظ کانوں میں گونجتے ہیں یوں لگتا ہے کہ میں کھو گئی ہوں کہیں اور یہ الفاظ مجھے خود کو ڈھونڈنے میں مدد دے رہے ہیں۔۔۔ یہ الفاظ مجھے ہر آزمائش سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ دیتے ہیں۔"

"بھابھی آزمائش؟ میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"بھائی ان وردی والوں کے لیے تو ہر لمحہ آزمائش اور امتحان ہوتا ہے لیکن ان سے جڑے لوگوں کے لیے ہر لمحہ اذیت سے دوچار ہوتا ہے۔ خدا جانے کس لمحے ہمارے سامنے کوئی امتحان آ کر کھڑا ہو جائے تب ہم اس سے منہ نہیں پھیر سکیں گے ورنہ غدار قرار پائے گیں۔ یہ الفاظ مجھے اسی لمحے کے لیے تیار کرتے ہیں"

عائشہ کی اتنی گہری بات پہ عثمان نے نم آنکھوں سے اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا تھا جو خود کو بڑی بازی کے لیے تیار کیے بیٹھی تھی۔

"اللہ جی آپ کو ہر امتحان میں کامیاب کریں۔ آمین"

عثمان نے صوفے سے اٹھ کر اس کے سر پہ پیار سے ہاتھ رکھا تو وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

عثمان سامنے میز سے فائلیں اٹھاتا لاونج کے بیرونی دروازے کی جانب بڑھ گیا تو وہ دوبارہ گانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"اففف، عاؑ کیا مسئلہ ہے؟ دو منٹ سکون سے نہیں بیٹھ سکتیں

آپ..؟"

حیدر اور عائشہ آج باہر ڈنر کرنے آئے تھے۔ جب اچانک عائشہ کو کیا سوچھی

کہ اس نے حیدر کے بالوں کو زور سے کھینچا۔ وہ تو بچارہ تلملا اٹھا۔

"میں تو سکون سے رہ لوں لیکن مجھے دوسروں کی زندگی میں سکون پسند نہیں ہے۔"

معصومیت کی انتہا تھی۔ حیدر کو تو غش پڑنے لگا تھا۔

"خاتون میں کوئی دوسرا نہیں ہوں۔ آپ کا مجازی خدا ہوں تھوڑی تو عزت کیا کریں۔"

حیدر نے دل کی بات زبان پہ لا کر عائشہ کے گوش گزار کی تو اس نے آگے سے بتیسی دکھائی جیسے لطیفہ سن لیا ہو۔

"مجازی خدا جی یہ شادی کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ عائشہ کو ایویں نہیں سب آفت کہتے ہیں۔ کوئی تو بات ہوگی نا۔"

عائشہ نے آنکھیں پٹپٹاتے سارا ملبہ حیدر پہ گرا دیا۔

"خاتون مجھے پتہ ہوتا کہ آپ ایسی نکلیں گی تو میں پچاس بار اکھٹی نہ کرتا۔"

حیدر نے ہاتھ بڑھا کر اپنے نظر نہ آنے والے آنسو صاف کیے۔

"میجر مجھے دلی افسوس ہے کہ آپ کے ساتھ یہ حادثہ ہو گیا۔ میں کسی دن آپ کے گھر افسوس کرنے آؤں گی"

"محترمہ ہم منتظر رہیں گے آپ کی آمد کے، ویسے وعدہ تو کریں کہ آئیں گی۔"

ہمیں بھروسہ نہیں رہا اب"

حیدر نے اسے جان بوجھ کر چھڑانا چاہا لیکن بھول گیا کہ آگے بھی عائشہ میڈم ہے۔

"پنکی پرامس۔ ہم پکا آئیں گے آپ کے گھر افسوس کرنے"
حیدر کی سوئی تو پنکی پہ ہی اٹک گئی۔۔

"عاش یہ پنکی کون ہے..؟ کبھی ہمیں بھی ملاقات کا شرف حاصل کرنے
دیں.."

"حیدر سدھر جائیں ورنہ یہ پلیٹ اٹھا کر آپ کے سر میں مار دینی میں
نے.."

عائشہ نے اسے غصے سے گھورتے باور کرایا۔

"اپنکی کاپتہ تو ہم لگوا ہی لیں گے - ہمارا نام بھی میجر حیدر علی خان ہے۔"

"حیدر بیچ جائیں اب مجھ سے۔"

عائشہ نے سامنے میز سے پلیٹ اٹھا کر اسے ماری جسے وہ بروقت کچ کر گیا۔

"محترمہ کبھی کبھی آپ مجھے دہشتگردوں کی سرغنہ لگتی ہیں۔"

"آپ سے مطلب؟ ہم دہشتگرد ہو یا دہشتگردوں کی سرغنہ - دوبارہ اگر کسی

لڑکی کا نام لیا نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

عائشہ نے دانت پیستے ہوئے انگلی اٹھا کر اسے دھمکی دی۔

"خیر برا تو اب بھی آپ سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔"

حیدر نے اسے دیکھتے دل میں سوچا تھا، منہ پہ بول کر سر تھوڑی پھڑوانا تھا۔

"جی بہتر مادام...! ہم دھیان رکھیں گے"

حیدر نے سر کو خم دے کر وعدہ کیا تو وہ اس انداز پہ کھلکھلا اٹھی۔

بھوری آنکھوں نے بڑی محبت سے ہیزل گرین آنکھوں والی شہزادی کو دیکھا تھا اور دل سے اس کی ہنسی کی سلامتی کی دعا کی تھی۔ لیکن ہر دعا قبولیت

کے دروازے کو پار کر جائے یہ ممکن نہیں ہے کچھ دعائیں وقت لیتی ہیں
اور کچھ کے راستے میں قسمت کھڑی ہوتی ہے۔

دور افق پہ سورج ڈوب رہا تھا۔ ہلکا ہلکا اندھیرا چاروں طرف پھیل رہا تھا۔ آج
کا سورج ایک کہانی کو ساتھ لیے ڈوب رہا تھا وہی آنے والا سورج ایک نئی
کہانی لکھنے کے لیے خود کو تیار کر رہا تھا۔ کچھ کہانیاں بہت انوکھی اور دلچسپ
ہوا کرتی ہیں اور کچھ کہانیاں یاسیت سے بھرپور ہوتی ہیں۔ ایسی کہانیوں کو
پڑھنے والا خود کو اسی جگہ تصور کرتا ہے اور اسی تکلیف سے گزر رہا ہوتا ہے۔

یہ وہ کہانیاں ہوتی ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ امر ہو جاتی ہیں اور ان سے جذبات اور احساسات ہمیشہ رستے رہتے ہیں۔

ایسی کہانیوں کے انجام اور اختتام بہت تلخ اور ناقابل برداشت ہوا کرتے ہیں۔ معاشرے کے لیے ان کو قبول کرنا بہت کھٹن ہوتا ہے۔ لیکن جن پہ وہ بیت جاتی ہے وہ اس سے بے نیاز ہو جاتے ہیں کہ ان کو پڑھنے والے کیسار د عمل دکھاتے ہیں۔

کاش میں لکھ دو اک ایسی کہانی
جو بہا لے جائے تمہیں اس دور میں

عثمان اور حیدر رات کے آخری پہر لاونج کے صوفوں پہ بیٹھے آنے والے لائے
عمل کو ایک دوسرے کے گوش گزار کر رہے تھے۔ سامنے میز پہ تین
چائے کے خالی کپ دھرے ہوئے تھے جس کا مطلب تھا عائشہ ابھی ابھی
چائے پی کر سونے کے لیے گئی ہے۔ اس کے علاوہ میز پہ کچھ فائلیں اور
لیپ ٹاپ پڑا ہوا تھا۔

"یہ بلڈنگ کا مرکزی دروازہ ہے اور یہاں پہ بیک وقت پانچ پہرے دار ہوتے
ہیں۔ اگر ہم دائیں دیوار کی طرف جائیں تو یہاں پہ ایک پائپ ہے جس کی
مدد سے ہم لائبریری تک پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن یہ پائپ کافی خستہ حال ہے
اس لیے گرنے کا بھی خدشہ ہے۔"

وہ دونوں سامنے اڑھاک مینشن کا نقشہ پھیلائے حملہ کی تیاری کر رہے تھے۔

"عثمان اس کی فکر نہ کرو۔ ہمیں ثبوت کل رات ہر حال میں حاصل کرنے ہیں چاہے پھر شہادت ہو جائے لیکن کل کا مطلب کل کی ہے۔ مزید اس انسان کو چھوٹ دینے کا مطلب انسانیت کے ساتھ ظلم۔"

"ہم ٹوٹل چار لوگ ہوں گے جو مینشن کے اندر جائیں گے اور باقی کے چند لوگ عام روپ میں باہر پہرا دیں گے۔ میں اس پائپ کی مدد سے لائبریری میں جاؤں گا اور تم باقی تین ساتھیوں کو لیکر بقیہ مینشن کی تلاشی لو گے۔"

دھیان رہیں کسی کو بھی بھنک نہ پڑے اس آپریشن کی، عائشہ کو بھی کوئی
نہیں بتائے گا۔ از دیٹ کلیئر..؟"

"ایس سر..."

"نعرہ تکبیر اللہ اکبر.."

آنکھوں میں اک عزم اور جنون تھا۔ سب کچھ تہس نہس کر دینے کا ولولہ
اور شہادت کا جذبہ ایک محافظ کی آنکھوں میں ہر لمحہ پروان چڑھتا ہے۔ ہر
میدان میں سر پہ کفن باندھ کر اترتے ہیں کہ شہادت ہمارا مقدر بنے گی۔
اس دھرتی پاک کے لیے خون بہانا ان محافظوں کے لیے ہیرے جواہرات

ملنے سے کم نہیں ہوتا اور جب موت سامنے کھڑی ہوتی ہے تو زبان پہ فقط
کلمہ کا ورد ہوتا ہے اور لبوں پہ نا ختم ہونے والی مسکراہٹ۔۔ ایسی
مسکراہٹ کہ دشمن بھی ورطہ حیرت میں ہوتا کہ کیسے لوگ ہیں یہ موت کو
دیکھ کر بھی مسکرا رہے ہیں۔

مت سمجھو ہم نے بھلا دیا
یہ مٹی تم کو پیاری تھی
تم کو اسی میں سلا دیا۔

"عاش , بات سنیں .."

اگلی صبح وہ دونوں ناشتہ کی میز پہ بیٹھے عثمان کے آنے کا انتظار کر رہے
تھے جب حیدر نے اسے پکارا۔ عائشہ نے اپنی ہیزل گرین آنکھیں اٹھا کر اس
کی بھوری آنکھوں میں دیکھا۔

"جی .."

عائشہ نے تابعداری کا مظاہرہ کیا۔

حیدر نے ہاتھ بڑھا کر اس کا مرمیں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"عاش، آپ جانتی ہیں کہ آپ ایک محافظ کی بیوی ہیں اور محافظ کا پہلا اور آخری عشق اس کی دھرتی ہوتی ہے۔ وہ اس دھرتی کے لیے جان لے بھی

سکتا ہے اور جان دے بھی سکتا ہے.."

عائشہ نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"میجر آپ آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں..؟"

"عاش مت روئیں۔ آپ کے آنسو مجھے تکلیف دیتے ہیں، یہ موتی جب ان آنکھوں سے بہتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ میرا دل زخمی ہو چکا ہے۔ آپ محافظ کی بیوی ہیں اور آپ کو مضبوط ہونا پڑے گا۔ آپ جانتی ہیں جب ایک محافظ وطن کی حفاظت کا عہد کرتا ہے نا تو اس کی آنکھوں میں شہادت کا جذبہ

پروان چڑھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں میری عزیز من کے آنسو میری کمزوری نہیں بلکہ میری طاقت بنیں جو ہر لمحہ مجھے دشمن سے لڑنے کا حوصلہ دیں۔۔"

"میجر، میں کمزور نہیں ہوں۔ شروع سے جانتی تھی کہ کبھی نہ کبھی یہ وقت میرے دروازے پہ دستک دے گا اور مجھے کھولنا پڑے گا، بس کبھی کبھار ڈرتی ہوں کہ ہار نہ جاؤں۔۔۔"

"عاش، آپ عائشہ ہیں اور عائشہ کبھی نہیں ہارتی۔ آپ بھی نہیں ہاریں گی۔ بھروسہ اور یقین کامل رکھیں اس پاک ذات پہ جس نے ہمیشہ آپ کا ساتھ دیا ہے اور آگے بھی دے گا۔ وہ انسان پہ استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔۔"

"بے شک وہ رب بہترین کارساز ہے.."

"آپ اس نیلے آسمان کے نیچے رقص کرتے ایک ساز جیسی ہیں جو محبت کو جنم دیتی ہے، آپ اس بارش کی پہلی بوند جیسی ہیں جو زمین کو طاقت دیتی ہے، آپ کی محبت سے انسان جنگ عظیم جیت سکتا ہے۔ آپ عاش ہیں وہ عاش جو دوسروں کو محبت پہ مجبور کر دیں۔ آپ 'محبت' ہیں 'سراپا

محبت'۔۔۔"

حیدر کے اس اظہار پہ عائشہ کی بے اختیار آنکھیں نم ہوئیں اور گالوں پہ سرخی پھیل گئی۔

"عاش ، میں نے کچھ سوچا ہے.."

حیدر کے اس پراسرار انداز پہ عائشہ نے نم آنکھیں اٹھا کر اسے اچھنبے سے دیکھا۔

"کیا سوچا ہے..؟"

ہیزل گرین آنکھیں ، بھوری آنکھوں میں ڈالے اس نے سوال کیا تھا۔

"میں نے سوچا ہے کہ ہم اپنے بچوں کے نام چنکو منکو رکھیں گے.."

اپنی بات پوری کر کے اب وہ عائشہ کو دیکھ رہا تھا جو آنکھیں اور منہ کھولے
بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بات سمجھ آنے پہ پاس پڑی پانی کی
بوتل اٹھا کر اس کے سر میں ماری تو وہ سسکی بھر کر رہ گیا۔

"چنکو منکو..؟ حیدر آپ نے پی رکھی ہے کیا؟ ہمارے بچے ہوں گے کوئی
جانور کے بچے نہیں جو ہم ایسے نام رکھیں گے.."

"ارے بھئی عاش، مجھے یہ نام بہت پسند ہیں اور میں تو یہی رکھوں گا۔
کوئی مجھے نہیں روکے گا۔ اتنی محنت سے میں نے یہ نام تلاش کیے ہیں.."

"حیدر سیریسلی.. آپ یہ نام رکھیں گے..؟"

عائشہ نے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لاتے اسے بلیک میل کرنا چاہا اور
بچارہ ہو بھی گیا۔۔

"عاش روئیں تو مت۔ میں بس مذاق کر رہا تھا۔۔"

حیدر تو بچارہ اس کے آنسو دیکھ کر بوکھلا گیا جو اب پلکوں کی باڑ توڑ کر رخسار پہ
بہہ رہے تھے۔

"ہاہاہاہاہاہاہا، میجر میں بھی مذاق کر رہی تھی۔۔ افففف، آپ تو سیریس ہو
گئے۔۔ الو بنایا بڑا مزہ آیا۔۔"

"عاش کی بچی، بچیں اب میرے ہاتھ سے آپ۔۔"

لاونج میں اب دونوں کے قہقہے گونج رہے تھے۔ سیرٹھیوں سے اترتے عثمان نے ان کی سالمیت کی دعا کی تھی۔

تپتی دھوپ میں نیلے رنگ کے سوٹ اور سفید ٹراؤزر میں ملبوس ، ہم رنگ حجاب اوڑھے وہ کالج کے باہر کھڑی حیدر کی منتظر تھی۔ ایک ہاتھ میں رجسٹر پکڑے اور دوسرے ہاتھ سے آنکھوں پہ چھجا بنائے وہ سامنے سڑک کو دیکھ رہی تھی جب ایک کالے رنگ کی گاڑی پاس آ کر رکھی۔ آنے والے وجود کو دیکھے بغیر بھی وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ کون ہے۔۔

گاڑی کا دروازہ کھلا، براؤن تھری پیس میں ملبوس منہاج باہر نکلا اور عین عائشہ کے مقابل آکر رکا۔ کتنی ہی ستائش بھری نظروں نے اس کو نظر بھر دیکھا تھا اور اس کے ساتھ کی دعا کی تھی لیکن وہ تو کسی اور کے ساتھ کا منتظر تھا۔ شیڈز اتار کر ہاتھ میں پکڑتے اس نے عائشہ کی ہیزل گرین آنکھوں میں اپنی شہد رنگ آنکھیں گاڑیں۔

"رانی اتنے دن بعد تمہیں یوں اپنے مقابل دیکھ کر لگ رہا ہے جیسے سانس لوٹ آئی ہو میری۔۔۔"

عائشہ نے طنزیہ مسکراہٹ نے اس کے انداز کو ہوا میں اڑایا لیکن لبوں سے ایک لفظ تک نہ نکالا۔

"میں دعا گو ہوں کہ ان لبوں پہ مسکراہٹ ہمیشہ قائم رہے لیکن ----"

منہاج کے ادھورے جملے پہ عائشہ نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا تو

مونچھوں تلے مسکراہٹ رقص کر گئی۔۔

"لیکن اس کی وجہ صرف اور صرف سمیع منہاج ہونا کہ وہ انسان جو شاید ہی

اب زندہ رہ سکے۔۔ کیونکہ جس چیز پہ منہاج کی نظر پڑ جائے وہ کسی

دوسرے کے پاس نہیں جا سکتی ورنہ وہ جان سے جائے گا۔۔"

"مسٹر منہاج یہ بھول ہے تمہاری کہ تم اسے مار کر عائشہ کو پا لو گے۔ ایسا

کبھی ممکن نہیں ہوگا یہ عشق تمہیں آباد نہیں برباد کرے گا سمیع منہاج۔ یاد

رکھنا عائشہ کی یہ بات۔"

"ہاہاہاہا، کیا لگتا ہے مجھے یعنی انڈر ورلڈ کے ڈان کو برباد کرنا اتنا آسان ہے -

میری اجازت کے بغیر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔۔"

"کس خوش فہمی میں جی رہے ہوں؟ باہر نکلو خیالوں کی دنیا سے پھر تمہیں

سمجھ آئے گا کہ تم سے بڑا بھی کوئی وجود ہے جو اس کائنات کا چلا رہا

ہے۔۔ ڈرو اس دن سے جس دن ہر ذی روح اٹھائی جائے گی۔۔"

"رانی، فلحال تو مجھ سے ڈرو کیونکہ بہت جلد وہ انسان اس دنیا سے اُٹھنے والا

ہے۔ اگر تم میری نہیں ہو سکتی تو میں اسے بھی تمہارا نہیں رہنے دوں گا

بہت جلد یہ دنیا سمیع منہاج کا انتقام دیکھیں گی۔۔ بہت جلد۔۔ جسٹ ویٹ

اینڈ واچ - مانا میں ان آنکھوں میں آنسوؤں نہیں دیکھ سکتا لیکن ان لبوں پہ
کسی اور کی وجہ سے مسکراہٹ ہو یہ مجھے منظور نہیں۔۔۔ قطعاً نہیں"
عائشہ کو بول کر وہ آنکھوں پہ شیڈز لگاتا گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔ عائشہ نے
نم آنکھوں سے نیلی سیاہی کے پار دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ اگلی بازی
اس کا انتظار کر رہی تھی۔

"ہاں ہیلو حیدر۔۔۔"

عثمان نے کان فون سے لگائے حیدر کو کال کی جسے پہلی ہی بیل پہ اٹھا
لیا گیا۔۔۔

"عثمان کیا بات ہے..؟ یہ تو بوکھلایا کیوں ہوا ہے..؟"

"حیدر وہ وہ عائشہ بہنا..."

"کیا ہوا عائشہ کو..؟ عثمان مجھے بتا میرا دل بیٹھا جا رہا ہے.."

"حیدر وہ ابھی تک کالج سے نہیں لوٹیں شام ہو گئی ہے۔ میں کالج جا کر

بھی دیکھ آیا ہوں وہاں بھی نہیں ہے.."

"کیا مطلب لوٹی نہیں ہیں اور کالج میں بھی نہیں ہیں...؟"

"عثمان بکواس نہ کر، بول دے یہ مذاق ہے کوئی"

"نہیں حیدر میں سچ کہہ رہا ہوں، عائشہ بھابھی کا کچھ اتہ پتہ نہیں چل رہا

ہے..."

دوسری طرف حیدر کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر نیچے گر گیا....

یہ سارے حسین چہرے میری تسبیح کے دانے ہیں
نظر سے گرتے رہتے ہیں عبادت ہوتی رہتی ہے۔

حیدر اور اس کی ٹیم نے طے شدہ منصوبے کے مطابق اضہاک مینشن کی تلاشی کی اور سارے ثبوت اکٹھے کر کے آرمی ہیڈ کوارٹر تک پہنچا دیے تھے۔ اب بس اس انسانیت کے دشمن پہ ایک آخری کاری ضرب لگانا باقی تھا اور پھر اسکا کام تمام تھا۔ حیدر اور عثمان نے یہ تلاشی اتنی خفیہ طریقے سے لی کہ مہناج اور اس کے کتوں کو کانوں کان بھنک نہ پڑی۔ وہ رات کے اس وقت خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے اور ہمارے جوان ملک کے دشمن کے خلاف ثبوت اکٹھے کر رہے تھے۔ اب ان کی رسی کھینچ لینے کا وقت آگیا تھا۔

ایک کہانی اختتام کو پہنچ کر امر ہونے والی تھی وہی اس کہانی میں کسی کا انجام بھی لکھا جانے والا تھا۔ لیکن یہ انجام عبرتناک ہوگا یا دردناک یہ فیصلہ وقت کے ہاتھوں میں تھما دیا تھا۔ وقت اپنے سیاہ روشنائی والے قلم سے کونسی داستان امر کرنے والا تھا اس کا علم صرف اسے ہی تھا۔ کائنات کی ہر ایک چیز اس کہانی کے انجام اور اختتام کے لیے بے صبری سے منتظر تھی۔

وقت کے سیاہ پنوں پہ
ایک کہانی امر ہونے کو ہے۔

بس تمہیں دیکھ سکیں؛ اتنی سہولت دی جائے
ہم نے کب تم سے کہا ہے کہ محبت دی جائے۔

اپریل کا آغاز تھا۔ کبھی موسم گرم ہو جاتا اور کبھی بادلوں کی وجہ سے ہلکی
ہلکی خنکی ہو جاتی تھی۔ سورج اور بادلوں کی آنکھ مچولی جاری تھی۔ جہاں
سورج کی تپش اور روشنی بہت سے دوسرے کاموں کے لیے ضروری ہوتی
ہے وہی لوگ اس سے بچنے کا سامان تیار کیے ہوئے تھے۔ انسان، چرند پرند
اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے اور مصروف الحال نظر آتے تھے۔ ہلکی
ہلکی چلتی ہواؤں سے درختوں پہ موجود پتے زمیں پہ گرتے یوں معلوم ہوتے

تھے کہ زرد پتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ دیکھنے والوں کو یہ منظر ساحر سا لگتا تھا۔

نیلے رنگ کے فراک اور ٹراؤزر میں ملبوس ہم رنگ دوپٹہ کندھوں پہ پھیلائے لان کے بیچ پہ بیٹھی وہ اداس لگ رہی تھی۔ لمبے بھورے بال پشت پہ بکھرے ہوئے تھے۔ ہیزل گرین آنکھوں میں نمی واضح محسوس کی جاسکتی تھی۔ ان ساحرہ آنکھوں پہ کوئی بھی دل ہار سکتا تھا۔ ہیزل گرین آنکھوں میں اپنا عکس دیکھنا حیدر کو ہمیشہ ہی ساحر کر دیتا تھا۔ حیدر کو مشن پہ گئے آج تیسرا دن تھا۔ جب سے وہ گیا تھا عائشہ ایسے ہی اجرٹی حالت میں پھر رہی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر پاس پڑی سبز ڈائری اٹھائی اور اس پہ کالے الفاظ بکھیرنے لگی۔ ڈائری اس کا عشق تھا، اپنی سوچ اور احساس کو لفظوں میں

پرونا ہمیشہ سے اچھا لگتا تھا۔ ڈائری کے پنہ ہوا سے پھر پھر ائے تو فضا میں
ایک عجیب سا سر پیدا ہوا۔

"محبت سے زیادہ عادت جان لیوا ہوتی ہے۔ محبت ایک نا ایک دن ختم ہو
جاتی ہے لیکن یہ عادت ہوتی ہے جو نشے کی طرح انسان کو قبر کے دہانے
پہ لاکر چھوڑتی ہے۔ میجر آپ کی محبت اور عادت ایک لت کی طرح لگ گئی
ہے عاش کو، تبھی تو یہ دن مجھے موت کی مانند لگ رہے ہیں۔ انتظار حسین
ہے لیکن اس سرک کی ماند جو لامتناہی چلتی جائے۔ حیدر لوٹ آئیں اس سے
پہلے کہ عاشہ موت کو پکار بیٹھے۔ لوٹ آئیں خدارا"

ڈائری کو بند کر کے گود میں رکھتی وہ بیچ کی پشت سے کمر لگا کر آنکھیں موند گئی۔ ہواؤں میں یکدم تیزی آ گئی۔ فضا میں ایک مسحور کن خوشبو پھیلنے لگی۔ درخت، پودے اور پھول جھومنے لگے ایسے لگ رہا تھا کسی کی آمد کی خوشیاں منا رہے ہیں۔ لان میں پھولوں کی خوشبو پھیلنے لگی، چرند پرند اپنی زبان میں گیت گانے لگے۔ عائشہ نے اچھنبے سے آنکھیں کھول کر لان کو دیکھا جہاں ایک الگ ہی سر بکھر رہا تھا۔ شاید یہی وقت قبولیت کا تھا۔ ہواؤں نے ندا دی کہ دیکھ لو سبز آنکھوں والی شہزادی وہ لوٹ آیا ہے۔ تمہارا عشق لوٹ آیا ہے۔

چڑچڑاہٹ کی آواز سے دروازہ کھلا۔ ہیزل گرین آنکھوں والی شہزادی نے نم آنکھوں سے دروازے کی طرف دیکھا آنے والے وجود کو دیکھ کر آنکھیں پل بھر میں ساکت ہوئی۔ گلے میں گلیٹی ابھر کر معدوم ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو

بہنے لگے۔ نم آنکھوں میں محبت سموئے آسمان کو دیکھا تھا، اس کا رب یوں اس کی فریاد سننے والا تھا۔ خاکی یونیفارم میں ملبوس، سر پہ پی کیپ اوڑھے اور آنکھوں پہ کالے رنگ کے گوگلز لگائے وہ دونوں دروازے میں کھڑے اسے یوں روتا دیکھ رہے تھے۔ حیدر نے اپنی جھلی کو یوں دیکھ کر افسوس سے نفی میں سر ہلایا تو عثمان کے لبوں پہ مسکراہٹ رینگ گئی۔ دور سے ہی وہ عائشہ کو سلام کرتا اندر کی جانب بڑھ گیا تو حیدر نے بھی اپنے قدم لان کی جانب بڑھا دیے۔

"اسلام علیکم.."

اپنی پی کیپ اتار کر اس کے سر پہ دی اور آگے بڑھ کر عقیدت سے اس کا ماتھا چوما۔ یہی سب تو وہ مس کر رہی تھی اتنے دنوں سے، اس محبت

بھرے لمس پہ وہ مسکرا دی تھی۔ سر ہلا کر سلام کا جواب دیا۔ حیدر نے آگے بڑھ کر اسے اپنے حصار میں لیا اور وہی بیچ پہ ہی بیٹھ گیا۔ ایک نظر اس کی لال ہوئی آنکھوں کو دیکھتا خفگی سے اسے گھورا تو وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

"عاش، یہ کیا فضول حرکت کی ہے آپ نے؟ وجہ جان سکتا ہوں میں؟" لہجے میں حد درجہ سنجیدگی سموئے حیدر نے اپنی جھلی سے استفسار کیا۔ اس کا اشارہ لال آنکھوں کی طرف تھا۔

"یہ، یہ تو بس.."

عائشہ سے جب کوئی جواب نہ بن پایا تو شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ جانتی تھی کہ حیدر کو اس کے آنسو اچھے نہیں لگتے۔

"آٹم ریلی سوری.."

عائشہ کے عجیب بے تکی رویے پہ حیدر نے ہاتھ بڑھا کر اس کے جھکے سر کو اٹھایا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"عاش پاکل ہوگئی ہیں کیا؟ میں آپ سے کیا پوچھ رہا ہوں اور آپ آگے سے معذرت کر رہی ہیں۔"

"ہاں تو اور کیا کروں؟ رونے آپ دیتے نہیں ہیں، پاس آپ ہوتے نہیں ہیں تو آنسو بہانے کے علاوہ میں کر بھی کیا سکتی ہوں"

اپنی جھلی کی اتنی صاف گوئی پہ حیدر کے لبوں پہ مسکراہٹ رینگ گئی، جسے وہ بروقت چھپا گیا۔

"اوووووہ، تو اس ناچیز کو یاد کر کے آنسو بہائے جارہے ہیں۔ واہ رے ہماری قسمت، ہم تو دھنے ہو گئے خاتون آپ کی اس کرم نوازی پہ.."

حیدر کے اس شوخیہ انداز پہ عائشہ نے سیدھے ہاتھ کا مکا بنا کر اسے جڑا۔

"میجررررر اگر دوبارہ مجھے خاتون بولا نا تو میں نے آپ کو گنجا کر دینا ہے.."

"اب خاتون کو خاتون نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟"

"میجر روللر..."

عائشہ کو یوں چیختے دیکھ حیدر نے اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ لیے مبادہ کہیں بہرا
ہی نہ ہو جائے۔

"اچھا اچھا، نہیں کہوں گا۔ چیخنا تو بند کریں اور ادھر آ کر بیٹھیں۔"

حیدر کے بلانے پہ وہ پاس آ کر بیٹھی تو حیدر نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں ہاتھ چلانے لگا۔

"یہ آپ کی کلائیاں خالی کیوں ہیں؟ چوڑیاں کدھر گئیں آپ کی؟"

حیدر نے اس کی سونی کلائیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عائشہ چوڑیوں کی دیوانی ہے اور اس کی کلائیاں خالی ہونا معجزے سے کم نہیں تھا۔

"بس ایویں، دل نہیں کیا پہننے کا۔"

عائشہ نے بے رخی سے جواب دیا تو حیدر نے آنکھوں میں دنیا جہاں کی حیرت سموئے اسے یوں دیکھا جیسے کسی عجوبہ کو دیکھ لیا ہو۔

"یہ بات آپ کر رہی ہیں سیرِ یسلی، مجھے واقعی حیرت ہے کہ آپ کا دل نہیں کیا چوڑیاں پہننے کو۔ عاش مجھے آپ کی سونی کلائیاں نہیں پسند، مجھے ان میں رنگ برنگی چوڑیاں اچھی لگتی ہیں۔ مجھے عشق ہے آپ کی چوڑیوں سے پیدا ہونے والے ساز سے، مجھے عشق ہے ان کی کھنک سے، مجھے عشق ہے ان رنگوں سے جو آپ کے وجود کو مکائیں۔ مجھے ہر وہ رنگ، ہر وہ ساز بھاتا ہے جو آپ کی پسند ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ ہمیشہ رنگوں میں ڈھلی رہیں۔ آپ کو دیکھ کر یوں گمان ہو کہ میرے چاروں جانب بہار کا بسیرا ہے۔"

"تیری چوڑیوں کی کھنک

زندگی کی نوید ہے۔

تیری ہنسی کی کھلکھلاہٹ

بارشوں کا پیام ہے۔

تیری آنکھوں کی شوخی

محبت کا آغاز ہے۔

تیری ہر بات ، ہر حکم

آغاز وفا ہے۔"

حیدر کے ایسے انداز پہ عائشہ کے گال لال ٹماٹر جیسے ہو گئے۔ آنکھیں حیا کے

بوجھ سے جھک گئیں۔ لبوں کو دانتوں سے چباتی وہ حیدر کو بالکل ایک بچی

لگ رہی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر اس کے لبوں کو آزاد کیا۔

"ان پہ تو ظلم مت کریں اب .. خود کو تکلیف دینے کا حق نہیں دیا میں

نے آپ کو"

حیدر کی اس ڈھٹائی پہ عائشہ نے اسے گھورا تو وہ گردن پیچھے پھینک کر ہنسنے

لگا۔

اس کے جوگ بجوگ نرا لے

یہ کب یار کا بھیدا اچھالے

مسجد مندر چرچ شوالے

سارے اس کے دیکھے بھالے

آ اس کے ہونے سے ہو جا

اور "بننے" سے جان چھڑا لے

لے سُنیاری در پر آئی
 پر یتیم کے کنگن بنوا لے
 تن کے سب جھکڑے چھڑوا کر
 من درشن کروا دیتی ہے
 پوچھ رہے ہو بابا لوکا
 اور محبت کیا دیتی ہے ؟

قدرت کی ہر شے نے اس ہنسی کی کھلکھلاہٹ کو رب کی بارگاہ میں ہمیشہ
 کے لیے برقرار رکھنے کی فریاد کی تھی۔ قسمت نے دور کھڑے اس فریاد کو
 محسوس کیا تھا لیکن پھر خود کی بے بسی پہ تلخی سے مسکرائی تھی۔

سفید عمارت سورج کی روشنی میں جگمگا رہی تھی۔ وہ عمارت جو اپنی عظمت اور بڑائی کا منہ بولتا ثبوت ہے اک شان سے کھڑی دیکھنے والوں کو سحر کر دیتی تھی۔ وہ سفید عمارت اس بات سے بے نیاز کہ اس کا جادو اب ختم ہونے والا ہے اپنی پوری جاہ سے کھڑی تھی۔ سفید ٹائلز پہ جلی حروف میں لکھا اضہاک مینشن ایک الگ ہی منظر پیش کر رہا تھا۔

بالائی منزل پہ موجود ایک کمرے میں جھانکو تو وہ شب خوابی کے لباس میں بیڈ پہ آڑھا ترچھا لیٹا ہر بات سے بے نیاز خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ کمرے میں جلتی مدھم روشنی اور پردوں سے چھن کر آتی سورج کی مدھم

شعائیں اندھیرے کو زائل کرنے میں ناکام ثابت ہو رہی تھیں۔ ساری رات چلتے آئیر کنڈیشنر سے کمرے میں خنکی بڑھ رہی تھی۔

کمرے کی پرفسوں خاموشی کو بیڈ کی بغل والے میز پہ پڑے موبائل پہ آنے والی کال نے توڑا تو وہ نیند میں بھی بدمزہ ہوا۔

"کیا تکلیف ہے؟ کون مرگیا ہے صبح صبح؟"

موبائل اٹھا کر کان سے لگاتا وہ مقابل پہ چیخ پڑا۔ دوسری طرف موجود فیضی نے فوراً موبائل کان سے ہٹایا اور اس پہ لعنت بھیجی۔

"سس سر میں ہوں فیضی.."

"کیا موت پڑ گئی ہے تجھے؟ جویوں صبح صبح تجھے چین نہیں۔۔"

"سسر وہ نواز کے متعلق بات کرنی تھی اور وہ ان کے شوہر کے

متعلق بھی۔۔"

فیضی نے تھوک نگلتے اسے مسئلے سے آگاہ کیا اور عائشہ کا نام لینے سے خود

کو باز رکھا مبادہ وہ موبائل میں سے ہی اسے زندہ چبا جاتا۔

"ہممم، دس منٹ میں مینشن پہنچو اور یاد رہے دس منٹ کا مطلب دس ہی

ہو۔۔"

"جج جی سر۔۔"

موبائل بیڈ پہ پھینکتا وہ واشروم کی جانب بڑھ گیا۔ دس منٹ بعد وہ تویے سے بال صاف کرتا واشروم سے نکلا اور ابھی آئیے کے سامنے کھڑا خود پہ پرفیوم چھڑک رہا تھا جب ملازم نے فیضی کے آنے کی اطلاع دی تو وہ اس کے ساتھ ہی باہر کی جانب بڑھ گیا۔

"ہاں فیضی بولو، کیا خبر لائے ہو؟ امید کرتا ہوں کہ کچھ کام کی خبر ہوگی
ورنہ...."

سمیع نے جیب سے پستول نکال کر سامنے میز پہ رکھتے ہوئے کہا تو پستول کو دیکھ کر فیضی کا خون خشک ہو گیا۔

"جج جج جی سس سر.."

"اب الف سے لے تک ساری بات بغیر رکے سناؤں .."

سمیع کے کہنے پہ فیضی نے اسے نواز سے ہونے والی پہلی ملاقات ، طلحہ کا غیر ملکیوں میں شامل ہونا، غیر ملکیوں پہ حملہ، نواز کا طلحہ کی شہادت پہ رد عمل، کارخانوں پہ حملے کے وقت نواز کی عدم موجودگی، نواز کا عائشہ اور سمیع کی شادی کو ناکام کرنا، حیدر اور عائشہ کی شادی اور پچھلی رات مینشن کی تلاشی تک ہر ایک بات سے آگاہ کیا لیکن سمیع کی سوئی جہاں پہ اٹکی وہ نواز اور حیدر کا آپسی تعلق تھا۔

"یہ حیدر اور نواز کا آپس میں کیا تعلق ہے؟"

"سراصل میں ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ایک ہی انسان کے دو روپ ہیں۔ ہماری دنیا کے سامنے نواز علی خان اور باقی دنیا کے سامنے میجر حیدر علی خان۔"

فیضی کے اس انکشاف پہ سمیع کچھ بھی کہنے کے قابل نہ رہا۔ شہد رنگ آنکھوں سے وحشت ٹپکنے لگی، زخمی ہاتھی کی طرح صوفے سے اٹھ کر وہ لاونج میں چکر لگانے لگا۔

"اتنا بڑا دھوکا، سمیع منہاج کے ساتھ، انڈر ورلڈ کے ڈان کے ساتھ اتنا بڑا دھوکا۔۔۔"

سمیع نے میز پہ پڑا گلدان اٹھا کر فرش پہ پٹخا تو فیضی نے سہم کر اس شیر کو دیکھا تھا جسے یوں دوسری بار فوج کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی۔

"نہیں نہیں، میرے ساتھ ایسا نہیں ہو سکتا۔ نہیییییییییی، میں میں اتنے دن سانپ کو دودھ پلاتا رہا اور وہ مجھے ہی ڈس گیا۔۔۔ بہت ہو گیا یہ چھپن چھپائی کا کھیل اب بس، رانی اگر تم میری نہیں ہوئی تو کوئی بات نہیں لیکن تم کسی اور کی بھی نہیں ہو سکتی۔ اب تم میرے اندر کا شیطان دیکھو گی۔۔"

شہد رنگ آنکھوں سے نکلتے شعلوں کو دیکھ کر فیضی کی سٹی گم ہو گئی۔ اس نے اپنی سلامتی کی دعا کی تھی۔

یوں بھی ہم دور دور رہتے تھے
یوں بھی سینوں میں اک کدورت تھی۔

حیدر، عثمان اور کرنل سکندر اس وقت آرمی ہیڈ کوارٹر کے تہہ خانے میں موجود تھے۔ آمنے سامنے بیٹھے وہ تینوں سمیع کے خلاف اکٹھے کیے گئے ثبوتوں کی جانچ پڑتال کر رہے تھے۔ ایک ایک فائلوں اور کڑی کا بغور مشاہدہ کیا جا رہا تھا۔ اتنے بڑے ڈان پہ ہاتھ ڈالنا قطعاً آسان نہیں تھا جب تک ثبوت پختہ نہ ہو۔ اب صرف ایک آخری کاری ضرب باقی تھی۔

"میجر حیدر اور کیپٹن عثمان کیا آپ دونوں تیار ہیں آخری بازی کھیلنے کے لیے؟"

کرنل سکندر کے رعب دار آواز میں ان سے استفسار کیا۔

"ایس سر... ہم تیار ہیں سر پہ کفن باندھنے کے لیے"

دونوں نے بیک وقت جذبہ سے جواب دیا تو کرنل سکندر ان کی اس حرکت پہ مسکرا دیے اور فخر سے ان جوانوں کو دیکھا۔

اس کی مٹی بھی سونا ہے

اس کا کھونا بھی ہونا ہے

اس کی مستی ہی وکھری ہے

یہ اٹھڑ ہے اور اتمھری ہے

یہ ہونی پر آ جائے تو

سو بلھے نچوا دیتی ہے

پوچھ رہے ہو بابا لوکا

اور محبت کیا دیتی ہے؟؟

حیدر اور عثمان بیک وقت نظریں اٹھا کر سامنے دیوار پہ لگی طلحہ کی تصویر کو دیکھا تو آنکھیں خود بخود بھیک گئی تھیں۔ کرنل سکندر نے ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو وہ بھی افسردہ ہو گئے۔

"حیدر اور عثمان، یہ وقت جذباتی ہونے کا نہیں ہے۔ طلحہ ہم میں نہیں ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہمیں کوئی خسارہ ہوا بلکہ آپ یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ طلحہ آپ دونوں پہ بازی لے گیا۔"

کرنل سکندر کے سمجھانے پہ دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"Ok, Now you can go and get ready for a last game. In Sha Allah, we will become game changers"

"In Sha Allah sir.."

وہ دونوں سیلوٹ کرتے باہر نکل گئے تو کرنل سکندر دوبارہ طلحہ کی تصویر کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"مت سمجھو ہم نے بھلا دیا"

ایک دھیمی سرگوشی کی گئی تھی۔ جسے ہوانے رب کے حکم سے دوسرے
جہاں پہنچا دیا تھا۔

شام کے وقت سڑکوں کو دیکھ کر یوں لگتا کہ سارا جہاں امد آیا تھا۔ ہر طرف
شور، چہل پہل عروج پہ تھی۔ کوئی گول گپے کی ریڑھی لگائے بیٹھا تھا اور
کوئی لوگوں کے لیے آسکریم کا انتظام کیے ہوئے تھا۔

ایک وجود کالے رنگ کے فراک ٹراؤزر میں ملبوس ہم رنگ دوپٹہ حجاب کی
طرح اوڑھے اور دوسرا کالے رنگ کی شرٹ اور نیلی جینز میں ایک دوسرے

کا عکس معلوم ہو رہے تھے۔ ارد گرد سے بے نیاز وہ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے
پتھریلی روش پہ چل رہے تھے۔ ان کی ہنسی کی گونج فضا میں معدوم ہو رہی
تھی۔ کئی لوگوں نے ان کو یوں ہنستے ہوئے حسد اور رشک سے دیکھا تھا
لیکن وہ دونوں دنیا سے لاپرواہ ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے تھے۔

"میجر مجھے گول گپے کھانے ہیں.."

گول گپے کی ریڑھی دیکھ کر عائشہ کے اندر کی آفت باہر نکل آئی۔ گول گپے
سامنے موجود ہو اور وہ نظریں پھیر کر گزر جائے ایسا ممکن نہ تھا۔

"عاش آپ کا گلا خراب ہو جائے گا.."

"بس ایک پلیٹ کھاؤں گی، پلیز مان جائیں نا پلیززززز"

عائشہ کے یوں معصومیت سے کہنے پہ حیدر کو ماننا ہی پڑا۔

"اچھا چلیں.."

گول گپے کھاتی اور ساتھ سوں سوں کرتی حیدر کو وہ بچی لگ رہی تھی۔ حیدر نے موبائل نکال کر اس کی ویڈیو بنانا شروع کر دی لیکن وہ تو گویا یوں کھا رہی تھی جیسے بعد میں ملنے ہی نہیں ہیں..

"عاش بس کریں، مزید کتنے کھائیں گی آپ؟"

عائشہ کو یوں تین چار پلیٹ ختم کرتے دیکھ حیدر ٹوکے بنا نہ رہ سکا۔

"بس ایک اور.."

"نہیں مطلب نہیں ، چلیں یہاں سے"

پیسے ادا کر کے وہ عائشہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا تو عائشہ نے اسے آگے سے زبان دکھائی۔ ابھی دس منٹ ہی گزرے کہ عائشہ کو چکر آیا۔ حیدر نے اسے پکڑا نہ ہوتا تو وہ یقیناً گر چکی ہوتی۔ حیدر نے اسے پاس موجود بینچ پہ بٹھایا اور قریبی دکان سے پانی پلایا۔

"کہا تمہارا مت کھائیں زیادہ ، اب طبیعت خراب ہو گئی نا"

"میجر یہ گول گیوں کی وجہ سے نہیں ہے.."

"تو پھر کس وجہ سے ہے؟"

"یہ تو کافی دن سے..."

حیدر کی گھوری کو دیکھ کر وہ جان گئی کہ غلط موقع پہ غلط بات منہ سے نکل گئی لیکن اب تو نکل گئی تھی۔

"عاش سیریلی آپ نے عقل بیچ کھائی ہے؟ اتنے دن سے آپ کی طبیعت خراب ہے اور آپ نے مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا۔ حد ہوتی ہے لاپرواہی کی"

عائشہ کی آنکھوں میں چمکتے آنسو دیکھ کر وہ تھوڑا نرم پڑا۔

"رونے کی ضرورت نہیں ہے اٹھیں اور ڈاکٹر کے پاس چلیں ابھی.."

"لیکن ---"

"لیکن ویکن کچھ نہیں.."

بیس منٹ بعد وہ ڈاکٹر کے کلینک میں موجود تھے۔ عائشہ کے چیک اپ کے بعد ڈاکٹر نے انہیں جو خبر سنائی تھی وہ ناقابل یقین تھی۔ فرط جذبات سے دونوں کی آنکھوں میں آنسو نمایاں تھے۔ خدا تعالیٰ انہیں اتنی بڑی نعمت سے نواز رہا تھا۔

"Aash, thank you so much. It's a great news and a gift for me. Thank you so much . Love you alot"

حیدر نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تو کب سے رکے ہوئے آنسو بہہ کر اس کے کندھے بھگونے لگے۔۔ حیدر نے اسے رونے سے نہیں روکا ، جانتا تھا کہ کیوں رو رہی ہے۔ دھیرے دھیرے سے اس کے بال سہلا کر اسے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

"Ash, Now you have to take care of yourself
and our baby . I can't bear any
irresponsibility in this aspect. I hope you
get it.."

"Yes, major Haider Ali Khan.."

عائشہ کے اس انداز پہ وہ دونوں ہی کھلکھلا کر ہنس دیے۔ وقت نے ان کی
دائمی خوشیوں کی دعا کی تھی۔

"میجر یہ گھر کا راستہ تو نہیں ہے، ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

کلینک سے واپسی پہ عائشہ نے گاڑی دوسرے راستے پہ دوڑتے دیکھ حیدر سے دریافت کیا۔

"ہم گھر ہی جائیں گے لیکن واپسی پہ، ابھی باقی سب کو یہ خوشی کی خبر سنانے جا رہے ہیں۔"

حیدر نے گاڑی چلاتے ہوئے اسے منزل سے آگاہ کیا۔

"ہم ماما بابا سے ملنے جا رہے ہیں واؤ، مجھے سچی بہت یاد آ رہی تھی ان کی کافی دن سے۔"

عائشہ نے پرجوش انداز میں دل کی بات حیدر کی سماعت تک پہنچائی تو وہ اس کے انداز پہ فقط مسکرا کر رہ گیا۔

تیس منٹ بعد گاڑی ولا میں داخل ہوئی۔ عائشہ تو سب سے یوں مل رہی تھی جیسے صدیوں کے بعد ملاقات ہو رہی ہو۔ اب وہ سب لاونج میں بیٹھے عائشہ کی حرکتوں پہ مسکرا رہے تھے۔ سعد، عائشہ اور سدرہ نیچے کشنز لگائے بیٹھے تھے جب کہ حیدر باقی سب کے ساتھ باتوں میں لگا ہوا تھا جس میں دوسری باتیں کم اور عائشہ کی باتیں زیادہ تھیں۔ ہانیہ بیگم اپنی آفت کے اتنے اچھے نصیب پہ جتنا بھی شکر کرتیں کم ہی تھا۔

"حیدر بیٹا آپ نے کال پہ بتایا تھا کہ آپ کلینک جا رہے ہو، سب خیریت

تھی نا؟"

ہانیہ بیگم کے استفسار پہ حیدر نے نظریں گھما کر اپنی جھلی کو دیکھا جو لال

ٹماٹر ہو رہی تھی۔

"جی جی آنٹی بالکل خیریت ہے، بلکہ ایک اچھی خبر ہے"

حیدر نے ان سب کو مطمئن کرنا چاہا جو اچانک ہی پریشان ہو گئے تھے۔

"اچھی خبر مطلب..؟"

سب نے ایک ساتھ سوالیہ نظروں سے عائشہ اور حیدر کی طرف دیکھا۔

"مطلب یہ کہ آنٹی اور انکل آپ نانا نانی بننے والی ہیں اور شہری ، سعد تم لوگ ماموں اور سدرہ آپ ممانی اور خالہ بننے والی ہیں۔"

حیدر کے انکشاف پہ سب نے حیران نظروں سے عائشہ کی طرف دیکھتے بات سمجھنے کی کوشش کی اور جب معاملہ سمجھ آیا تو شہریار، سعد اور سدرہ کی اکھٹی چیخیں نمودار ہوئیں۔

"کیا واقعی؟؟؟"

ہانیہ بیگم نے اٹھ کر عائشہ کو گلے لگایا تو اس کی جھکی نظریں دیکھ کر یقین آ گیا۔

"بہت بہت مبارک ہو میری جان۔"

سب نے باری باری آگے بڑھ کر ان دونوں کو مبارکباد دی۔ ان کے گھر کی پہلی خوشی تھی، سب پھولے نہیں سمارہے تھے دل کر رہا تھا سب کو چیخ چیخ کر بتادیں۔ سعد کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ اعلان کروادے کہ اس کا ساتھ دینے کے لیے چھوٹے شیطان آرہے ہیں۔

دھیرے دھیرے آسمان پہ اندھیرا بڑھ رہا تھا۔ شب تاریک ہو رہی تھی۔ سیاہ آسمان پہ چمکتے ستارے موتی معلوم ہو رہے تھے، گلیاں انسان ہو گئی تھیں۔ لوگ تھک ہار کر اب آرام کر رہے تھے۔

رف ٹی شرٹ میں ملبوس بیڈ پہ بیٹھا وہ بظاہر تو کسی فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا لیکن بھوری آنکھیں مستقبل کی سوچ اور فکر میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ کمرے میں داخل ہوتی عائشہ نے اسے یوں لاپروا انداز میں بیٹھے دیکھ بھنویں اچکائیں۔ جب دروازہ بند ہونے کی آواز پہ بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوا تو عائشہ کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے۔ قدم قدم چلتی وہ عین اس کے سامنے آکر براجمان ہو گئی اور ہاتھ بڑھا کر آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی۔ حیدر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ کب آئیں؟ مجھے علم ہی نہیں ہوا۔"

حیدر نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیسے علم ہوتا، جناب تو کسی پنکی ونکی کے خیالات میں غرق تھے۔"
عائشہ کے اتنے ٹھنڈے طنز پہ حیدر نے منہ کھولے بات سمجھنے کی کوشش
کی۔

"پنکی کون ہے اب؟ میں اس کے خیالوں میں کیوں غرق ہونے لگا بھلا؟"

"بس بس رہنے دیں، جیسے میں جانتی نہیں آپ کو۔"
عائشہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید صفائیاں دینے سے روکا۔

"مادام میں سچ کہہ رہا ہوں، میں تو کسی پنکی کو جانتا تک نہیں۔"

عائشہ نے جان بوجھ کر اچھا کو لمبا کھینچا تھا۔ حیدر نے اسے اچھنبے سے دیکھا جو بنا مطلب کے بات کو بڑھا رہی تھی۔

"جی ہاں جی، میں تو حوریہ اور حمراہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"دیکھا میں نے کہا تمہا نا کسی لڑکی کا چکر ہے۔۔ ابھی شیر ی بھائی کو بتاتی

ہوں وہ خبر لیں گے۔"

عائشہ کو اٹھتے دیکھ حیدر نے فوراً ہاتھ پکڑ کر اسے واپس بٹھایا۔

"لڑکی میری پوری بات تو سن لیں، میں نے حمراہ بھی کہا ہے حوریہ کے ساتھ ساتھ.."

"مجھے کچھ نہیں سننا، مجھے یہ بتائیں یہ دونوں کون ہیں؟ جن کو سوچا جا رہا ہے ورنہ---"

عائشہ کی بے تکی بات پہ حیدر کا دل کیا اپنا ماتھا پیٹ لے۔

"اففف عااش، یہ ہمارے بچوں کے نام سوچے ہیں میں نے.."

حیدر کی اگلی بات پہ عائشہ کے تنے نقوش ڈھیلے ہوئے۔ دل کیا کہیں منہ چھپالے۔

"پہلے نہیں بتا سکتے تھے، اتنی انرجی ضائع کروادی فضول میں میری.."

"آپ کسی کو بولنے کا موقع دیں تب نا.."

"اچھا چھوڑیں۔ یہ نام کیوں سوچے آپ نے؟"

"کیونکہ ان ناموں میں میرے نام کا 'ح' اور آپ کے نام کا 'ہ' آتا ہے اس

لیے۔ اگر دو بے بی ہوئے تو ہم ان کے نام حمراہ اور حوریہ رکھیں گے ورنہ

بیٹی ہوئی تو حوریہ اور بیٹا ہوا تو حمراہ"

"کیا ہوا؟ اداس کیوں ہو گئیں؟ اگر نام پسند نہیں تو ہم بدل دیتے ہیں

کوئی بات نہیں.."

عائشہ کے افسردہ چہرے کو دیکھ کر حیدر کو فکر لاحق ہوئی۔

"نہیں، بہت اچھے نام ہیں۔ بس ایسے ہی دل بھر آیا.."

"عاش میں سمجھ سکتا ہوں آپ کیا سوچ رہی ہیں۔ لیکن آپ ہمیشہ اس

بات کو ذہن میں رکھیں کہ آپ کوئی عام لڑکی نہیں ہیں بلکہ آپ ایک محافظ

کی بیوی ہیں اور آپ کو ان چھوٹی چھوٹی باتوں پہ کمزور پڑنا زیب نہیں دیتا۔"

"محافظ کی بیوی سے پہلے میں ایک عام انسان بھی ہوں ، میں بالکل مضبوط نہیں ہوں - رشتوں کے معاملے میں بہت کمزور ہوں میں، ڈر لگتا ہے اگر ہار گئی تو۔۔"

"آپ میجر کی عاش ہیں - آپ پہ پورا بھروسہ ہے مجھے آپ کبھی نہیں ہاریں گی۔ آپ کا رب آپ کو کبھی ہارنے نہیں دے گا۔ یہ جان تو ویسے بھی اس کی امانت ہے وہ جب چاہے واپس مانگ لے لیکن کیا ہی اچھا ہو اگر یہ کسی نیک مقصد میں چلی جائے۔ محافظ جب وردی پہنتا ہے نا تو اس کی آنکھوں میں شہادت کی خواہش وقت کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتی ہے - اگر آپ یوں آنسو بہائیں گی تو میں کمزور پڑ جاؤں گا - میں چاہتا ہوں آپ میری کمزوری نہیں طاقت بنیں۔ سمجھ رہی ہیں نا میری بات؟؟"

حیدر کے سمجھانے پہ عائشہ نے اثبات میں سر ہلایا اور کب سے بہتے آنسو صاف کیے۔

"اب یہ دودھ کا گلاس ختم کریں جلدی سے اور سو جائیں ، صبح کالج بھی جانا ہے۔"

حیدر نے آگے بڑھ کر اس کی روئی روئی آنکھوں پہ اپنے لب رکھے جسے اس نے بند آنکھوں سے محسوس کیا تھا۔ پاس موجود میز سے گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا جسے وہ فرمانبرداری سے تھام گئی۔۔۔

نم شیشے سے جھانکتی رات کی سیاہی نے ان کی محبت کی سالمیت کے لیے رب کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے تھے۔

من کا میل مٹا دیتی ہے
خوشبو انگ بسا دیتی ہے
سینہ خیر بنا دیتی ہے
پیر نہیں تھکتے ہیں جس میں
ایسا رقص کرا دیتی ہے
سب رنگوں سے جان چھڑا کر
یار کا رنگ چڑھا دیتی ہے
پوچھ رہے ہو بابا لوکا
اور محبت کیا دیتی ہے؟؟

رات کے اس پہر جب لوگ رب کی بارگاہ میں آنسو بہا رہے ہوتے ہیں ۔
اس رب کو منانے کے لیے سجدہ ریز ہوتے ہیں جب رب پہلے آسمان پہ
جلوہ افروز ہوتا ہے ، اس وقت وہ دونوں وجود ہر چیز سے بے نیاز سامنے میز پہ
موجود کاغذات پہ جھکے کچھ خفیہ منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ کبھی کبھار
لاونج کی خاموشی میں ان دونوں کی دھیمی سرگوشی خلل پیدا کرتی تو الگ سا
سر بکھر جاتا ۔ قسمت دور کھڑی ان ظالمان وقت کے منصوبوں پہ ہولے سے
مسکرا رہی تھی کیونکہ ہونا تو وہی ہے جو منظورِ خدا ہوگا۔

"عاش اٹھ جائیں، کالج نہیں جانا کیا...؟"

حیدر واک سے واپس آیا تو عائشہ کو ابھی تک سوتے دیکھ حیرت ہوئی۔ فجر کے وقت اٹھنے والی لڑکی ابھی تک یوں گدھے گھوڑے بیچ کر سوئے تو حیران ہونا لازم ہے۔۔ حیدر نے آگے بڑھ کر کمبل ہٹایا تو وہ کسمسائی۔

"عاش طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپ کی؟ شاباش اٹھ جائیں اب"

حیدر کے اٹھانے پہ وہ خراب موڈ کے ساتھ اٹھ بیٹھی۔

"میرا دل نہیں کر رہا آج کالج جانے کا، پلیز کل چلی جاؤں گی.."

"ہرگز نہیں، پہلے ہی کافی چھٹیاں ہو چکی ہیں اب تو ویسے بھی لاسٹ ڈیز

چل رہے ہیں۔ انجوائے کر لیں تھوڑا"

حیدر کی بات پہ وہ بادل نخواستہ منہ بناتی کپڑے اٹھا کر واشروم میں گھس گئی لیکن جاتے جاتے واشروم کے دروازے پہ غصہ نکالنا نہیں بھولی تھی۔
حیدر فقط آہ بھر کر رہ گیا۔

بیس منٹ بعد وہ فریش سی واشروم سے نکلی اور سنگار میز کے سامنے کھڑی بال بنانے لگی۔ حیدر بستر پہ بیٹھا اس کی ایک ایک حرکت کو ملاحظہ کر رہا تھا جو اپنا غصہ بے جان چیزوں پہ نکال رہی تھی۔

"عاش بس کریں اب، ان معصوم چیزوں کا کیا قصور بھلا؟"

"ہاں بالکل، سارا قصور میرا ہی ہے۔ میں ہی فساد کی جڑ ہوں، مجھے کچھ ہونا تو دیکھنا خود ہی روئیں گے"

"عاش فضول بکواس نہیں کریں، ورنہ الٹے ہاتھ کی دوں گا ایک۔۔ اٹھیں اور چلیں ناشتہ کریں میرے ساتھ"

حیدر اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا باہر لے گیا۔

اپنے ہاتھوں سے ناشتہ کروانے کے بعد اسے کالج کے گیٹ پہ چھوڑ کر وہ آگے بڑھ گیا لیکن جاتے جاتے بھی اسے تاکید کرنا نہیں بھولا۔

اور کسی سے کب ہوتا ہے

یہ "کن" کہہ دے تب ہوتا ہے

اس کے دم سے سب ہوتا ہے

اس کا مالک رب ہوتا ہے

رمز الف سمجھا دیتی ہے

پوچھ رہے ہو بابا لوکا

اور محبت کیا دیتی ہے؟؟

"عائشہ کیا بات ہے یار؟ جب سے آئی ہوں یوں خراب ٹماٹر جیسا منہ بنایا ہوا

ہے.."

اس وقت وہ دونوں پیپر دینے کے بعد کالج کے گراؤنڈ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔
عائشہ کافی دیر سے گم صم بیٹھی گھاس توڑ رہی تھی جب ذلے نے اس کی
خاموشی کو محسوس کرتے سوال کیا۔

"کچھ نہیں یار بس صبح حیدر سے بحث ہو گئی تھوڑی سی"
عائشہ نے گھاس توڑتے بے دلی سے جواب دیا۔

"یقیناً اس میں غلطی بھی تیری ہی ہوگی۔"

جواب میں عائشہ نے اسے صبح والے واقعے سے آگاہ کیا۔ پوری بات سننے
کے بعد ذلے کا دل کر رہا تھا کہ عائشہ کو ایک تمپڑ جڑ دے۔

"عائشہ کہاں سے سیکھا ہے اتنا بکواس کرنا؟ ایک آدھ تھپڑ بھی لگنا چاہیے
تھا ایسی فضول گوئی پر"

"یار کیا ہے اب تم بھی شروع ہو جاؤ، میرا نہیں دل کر رہا تھا آنے کا
بس.."

"تمہیں حیدر بھائی ہی سدھار سکتے ہیں ورنہ تمہارا تو اللہ ہی حافظ ہے"

"بھائی کی چمچی منہ بند رکھ، میری بات سن میں نے کچھ سوچا ہے.."

"یقیناً کچھ فالتو ہی سوچا ہوگا کیونکہ آپ سے کچھ اچھا متوقع نہیں ہے.."

"ذلے منہ بند کر لے ورنہ تجھے اس دنیا سے اوپر بھیجنے میں وقت نہیں لوں گی۔ میں چاہتی ہوں ہماری دوستی رشتہ داری میں بدل جائے اس طرح ہم اکٹھے بھی رہیں گے ہمیشہ"

"اب اس بکو اس کا کیا مطلب لوں میں؟؟"

"فلحال کوئی مطلب نہ لے، کچھ دنوں تک تمہیں خود ہی سمجھ آ جائے گا.."

"جی بہتر محترمہ عائشہ صاحبہ.."

"اچھا اب میں چلتی ہوں ، مارکیٹ بھی جانا ہے کل چیزیں لینی ہیں"

عائشہ نے اٹھتے ہوئے ذلے کو آگاہ کیا۔

"میں بھی چلتی ہوں تمہارے ساتھ.."

"ارے نہیں ، میں چلی جاؤں گی پاس ہی تو ہے"

"چل ٹھیک ہے ، دھیان سے جانا اللہ نگہبان"

"اللہ نگہبان..."

ذلے کو مل کر وہ بیگ اٹھاتی باہر کی جانب بڑھ گئی بنا جانے کہ آج اس
کالج سے باہر رکھا گیا اگلا قدم اسے کس اذیت سے دوچار کرنے والا
تھا۔ مستقبل کے بارے میں نہ جاننا ہی بہتر ہوتا ہے ورنہ انسان اس خوف
سے ہی مر جائے۔۔

"عثمان بھائی جلدی جلدی بتادیں کچھ مزید لانا ہے یا نہیں؟ ورنہ اگر آپ
کے کھڑوس دوست کو پتہ چلا گیا کہ میں یہاں مارکیٹ میں پھر رہی ہوں تو
ہم دونوں کو گولی مارنے میں وقت نہیں لگائے گا۔"

عائشہ اس وقت مال میں موجود تھی۔ ایک ہاتھ سے فون کان سے لگائے اور دوسرے ہاتھ میں کچھ شاپنگ بیگز پکڑے وہ جلدی جلدی سیڑھیاں اتر رہی تھی اور ساتھ ساتھ عثمان سے بھی بات کر رہی تھی۔

"ہا ہا آپ کو وہ کچھ نہیں کہے گا لیکن مجھے تو پکا نہیں چھوڑے گا۔"

"میرے بھائی کو ہاتھ لگا کر دیکھیں میں گنجا کردوں گی۔"

"پیاری بہنا دہشت گردی گھر آ کر کر لینا، ابھی حیدر کے آنے سے پہلے گھر

آ جائیں۔"

"اوکے اوکے، بس دس منٹ تک گھر ہوں گی ان شاء اللہ.."

"ان شاء اللہ، دھیان سے آئیے گا.."

موبائل کان سے ہٹا کر بیگ میں رکھ رہی تھی جب اسے اپنے پیچے کسی کا گمان گزرا لیکن کسی کو ناپا کر اپنا وہم سمجھتی آگے بڑھ گئی۔ پارکنگ ایریا میں کھڑی وہ ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی جب دوبارہ کسی کا گمان گزرا، اس سے پہلے وہ پیچھے مڑ کر دیکھتی اسے اپنے بازو میں کوئی چیز چبھتی ہوئی محسوس ہوئی۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا، شاپنگ بیگز چھوٹ کر نیچے گر گئے اور وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر زمین بوس ہو گئی۔۔

"ہاں ہی ہی ہیلو حیدر..."

عثمان نے کان فون سے لگائے حیدر کو کال کی جسے گاڑی ڈرائیو کرتے
حیدر نے پہلی ہی بیل پہ اٹھا لیا۔۔

"عثمان کیا بات ہے..؟ یہ تو بوکھلایا کیوں ہوا ہے..؟"

"حیدر وہ وہ عائشہ بہنا..."

"کیا ہوا عائشہ کو..؟ عثمان مجھے بتا میرا دل بیٹھا جا رہا ہے.."

عثمان کی ہکلاتی آواز سن کر گاڑی کنٹرول سے باہر ہوتے ہوتے نیچی۔

"حیدر وہ ابھی تک کالج سے نہیں لوٹیں شام ہوگئی ہے۔ میں کالج جا کر بھی دیکھ آیا ہوں وہاں بھی نہیں ہے.."

"کیا مطلب لوٹی نہیں ہیں اور کالج میں بھی نہیں ہیں...؟"

"عثمان بکواس نہ کر، بول دے یہ مذاق ہے کوئی"

"نہیں حیدر میں سچ کہہ رہا ہوں، عائشہ بھا بھی کا کچھ اتہ پتہ نہیں چل رہا

ہے، مارکیٹ گئی تمہیں لیکن ابھی تک نہیں واپس آئی"

دوسری طرف حیدر کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر نیچے گر گیا....

"حیدر حیدر کیا تو سن رہا ہے؟؟"

"پوری ٹیم تیار کرو، میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہوں گی.."

حیدر نے اپنے اندر ابلتے اشتعال کو مٹھیاں بھیج کر کم کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ٹھیک ہے دھیان سے آنا، ان شاء اللہ ان کو کچھ نہیں ہوگا"

"ان شاء اللہ"

آج پھر وہ اسی حالت میں اس شخص کے کمرے میں موجود تھی لیکن آج جگہ بدل دی گئی تھی۔ وہ دونوں وجود وہی تھے، جذبات اور احساسات پہلے کی نسبت شدید ہو چکے تھے۔

آمنے سامنے کرسیوں پہ دو وجود بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک رسیوں سے جھکڑا ہوا بے ہوشی کی حالت میں بھی کسی کو پکار رہا تھا جب کہ سامنے بیٹھا دوسرا وجود اسے اپنی آنکھوں میں فرصت سے قید کر رہا تھا۔ ایک ہاتھ میں سگریٹ پکڑے دوسرا ہاتھ ٹھوڑی تلے جمائے اپنی شہد رنگ آنکھیں اس کی بند آنکھوں پہ مرکوز کیے ہوئے تھا۔ جب سامنے والے وجود میں حرکت ہوئی شاید وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ سر میں اٹھتی ٹیسیوں میں یکسر نظر انداز کیے

آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کی لیکن اچانک آنکھوں میں پڑنے والی روشنی دوبارہ آنکھیں بند کرنے پہ مجبور کر گئی۔

جب آنکھیں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئی تو سامنے بیٹھے وجود کو دیکھ کر حیرت کی بجائے ہونٹوں پہ طنزیہ مسکراہٹ نے جگہ بنائی۔

"ویسے تم واقعی داد کے مستحق ہو، دوسری بات وہی غلطی دہرائی ہے کیونکہ ایک عقل مند انسان دوبار ایک ہی غلطی نہیں دہرا سکتا۔"

سر میں اٹھتی درد کی لہر کو یکسر فراموش کیے وہ طنز کے تیر چلا رہی تھی جو مقابل پہ کچھ اثر نہیں رکھتے تھے۔

"ان زہر میں بجھے تیروں کی اب عادت ہو گئی ہے سمیع منہاج کو، الفاظوں کا ضیاع مت کریں رانی.."

"الفاظ، انسان کو بدلنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اس امید پہ ہوں کہ شاید تم وقت رہتے سدھر جاؤں ورنہ تمہارا حال بھی وہی ہوگا جو وقت کے فرعون کا ہوا تھا جسے زمین نے بھی قبول نہ کیا تھا۔ ڈرو اس وقت سے سمیع منہاج، ڈرو اس سے پہلے کہ لوگ تم سے عبرت حاصل کریں.."

"ہا ہا ہا، رانی مت ضائع کرو اپنے الفاظ مت ضائع کرو۔ ایسا کوئی نہیں ہے جو سمیع کو ہراسکے، اسے مات دے سکے.."

"لگتا ہے تم اس ذات کو بھول گئے ہو پھر جو تمہارا خالق ہے.."

"مجھ پہ فلسفہ جھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے.. عاش کے پیارے میجر کو

بھی پتہ چلنا چاہیے کہ اس کی عاش کہاں ہے اس وقت، بلکہ اس کی

عاش نہیں سمیع کی رانی.."

سمیع نے پاس میز پہ پڑا موبائل اٹھا کر حیدر کو ویڈیو کال ملائی جسے پہلی ہی

بیل پہ اٹھا لیا گیا۔۔

"ارے نواز اوپس سوری میرا مطلب ہے میجر حیدر علی خان کیسا محسوس کر

رہے ہیں آپ..؟

حیدر کی بے بسی کو سمیع نے اپنی ہنسی سے اڑایا تھا۔

"سمیج منہاج اگر عائشہ کو ایک کھروچ تک بھی آئی تو میں ہر قاعدہ قانون
بھول جاؤں گا، یاد رکھنا مرتے وقت پانی بھی نصیب نہیں ہوگا۔"

"Ooops , I scared. What rubbish Yar Haidar"

"It's not a joke dear Sami. You have to pay
for it. If Ayesha got a single cut then that
day will be the last day for you."

"Just stopped it your non sense warnings and listen to me carefully. If you want to see her alive then come here as soon as possible.

One thing kept in mind , don't try to cross me. Hope you understand. See you "

"Ayesha don't lose hope. Just have faith on Allah and trust on your Major. I'll be there soon"

"او ہیلو طوطا مینا، یہاں کوئی فلم کا سین نہیں چل رہا۔ یہ حقیقی زندگی ہے اور حقیقی زندگی میں ویسا تو بالکل نہیں ہوتا جیسے تم لوگ سوچ چکے ہو، ایک بات یاد رکھنا تم دونوں جو میرا نہیں ہوا اسے کسی اور کا بھی ہونے نہیں دوں گا۔ خمیازہ بھگتنا پڑے گا، کل جو خوشخبری ڈاکٹر نے سنائی تھی کہیں آخری خوشی نہ ہو زندگی کی "

سمیع کے آخری الفاظ عائشہ کی سماعتوں پہ بلب کی صورت میں گرے۔ فوراً اس وجود کا خیال آیا جسے ابھی محسوس کرنا بھی شروع نہیں کیا تھا۔ دل نے کسی انہونی کی پیشین گوئی کی تھی، فضا میں ایک عجیب سا سکوت اور خاموشی پھیل گئی تھی۔ دل میں اٹھتی وحشت ہزار وسوسوں اور خیالات کو جنم دے رہی تھی۔

جس وقت کے لیے وہ خود کو تیار کر رہی تھی وہ وقت سامنے آچکا تھا لیکن ایسے سامنے آئے گا اس بات سے آج تک انجان تھی۔ آخری کھیل کے لیے شطرنج کی بساط بچھ چکی تھی بس ایک آخری بازی کھیلنی تھی اور تمام شد۔۔

اس وقت وہ سب لاونج میں بیٹھے آنے والے لائحہ عمل پہ سوچ بچار کر رہے تھے۔ اتنے بڑے انسان کی گردن کو ایک جھٹکے میں مروڑ دینا قطعی آسان نہ تھا، اس کے لیے ٹیم اور مضبوط پلیننگ کی ضرورت تھی۔

حیدر، عثمان ان کی ٹیم اور باقی مرد فارم ہاؤس کا نقشہ سامنے پھیلائے ہر ایک نقطے کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ سدرہ نے ہانیہ بیگم کو سنبھا ہوا تھا جن

کے آنسو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے یہ سوچ کر کہ ان کی بیٹی ایسی حالت میں اس ظالم کے شکنجے میں ہے۔ عائشہ کے گلے میں موجود چین میں لگے ٹریکر کی مدد سے حیدر کو یہ تو علم ہو چکا تھا کہ وہ اس وقت منہاج کے فارم ہاؤس پہ موجود ہیں۔

"حیدر پلیز جلدی میری بیٹی کو واپس لے آؤ۔ مجھے میری بیٹی زندہ سلامت واپس چاہیے، اسے ایک کھروچ تک نہیں آنی چاہیے"

"ان شاء اللہ آنٹی آپ فکر مت کریں، عائشہ کو کچھ نہیں ہوگا۔ ان کی حفاظت مجھ پہ فرض ہے آپ بھروسہ رکھیں اور سلامتی کی دعا کریں"

"ان شاء اللہ، میری دعائیں تم سب کے ساتھ ہیں"

"عثمان تم باقی ٹیم کے ساتھ فارم ہاؤس کی پچھلی دیوار سے اندر داخل ہوں گے اور ایک ایک کمرے کی تلاشی لو گے اور ثبوت اکٹھے کرو گے۔ میں اور شہیار سامنے سے داخل ہوں گے اور عائشہ تک بروقت پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ جو بھی رستہ روکنے کی کوشش کرے بس اڑا دینا۔ انکل آپ دونوں اور سعد پولیس کو لیکر بروقت پہنچ جانا، باقی اللہ بہتر کریں گے۔"

"ان شاء اللہ، نعرہ تکبیر۔"

"اللہ اکبر۔"

سر پہ کفن باندھے وہ ایک آخری کھیل کھیلنے کو تیار تھے۔ قدرت کے ہر ایک ذرے نے ان کی کامیابی کی دعا کی تھی۔ وقت نے مسکرا کر قسمت کے فیصلے کو خوش آمدید کہا تھا۔

"حیرت ہے یار رانی پانچ گھنٹے بیت چکے ہیں تمہارا عاشق ابھی تک نہیں آیا، کہیں بھول تو نہیں گیا تمہیں؟"

کمرے میں دائیں بائیں چکر کاٹتا وہ کرسی سے بندھی عائشہ سے مخاطب تھا جو آنکھیں موندیں کرسی سے پشت لگائے بیٹھی تھی۔ اس کی بات پہ ہیزل گرین آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"یہ دیر تمہارے لیے ایک مہلت ہے، اللہ تمہاری رسی دراز کر رہا ہے جب رسی کھینچنے پہ آئے گا تو تم منہ کے بل گروں گے۔"

اس کی بات کو عائشہ نے ہوا میں اڑا دیا۔

"دیکھتے ہیں کون گرتا ہے کون نہیں، ویسے تمہارے اس دیوانے کے لیے بہت زبردست پلین بنایا ہے میں نے بس وہ جلدی سے آجائے۔ تم سے زیادہ مجھے جلدی ہے اسے سامنے دیکھنے کی"

اپنی شہد رنگ آنکھیں اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں گاڑے اسے آگاہ کیا تھا۔

"اس ذات سے بڑا منصوبہ کسی کا نہیں ہو سکتا.."

"اففف رانی تمہاری اسی باتوں کا دیوانا ہوں میں، یہ جو تم فلسفہ جھاڑتی ہو نا کمال کرتی ہو"

دل پہ ہاتھ کر شوخ مزاج میں کہتا وہ عائشہ کو زہر سے بھی بدتر لگا تھا۔
ابھی وہ مزید بات کرتا کہ باہر کسی کے دیوار کھودنے کی آواز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا تو وہ عائشہ کی طرف دیکھ کر پراسرار سا مسکرایا اور اس کے منہ پہ پٹی باندھتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ عائشہ کے دل سے اپنے محافظ کی سلامتی کی دعا نکلی تھی۔ آنکھ سے ایک آنسو نکل کر رخسار پہ بہہ گیا وہ لوٹ آیا تھا اپنا وعدہ وفا کرنے ...

بوکھلایا ہوا پھرتا ہوں میں آنکھیں میچے
بیٹھے بیٹھے کوئی یکدم نظر آتا ہے مجھے
میں بھی کہہ سکتا ہوں اس ڈھلتی ہوئی رات کو دن
مسئلہ یہ ہے عزیزم! نظر آتا ہے مجھے!

سعید شارق

عثمان اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر ایک ایک کمرے کی تلاشی لے رہا تھا۔
منہاج کے خلاف تمام ثبوت اکٹھے کر لیے گئے تھے۔ حیدر اور شہریار بھی ہر
رکاوٹ کو گولیوں کا نشانہ بناتے آگے بڑھ رہے تھے جب ایک کمرے سے

کسی کے کراہنے کی آواز سن کر دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئے۔ سامنے کا منظر دیکھ کر دل میں تکلیف کا عنصر نمایاں ہوا۔ رسیوں سے جھکڑی وہ نڈھال حالت میں کرسی پہ آنکھیں موندیں کراہ رہی تھی۔ اپنی متاع جان کی ایسی حالت دیکھ کر دونوں کا دل پسچ کر رہ گیا۔

"عاش..."

حیدر کی آواز پہ عائشہ نے مندی مندی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔ آگے بڑھ کر اسے رسیوں سے آزاد کرتے وہ خود میں بھینچ گیا تھا۔ یوں لگا جیسے صدیوں بعد اسے دیکھ رہا ہو۔ عائشہ بھی اس کے سینے سے لگی آنسو بہا رہی تھی۔ اس سے پہلے کوئی مزید پیش رفت کرتا سمیع، فیضی اور چار بندوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ دیکھتے دیکھتے سب پہ بندوقیں تان لی گئیں۔

"آہاں تو مل ہی گئے طوطا اور مینا۔ مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تم
دونوں کو یوں ایک دوسرے کے لیے پھڑپھڑاتے دیکھ کر لیکن کیا کروں
اس کمبخت دل کے ہاتھوں مجبور ہوں"

سمیع دونوں ہاتھ سے تالی بجاتے عین حیدر کے سامنے آ کر رکا جسے دو لوگوں
نے بمشکل پکڑا ہوا تھا۔

"دل نام کی چیز بھی ہے تمہارے اندر؟ حیرت ہے"
اپنا آپ چھڑواتے حیدر نے اس کی بات پہ سائیڈ پہ تھوکا تھا۔

"آہاں چیونٹی کے بھی پر نکل آئے ہیں، ویسے داد دینی پڑے گی تمہیں۔
کتنے اچھے سے تم نے نواز کا کردار نبھایا تھا میں واقعی تمہیں پہچان نہیں
پایا۔"

"ہم محافظ ہیں شاید تم بھول گئے ہو۔ اس ملک کی حفاظت کے لیے ہزار
روپ بھی نبھانے پڑے تو ہم تیار ہیں۔"

"ہاہاہاہا، میں متاثر ہوا۔"

سامنے موجود کرسی پہ بیٹھ کر سمیع نے حیدر کی آنکھوں میں اپنی شہد رنگ
آنکھیں جمائیں۔

"کام کی بات کی طرف آتے ہیں۔ ایک معاہدہ کرتے ہیں تم رانی کو چھوڑ

دو میں تمہاری زندگی تمہیں تحفہ دے دوں گا..."

سمیع نے عائشہ کو آنکھ مارتے ہوئے حیدر کے سامنے ایک تجویز رکھی۔

"نہایت کم عقل ڈان ہو ویسے۔ تمہیں لگتا ہے کہ میں اس زندگی کے لیے

اپنی متاع تمہیں دے دوں گا تو بھول ہے تمہاری۔ عائشہ میری تھی، میری

ہے اور میری ہی رہے گی۔ تم جیسے بھیڑیے اور غدار کے لیے میں دستبردار

نہیں ہوں گا کبھی نہیں..."

"اوہ تو یہ بات ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تمہیں اپنی زندگی عزیز نہیں

ہے"

"ان کے لیے جان بھی دینی پڑے تو حیدر کو غم نہیں ہوگا..."

حیدر نے اپنی متاعِ جاں کی طرف محبت سے دیکھتے جواب دیا جو بندوق کے
نرخے میں گھری اپنی بے بسی پہ ماتم کناں تھی۔

"پھر تو تمہاری جان لینا آسان ہے یار..."

سمیع نے پاس پڑی بندوق اٹھا کر اسے عجیب نظروں سے دیکھا۔ عائشہ کے
دل نے کسی انہونی سے آگاہ کیا تھا۔ کچھ ہونے والا تھا کچھ ایسا جو وہم و
گمان میں بھی نہ تھا۔ بازی پلٹنے والی تھی۔ شہیار نے دماغ میں کچھ سوچتے
سمیع کی طرف پیش قدمی شروع کی جو اب بندوق تھامے حیدر کے عین
مقابل تھا۔ عائشہ کا دل کیا کہ چیخ کر شیری کو آگے بڑھنے سے روک دے

لیکن آواز نے ساتھ نہ دیا اور شہریار اس کے اشارے سمجھ نہ پایا۔ سارا دھیان حیدر پہ ہونے کی وجہ سے شہریار نے اس بات کا فائدہ اٹھایا اور لات مار کر اس کے ہاتھ سے پستول دور پھینک دی۔ حیدر نے بھی موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آؤ دیکھنا تاؤ سب کی درگت بنانی شروع کر دی۔ حیدر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سمیع کو ابھی کہ ابھی شوٹ کر دے لیکن ہاتھ قانون سے بندھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہاں پولیس اور باقی ٹیم بھی پہنچ چکی تھی۔ سب کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ انسپکٹر نے عائشہ کو لیکر جانے کا اشارہ کیا تو حیدر اور شہریار اسے لیے دروازے کی جانب بڑھ گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ دروازہ عبور کرتے ایک سنسناتی ہوئی گولی آکر حیدر کے جسم میں پیوست ہو گئی۔ درد کی ایک لہر رگ و پے پہ سرایت کر گئی۔ خون کا فوارہ نکلا۔ وہ

زمین پہ بیٹھتا چلا گیا۔ خون نے سفید فرش کو لال کر دیا۔ ایک اور گولی نکلی جو
عین دل کے آر پار ہو گئی۔۔

"آہ.. "حیدر درد سے کراہ اٹھا۔

گردن ایک جانب ڈھلک گئی۔ بھوری آنکھوں میں مزید دیکھنے کی سکت باقی
نہ رہی۔ آنکھیں بند ہونے سے پہلے آخری منظر عائشہ کا چہرہ تھا جو اس کی
بھوری آنکھوں میں مقید ہو گیا۔ عائشہ کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کا
سانس رکنے لگا۔ یوں محسوس ہوا جیسے وقت تھم گیا ہے۔

"حیدر....."

عائشہ کی چیخ نے اس فارم ہاؤس کے در و دیوار ہلا دیے۔ اس کرب والی پکار کو اگر ہوائیں بھی سن لیتیں تو یقیناً وہ بھی آنسو بہانے لگ جاتیں۔ شہریار نے آگے بڑھ کر فوراً حیدر کو سنبھالا۔ اس کے جسم سے نکلتا خون یوں بے مول فرش پہ بہہ رہا تھا۔ پولیس نے فوراً فیضی اور سمیع کو اپنے گھیرے میں لیا اور پستول بھی ضبط کر لی۔ شہریار نے اسے دیکھا تھا جو ہر چیز سے بے نیاز کھڑی بس حیدر کو دیکھ رہی تھی۔

"سعد دد فوراً گاڑی نکالو۔"

سعد کو بول کر وہ حیدر کو گود میں اٹھاتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ لیکن عائشہ جامد قدموں سے وہی کھڑی زمین کے اس ٹکڑے کو گھورتی رہی۔ ہیزل گرین

آنکھوں سے آنسو ندی کی مانند رواں تھے لیکن لب کچھ بھی کہنے سے انکاری
تھے...

ہتھکڑی پہنے سمیع نے اسے یوں گھٹ گھٹ روتے دیکھا تو آج پہلی بار اپنے
عمل پہ پچھتاوا ہوا۔ اپنی محبت پہ افسوس ہونے لگا، ندامت سے سر جھک
گیا کہ واقعی محبت ایسی ہوتی ہے محبوب کو اذیت دینا۔ پہلی بار اس کے
منہ سے کاش نکلا تھا کہ کاش وہ وقت رہتے سیکھ جاتا لیکن انسان وقت
رہتے سیکھ جائے ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے تبھی بعد میں وقت گزرنے پہ
پچھتاتا ہے...

اے مجھے ضبط کے ، آداب سکھانے والے

توں نے دیکھا ہی نہیں منظر کہ وہ جب بچھڑا تھا

اب کے ہم بچھڑے تو شاید خوابوں میں ملیں

جیسے سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں۔

حیدر کو فوراً ایمر جنسی میں لے جایا گیا۔ باقی سب باہر ویٹینگ ایریا میں بیٹھے کسی اچھی خبر کے منتظر تھے۔ آنکھیں آپریشن تھیٹر کے باہر جلتی سرخ بتی پہ جمی ہوئی تھیں۔ لمحہ لمحہ اذیت بن کر ٹوٹ رہا تھا۔ زبان سے صرف اس کی صحت یابی کی دعا نکل رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد آپریشن تھیٹر سے ڈاکٹر باہر نکلا تو سب بھاگ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے لیکن عائشہ وہی بیچ پہ بیٹھی ابھی بھی اس دروازے کو گھور رہی تھی جس کے پار اس کا محافظ تکلیف میں ہر چیز سے بے نیاز لیٹا ہوا تھا۔

"گولیاں نکال دی گئی ہیں۔ لیکن خون کافی بہنے کی وجہ سے کچھ بھی کہا نہیں جاسکتا، ان کی زندگی کے چانسز بہت کم ہیں آپ لوگ دعا کریں
بس.."

ڈاکٹر پیشہ ورانہ انداز میں شہریار کو تسلی دیتا آگے بڑھ گیا لیکن ڈاکٹر کے الفاظ نے گویا سب کو مایوسی کے دہانے پہ لا کر کھڑا کر دیا۔ سب نے بیک وقت نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا جو ابھی بھی چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی۔ سدرہ آگے بڑھ کر اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور دھیرے سے اسے سینے سے لگائے ہلکا ہلکا تھپکنے لگی۔ کسی اپنے کی موجودگی کا ہی احساس تھا جو کب سے رکے آنسو آنکھوں سے لڑیوں کی صورت میں بہنے لگے۔ آخری بازی بہت کھٹن تھی۔

حیدر کو کمرے میں شفٹ کر دیا گیا تھا لیکن ابھی ابھی اسے ہوش نہیں آیا تھا۔ شہریار نے ہانیہ بیگم اور سدرہ کو زبردستی سعد کے ساتھ گھر بھیجا تھا کیونکہ ہسپتال میں زیادہ لوگوں کو رکنے کی اجازت نہ تھی۔ عثمان بھی دو تین بار چکر لگا چکا تھا۔

سب سے بے نیاز وہ اس کے بیڈ کے ساتھ رکھے سٹول پہ بیٹھی نم آنکھوں سے اسے تک رہی تھی جو سب سے لاپرواہ ہو کر آنکھیں موندیں لیٹا ہوا تھا اور کسی کی بھی نہیں سن رہا تھا۔

("ان کے لیے جان بھی دینی پڑے تو حیدر کو غم نہیں ہوگا...")

ایک آنسو ٹوٹ کر حیدر کی ہتھیلی میں جذب ہو گیا۔۔

(تمہیں لگتا ہے کہ میں اس زندگی کے لیے اپنی متاع تمہیں دے دوں گا تو

بھول ہے تمہاری۔ عاشقہ میری تھی، میری ہے اور میری ہی رہے گی...)

اس کے ڈپ لگے ہاتھ پہ سر ٹکائے وہ اسی کے کہے گئے جملوں کو ذہن

کے پردوں پہ دہرا رہی تھی۔

("ہاں تو اور کیا کروں؟ رونے آپ دیتے نہیں ہیں، پاس آپ ہوتے نہیں ہیں تو آنسو بہانے کے علاوہ میں کر بھی کیا سکتی ہوں")
اپنی جھلی کی اتنی صاف گوئی پہ حیدر کے لبوں پہ مسکراہٹ رینگ گئی، جسے وہ بروقت چھپا گیا۔

"اوووووہ، تو اس ناچیز کو یاد کر کے آنسو بہائے جارہے ہیں۔ واہ رے ہماری قسمت، ہم تو دھنے ہو گئے خاتون آپ کی اس کرم نوازی پہ.."
حیدر کے اس شوخیہ انداز پہ عائشہ نے سیدھے ہاتھ کا مکا بنا کر اسے جڑا۔)

جو یادیں ہم بھولنا چاہتے ہیں وہ ہمیشہ ذہن کے پردوں پہ زندہ رہتی ہیں اور
جنہیں یاد رکھنا چاہتے ہیں وہ کہیں کھو جاتی ہیں...

("اگر یہ میجر حیدر ہے...")

"میجر آپ کا مطلب یہ یہ آرمی آرمی میں ہیں...؟ مطلب یہ فوجی ہیں..."
حیدر کا پہلا تعارف یاد آیا تھا۔

("ہو گیا آپ کا؟ تو کام کی بات کریں جلدی")

"آہاں... ابھی تو آغاز ہے، ویسے بھی میں فضول نہیں بولتا مادام، میں تو بس یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے دلی ہمدردی ہے آپ کے شوہر سے بچارا آپ کو برداشت کیسے کرے گا؟ اس کی تو پہلے دن ہی ٹائے ٹائے پھس.. اور آپ تو ماشاء اللہ شیطان کی نانی ہیں، بلکہ وہ بھی آپ سے پناہ مانگتا ہوگا"

"آپ کو بڑی فکر ہو رہی میرے شوہر کی، آپ کا چاچے کا پتر لگتا وہ...؟؟؟
بچ کر رہیے گا کہیں یہ عمدہ آپ کی قسمت میں نہ لکھا ہو.."

اچانک حیدر کی سانسوں کی روانی بگڑ گئی۔ سانس اٹکنے لگا۔ عائشہ کو اپنی جان رکتی محسوس ہوئی۔ لب ہلنے سے انکاری ہو گئے۔ بیڈ پہ لیٹا وہ وجود اب جھٹکے کھا رہا تھا۔ وہ دونوں وجود ایک دوسرے کو محسوس کرتے اپنی اپنی جگہ ختم ہو

رہے تھے۔ حواسوں میں آتے وہ سٹول چھوڑ کر باہر کی جانب لپکی اور ڈاکٹر کو آواز دی۔۔

شہریار کے ساتھ آتے ڈاکٹر تیزی سے کمرے میں داخل ہوئے۔ حیدر کی حالت دیکھ کر سب کی زبان گنگ ہو گئی۔ ڈاکٹر نے ان کو باہر نکال کر دروازہ بند کر لیا۔ عائشہ دروازے پہ دونوں ہاتھ جمائے اسے یوں سانسوں کی ڈوری توڑتے دیکھ رہی تھی لیکن کچھ نہیں کر سکتی تھی۔۔

وہ سب کو وہی چھوڑ کر رب کو پکارنے کے لیے آگے بڑھ گئی۔ کیونکہ اگر وہ دینے کا ارادہ کر لے تو کوئی چھین نہیں سکتا اور اگر وہ واپس لینے کا سوچ لے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ وہ رب العزت بہتر جانتا ہے کون سی چیز ہمارے لیے فائدہ مند ہے اور کون سی چیز نقصان دہ۔ وہ رب اپنے بندے سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے وہ کیسے اسے تکلیف میں دیکھ

سکتا ہے۔ وہ رب العالمین بس اتنا چاہتا ہے کہ اس کا بندہ ایک بار اسے
پکار کر تو دیکھے میں عطا نہ کر دوں تو کہنا۔

تھوڑی دیر بعد حیدر کا ہچکولے کھاتا جسم پرسکون ہو گیا۔ ڈاکٹر زباہر نکلے تو وہ
سب ان کی طرف متوجہ ہوئے لیکن ان کی چہرے پہ موجود مایوسی اور واضح
الفاظ کسی ناکامی کا ثبوت دے رہے تھے لیکن پھر بھی دل نے امید کا
کنارہ پکڑا ہوا تھا۔

"ڈاکٹر وہ حیدر؟؟"

شہریار نے آگے بڑھ کر ڈاکٹر کو ایک امید سے دیکھا تھا۔

"We are really sorry sir.."

پھول سے باس جدا، فکر سے احساس جدا
فرد سے ٹوٹ گئے فرد، قبیلے نہ رہے
ٹیس اٹھتی ہے مگر، چیخ نہیں ہو پاتی
تیرے پھینکے ہوئے پتھر بھی، نکیلے نہ رہے
موت نے چھین لیا رنگ بھی، نم بھی خالد
آنکھ بھی سوکھ گئی، ہونٹ بھی نیلے نہ رہے

خالد احمد

دو سال بعد:

"توریہ بچے کیا کر رہی ہیں آپ...؟"

عائشہ اسے آواز دیتی جیسے ہی روم میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ دو سالہ توریہ ڈریسنگ پہ کھڑی عائشہ کی لپ اسٹک سے شیشے پہ نقش و نگار بنا رہی تھی، ابھی اس کے ہاتھ میں لال رنگ کی لپ اسٹک تھی جو عائشہ نے اتنے دل سے خریدی تھی، عائشہ کا تو گویا صدمے سے منہ کھل گیا۔۔۔

"اللہ اللہ، حوریہ کبھی تو اس کی جان چھوڑ دیا کریں، آپ نے میری ساری لپ اسٹک خراب کر دی ہیں، کون سی دشمنی نبھا رہی ہیں میری لپ اسٹکس کے ساتھ؟ آپ کے پاپا کو شکایت لگانی پڑے گی..."

عائشہ نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے لپ اسٹک لیکر واپس رکھی...

"نوعات، بلی بات، پاپا تیتے تلبت فی گاتے..."

(نوعاش بری بات پاپا کہتے شکایت نہیں لگاتے)

وہ عائشہ کو ماما کہنے کا جتن نہیں کرتی تھی، بلکہ عاش ہی کہتی تھی، جیسے حیدر کہتا تھا.... حوریہ کے اس انداز پہ وہ سر تھام کر رہ گئی، اب اسے سمجھ

آ رہی تھی کہ گھر والے اسے اور سعد کو کیسے برداشت کرتے تھے لیکن اب
تو پانی سر سے گزر چکا تھا۔

"عات... عات... دودی دو"

(عاش... عاش گودی لو..)

حویہ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھائے کہ مجھے اٹھاؤ تو عائشہ نے آگے بڑھ کر
اسے اٹھایا اور گال پہ بوسہ دیا...

"عات کی جان، میرا بچہ..."

"عات منہ دندہ..."

(عاش منہ گندہ..)

حوریہ نے گال پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے آگاہ کیا کہ اس کا گال گندہ
کر دیا ہے تو عائشہ اس کے اس انداز پہ کھلکھلا اٹھی

"چلو میرا بیٹا، جلدی سے تیار ہو جاؤ پاپا کے پاس جانا ہے..."

حیدر کے پاس جانے کا سن کر وہ خوش ہو گئی...

عائشہ اسے لیے واشروم کی طرف بڑھ گئی...

آدھے گھنٹے بعد ہلکے گلابی رنگ کے سوٹ میں ملبوس، بلیک سٹالر حجاب کی
صورت میں لیے حوریہ کو گود میں اٹھائے وہ سیڑھیاں اترتی ہوئی لاونج میں

داخل ہوئی جہاں عثمان اور ذلے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ کیونکہ آج عدالت میں سمیع منہاج کا فیصلہ سنایا جانا تھا۔ سال پہلے عائشہ کے کہنے پہ ہی عثمان اور ذلے کی سادگی سے شادی کر دی گئی تھی۔

"ذلے تاتی..."

(ذلے چاچی)

ذلے کو دیکھ کر وہ ہاتھ پھیلائے اس کے پاس جانے کے کیے مچل رہی تھی کیونکہ وہ عائشہ سے زیادہ ذلے کے پاس پائی جاتی تھی۔ ذلے نے آگے بڑھ کر اسے گود میں لیا اور اس کے دونوں گالوں پہ بھوسہ دیا تو وہ منہ بسور کر رہ گئی۔ حوریہ کی اس حرکت پہ وہاں موجود تینوں افراد مسکرا اٹھے۔۔

"چلیں اب دیر ہو رہی ہے.."

حوریہ کو گود میں لیے وہ باہر کی جانب بڑھ گئے۔

"عدالت تمام ثبوتوں اور گواہوں کو مد نظر رکھتے ہوئے مجرم سمیع منہاج کو

ملک میں دہشت گردی، سکول پہ حملہ، اغوا اور قتل کے جرم میں سزائے

موت کا حکم سناتی ہے.."

وقت کا فرعون اپنے انجام کو پہنچا۔ قسمت کی ستم ظریفی کہ اتنے جاہ و

جلال کے بعد جب اس پہ زوال آیا تو کوئی تھامنے کے لیے نہیں تھا۔ اس

کارانی سے بے جا عشق اسے ڈوبا گیا۔ افسوس انسان وقت رہتے سمجھ جائے
تو اسے عبرت نہ بننا پڑے۔

پولیس اور فوج کے گھیرے میں عدالت سے باہر نکلتے سمیع کو دیکھ کر
عائشہ کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ نہیں لیکن آنکھوں میں اس کے لیے ترس
ضرور تھا۔ سمیع کی آنکھ سے ایک آنسو نکل کر اس کی داڑھی میں جذب ہو گیا۔
کوئی اس وقت سمیع سے پوچھتا کہ سب سے اذیت ناک چیز کیا ہے تو اس
کا یہی جواب ہوتا کہ محبوب کی آنکھوں میں اپنے لیے ترس دیکھنا۔ ساتھ آتے
فیضی نے بھی اسے ترحم کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ اسے کسی دوسرے نے
نہیں لوٹا بلکہ وہ اپنا دشمن خود بنا تھا۔ یہ محبت اسے راس نہیں آئی تھی۔

تم جو نہیں ہو، قصہ کہانی میں

تو پھر کون ہے؟ یہ جاننا، میری جان ہلاکت ہے..

لوہے کے گیٹ کو عبور کرتی وہ حوریہ کی انگلی پکڑے اندر احاطہ میں داخل ہوئی۔ جہاں چاروں جانب سکون اور خاموشی ہی خاموشی تھی، ایسی خاموشی جس کو انسان دنیا کے شور اور ہنگامے میں ڈھونڈتا ہے وہ تو یہاں ملتی ہے۔ چلتے چلتے وہ ایک جگہ آکر کی۔ بھگی آنکھوں سے اس قبر پہ لگے کتبے کو دیکھا تھا جس پہ جلی حروف میں لکھا گیا 'شہید' سورج کی روشنی میں بھی چمک رہا تھا۔ حوریہ کی انگلی چھوڑ کر اس نے دونوں ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھائے اور فاتحہ پڑھنے لگی۔ ہاتھوں کو منہ پہ پھیر کر وہ وہی قبر کے پاس بیٹھ گئی، پلکوں کی بار توڑ کر ایک آنسو قبر کی مٹی میں جذب ہو گیا۔

"کیپٹن طلحہ شہید.."

نام کو دہراتے اس نے فخر سے قبر کو دیکھا جس کے اندر وہ انسان لیٹا ہوا تھا جس نے اپنا وعدہ وفا کیا تھا۔ آج بھی وہ یہاں زبردستی آئی تھی کہ اسے طلحہ کو شکریہ کہنا ہے۔

"بھائی میں آپ سے کبھی نہیں ملی لیکن حیدر کی باتوں میں آپ کا ذکر ہمیشہ سے سنتی آئی ہوں۔ آپ بالکل عثمان بھائی کی طرح میرے بھائی ہیں۔ مجھے فخر ہے کہ رب العالمین نے مجھے ایسے بھائی دیے ہیں۔ فخر ہے مجھے آپ کے خون پہ جس نے اس ملک کی آبیاری کی۔ پوری قوم کو فخر ہے کیپٹن طلحہ پر۔"

عائشہ نے کھڑے ہو کر ماتھے پہ ہاتھ لیجاتے اسے سیلوٹ مارا تو حوریہ نے بھی
اسی کی نقل کی تھی۔ حوریہ کی اس حرکت پہ عائشہ کے لبوں پہ شریر سی
مسکراہٹ رہینگ گئی۔

ایک آخری نظر قبر پہ ڈال کر وہ حوریہ کی انگلی پکڑے باہر کی جانب بڑھ
گئی۔

ہسپتال کے بیڈ پہ وہ لیٹا کافی بیزار نظر آ رہا تھا۔ پاس ہی کھڑی نرس اسے
یوں بے چین دیکھ کر اندر ہی اندر مسکرا رہی تھی کیونکہ تقریباً پورا سٹاف ہی
اس کی بے چینی کی وجہ جانتا تھا۔

ابھی وہ کسی سوچ میں گم تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا۔ آواز نے توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔ آنے والے وجود کو دیکھ کر آنکھوں میں طمانیت اترتی محسوس ہوئی۔ بیزاریت دور ہو گئی، لب خود بخود مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

ہلکے گلابی رنگ کے سوٹ میں، کالے رنگ کا حجاب لیے وہ دونوں ایک دوسرے کا عکس معلوم ہو رہی تھیں اور اس پہ روئی روئی آنکھیں غضب ڈھا رہی تھیں۔ نرس ان دونوں کو چھوڑتی باہر نکل گئی۔ دو سال پہلے جب ڈاکٹر نے حیدر کے کوما میں جانے کی خبر سنائی تھی تو ایسے لگا تھا زندگی رک گئی ہو۔ یہ سال عائشہ کی زندگی کے سیاہ ترین سال تھے، جب وہ اسے یوں لاپرواہ لیٹے دیکھ کر اندر ہی اندر مرتی رہتی تھی۔ گھنٹوں اس سے باتیں کرنا، دن بھر کی روٹین آکر اسے بتانا اس کا روز کا معمول تھا، پھر حوریہ کے آنے

کے بعد وہ تھوڑا مصروف ہو گئی تھی تو فضول سوچنا کم ہو گیا تھا۔ چند دن پہلے ہی جب وہ نیند سے جاگا تھا تو جیسے وہ سال کہیں گم ہو گئے تھے۔

"پاپا..."

حیدر کو پکارتی وہ ماں کی انگلی چھوڑ کر فوراً اس کی جانب بھاگی، حیدر نے بھی اس کے لیے اپنے بازو وا کیے تھے۔ بھاگ کر وہ اس سے لپٹی تو یوں لگا کہ کوئی قیمتی چیز کو گلے لگایا ہو۔ مسکرا کر باپ بیٹی کا پیار دیکھتی وہ وہی قریب پڑے صوفے پہ بیٹھ گئی۔۔

"حوریہ جان، لگتا ہے آپ کی ماما باپ بیٹی کے پیار سے جل رہی ہیں تبھی جلنے کی بو آ رہی ہے.."

حیدر بظاہر تو حوریہ تو دیکھ رہا تھا لیکن مخاطب وہ عائشہ سے تھا جو ہیزل گرین آنکھوں سے اسے گھورنے میں مگن تھی۔

"حوریہ اپنے پاپا کو بتائیں کہ آپ کی پیاری ماما کسی چیز سے جیلس نہیں ہوتیں، اپنی بیٹی سے تو بالکل بھی نہیں۔"

عائشہ نے آنکھیں چھوٹی کیے جوابی وار کیا تو حیدر کو اس پہ بے اختیار پیار آیا۔

"اگر جیلس نہیں ہیں تو اتنی دور کیوں بیٹھی ہیں؟ یہاں پاس آکر بیٹھیں۔"

حیدر نے بیڈ پہ جگہ بناتے اسے پاس بلایا تھا اور وہ اچھے بچوں کی طرح صوفے سے اٹھ کر بیڈ پہ آکر بیٹھ گئی۔ حیدر نے ہاتھ بڑھا کر اس کا

مرمریں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تو عائشہ کو تحفظ کا احساس ہوا۔

"عاش ..."

"جی.."

وہ جی جان سے اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔۔

"Thank you so much.."

"For what dear hubby?"

"For each and everything you did for me.

For your support, your prayers and
specially for a beautiful gift Huriya Ali
Khan.."

"It's Ash duty to be with Major in every
situation. You should thanks to Allah.."

"Yes of course, I'll .."

"عاش..."

"جی..."

"اففف، آپ کا یہ جی کسی دن جان لے گا میری.."

"حیدر فضول بکو اس نہ کیا کریں ورنہ آپ بھول گئے ہیں کہ میں بلیک بیلٹ ہوں.."

"اوہ معذرت، میں واقعی بھول گیا تھا.."
حیدر نے آگے بڑھ کر اس کے کان پکڑے تو وہ کھلکھلا اٹھی۔

"جائیں، معاف کیا.."

عائشہ نے بھی دریا دلی کا مظاہرہ کیا۔

"عاش مجھے لگتا ہے مجھے کچھ کہنا چاہیے.."

حیدر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جذبات سے چور لہجے میں کہا تو وہ
شرما کر لال ٹماٹر ہو گئی۔

"سنو!"

اک بات کہنی ہے

مجھے منزل بنالو تم..

ڈھلتا جو نہیں سر سے

Novelnagri

وہ اک آنچل بنا لو تم..
غمموں میں ڈوبنا کیسا؟
مجھے ساحل بنا لو تم..
جو تیرے واسطے دھڑکے
مجھے وہ دل بنا لو تم..
تیری آنکھوں میں بس جائے
مجھے وہ کاجل بنا لو تم..

سنو!

اک بات کہنی ہے
مجھے اپنا بنا لو تم."

حیدر کے اس قدر خوبصورت انداز پہ عائشہ کی پلکیں حیا کے بوجھ سے جھک گئی۔ حیدر نے آگے بڑھ کر اس کی بے داغ پیشانی پہ عقیدت سے لب رکھ دیے جسے اس نے آنکھیں بند کر کے محسوس کیا تھا۔

"عاش کچھ کہیں آج پلیز، میرا دل کر رہا آپ کو سننے کو۔"

حیدر کی پیار بھری التجا سن کر وہ مسکرا گئی۔۔

"محبت ہے مجھے تم سے یہ میں اقرار کرتی ہوں

ہاں یہ اقرار تو جان وفا سو بار کرتی ہوں

تمہارا راستہ تلکتی ہوں کھولے دل کا دروازہ

تمہارے واسطے سبجتی ہوں میں سنگھار کرتی ہوں

خفا ہونے سے پہلے سوچ لینا تم ذرا اتنا
کہ تم ہی تو ہو دنیا میں جسے میں پیار کرتی ہوں

فقط مانگا ہے دل تم نے جو پہلے دے چکی تم کو
یہ دل کیا چیز ہے تم پہ میں جاں اپنی نثار کرتی ہوں

تمہیں معلوم ہی کیا ہے تمہیں بتلاؤں میں کیسے
تمہارے ہجر کا دریا میں کیسے پار کرتی ہوں

تمہاری شاعری اک دن نہ میری جان لے ڈالے
تمہاری شاعری سے عشق اے دلدار کرتی ہوں"

"اففففف عاش ، آپ تو واقعی ہمیں دیوانا بنا کر چھوڑیں گی..."

"کوئی شک..؟"

عائشہ کے اس انداز پہ وہ گردن پیچھے پھینک ہنسنے لگا۔

سمیع منہاج جو کبھی ایک شان و شوکت رکھتا تھا۔ جس کا جلال اتنا تھا کہ لوگ دن میں بھی اس مینشن کے پاس سے گزرتے دڑتے تھے، اب جیل میں بے یارو مددگار سزا کا منتظر تھا۔ فیضی نے اپنی آنکھوں سے وقت کے فرعون کو مٹی میں ملتے دیکھا تھا۔ لوگوں نے ظالم سے عبرت حاصل کی تھی۔ جب اللہ رسی کھینچتا ہے تو بڑے بڑے بھی منہ کے بل گرتے ہیں۔

جیل کے لباس میں سلاخوں کے پیچھے بیٹھا وہ شخص زمین پہ کچھ بنانے میں مشغول تھا، ساتھ بیٹھا فیضی بہت ضبط سے اسے اس حالت میں دیکھ رہا تھا۔ کوئی سلاخوں کی دوسری طرف آ کر کھڑا ہوا۔ سمیع نے اس کی موجودگی کو محسوس کرتے نظریں اٹھا کر آنے والے کو دیکھا۔ شہد رنگ آنکھوں میں وحشت کی جگہ نرمی گھل گئی، کپڑے جھاڑتا وہ اٹھ کر اس کے عین مقابل آ کر کھڑا ہو گیا۔

"رانی..."

فیضی نے اسے ترس کی نگاہ سے دیکھا تھا جو اتنے سب کے باوجود بس ایک ہی تسبیح پڑھ رہا تھا۔

"ہمم میں..اپنی بیٹی کو دکھانے لائی ہوں کہ دیکھ لو غداروں کا انجام کیسا ہوتا ہے"

عائشہ ساتھ کھڑی حوریہ کی جانب اشارہ کیا۔ سمیع نے اسے پیار دینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تو عائشہ نے اسے اشارے سے منع کر دیا۔

"نہیں، سمیع منہاج بھول کر بھی حیدر کی بیٹی کو مت ہاتھ لگانا۔ میں نہیں چاہتی میری بیٹی کل تمہارے جیسی بن جائے کیونکہ تم نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا تھا۔"

"رانی بس کردو، کتنی اذیت دو گی مجھے؟ میں پل پل مر رہا ہوں۔ تمہاری معافی کے لیے آج تک انتظار میں ہوں۔"

سمیع اس کے آگے ہاتھ جوڑتے گڑگڑایا تھا کہ شاید اس ظالم ملکہ کو رحم آ جائے۔

"میں بھی پل پل مری ہوں پچھلے دو سال۔ اس کا حساب کون دے گا؟ اپنی اذیت یاد ہیں لیکن ان لوگوں کا کیا جن کے نخت جگر چھین لیے؟ جن

کو یتیم کر دیا، بیوہ کر دیا۔ ان کا حساب کون دے گا؟ -- چلو ٹھیک ہے میں
عائشہ حیدر پورے ہوش میں تمہیں حیدر کا خون معاف کرتی ہوں لیکن ان
بچوں، ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، شوہروں ان کا خون معاف نہیں کروں گی۔
اس وطن کے محافظوں کا خون معاف نہیں کروں گی۔ تم تو کہتے تھے کہ
محبت کرتے ہو کیا محبت ایسی ہوتی ہے؟ محبت میں زبردستی نہیں ہوتی
سمیع منہاج۔ محبت تو محبوب کی خوشی میں خوش رہنے کا نام ہے۔ کاش تم
نے محبت کی ہوتی لیکن تم نے تو محض جو کیا اپنی ضد میں کیا... افسوس "

"رانی...."

عائشہ اس کی پکار کر نظر انداز کرتی حوریہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئی تو وہ اسے پکارتا وہی سلاخ پکڑے نیچے بیٹھ کر اپنی بے وقوفی پہ ماتم کرنے لگا۔ فیضی کو وہ اس پل دنیا کا سب سے قابل رحم انسان لگا تھا۔

"ہادی آپ آلمی میں داؤ دے بش.."

(ہادی آپ آرمی میں جاؤ گے بس)

حوریہ اس وقت اپنے سے دو ماہ چھوٹے سدرہ کے بیٹے سے مخاطب تھی جو ڈاکٹر ڈاکٹر کھیل رہا تھا۔

"لیتن حول مدھے ڈاکٹر بنا ہے.."

(لیکن حور مجھے ڈاکٹر بنا ہے)

ہادی نے منہ بسور کر اپنی پسند بتائی تھی۔

"نہیں، حول تے ہادی فوجی بنیں دے..."

(نہیں، حور کے ہادی فوجی بنیں گے)

کھڑکی سے جھانکتے عائشہ اور سعد کو وہ انہی کا عکس لگے تھے۔ وہ بھی تو ایسے ہی لڑتے تھے، رعب جماتے تھے لیکن ایک دوسرے کے بنا رہ بھی نہیں سکتے تھے۔

"کیا دیکھا جا رہا ہے؟؟"

، شہریار، سدرہ اور حیدر بھی ان کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔

"کچھ نہیں بس ایک اور کہانی لکھی جانی ہے مستقبل میں کیونکہ ایک اور
عاش اور میجر جنم لے چکے ہیں۔"

عائشہ نے باہر کھیلتے ہادی اور حوریہ پہ نظریں جمائے مبہم انداز میں کہا تو
سب مسکرا دیے۔

وقت دور کھڑا مسکرا رہا تھا اور مزید ایک کہانی لکھنے کے لیے اگلے پنے پلٹ رہا
تھا۔

۔ محبت پیار عشق۔

ان لفظوں سے بھی دور رہنے کا بولا گیا تھا۔

لیکن اس دن صحن میں کھڑی وہ لڑکی۔

معصوم سی آنکھیں

جب وہ مسکراتی تو اسکی گالوں پہ پڑتے ڈمپل اسکی دلکشی کو اور بڑھا

دیتے۔

پہلی نظر کا پیار سنتے آئے تھے ہمیشہ سے۔

پر ہم پہ بھی یہی کیفیت طاری تھی۔

دل للچاتا تھا اس سے بات ہو۔

جب یہ چاہت بھی پوری ہوئی تو جانا کہ اسکی آواز، اسکا لہجہ، اسکا کردار سب

کچھ بھاچکا تھا ہمیں۔۔

دماغ نے دل سے دل نے دماغ سے یک نخت کہا۔

کیا یہ وہی جزبہ تو نہیں جس سے روکا گیا تھا تمہیں۔۔۔

یہ سوچ بھی میرے احساسات پر غالب نہ آسکی۔

اور سوچ لیا کہ ایک دن کہ دیں گے اسے کہ اس سے بات نہ ہو تو دن اچھا

نہیں گزرتا۔ دل و دماغ اسی کے بارے میں سوچتا ہے۔۔۔ مختصر ہم آپکی

محبت میں مبتلا ہو چکے ہیں۔۔۔ پر ہمیشہ کہنے سے ڈرتے رہے۔

اب پوچھے بنا ڈر کس بات کا؟؟

اس کے انکار کا ڈر۔۔

اس کے کسی اور سے رشتہ استوار کا ڈر۔۔۔

۔ وقت گزرتا رہا۔۔

جزبات بڑھتے رہے۔۔

(محمد حماد احمد)

کچھ کہانیاں نامکمل ہو کر بھی گہری چھاپ چھوڑ جاتی ہیں ان کا مکمل ہونا ضروری نہیں ہوتا، ان کہانیاں کا ادھورا پن ہی ان کو خوبصورت بن دیتا ہے ۔ ایسی کہانیاں ایک الگ داستان لکھ جاتی ہیں تاریخ کے پنوں پہ ۔۔۔ جیسے

سمیع اور رانی کی کہانی

کچھ کہانیاں اور کردار ثانوی ہوتے ہیں لیکن بہت اہم ہوتے ہیں ان کے بغیر زندگی بے معنی ہوتی ہے اور اصل کہانی نامکمل لگتی ہے ۔۔۔ جیسے عثمان اور ذلے، سدرہ اور شہریار، سعد

کچھ کہانیاں صرف امر ہونے کے لیے ہوتی ہیں، جو کہانیاں امر ہو جائیں وہ
صدیوں یاد رکھی جاتی ہیں۔۔۔ جیسے عاش اور میجر کی کہانی

جو کہانی ادھوری ہو کر بھی اپنا اثر چھوڑ جاتی ہے اور صدیوں یاد رکھی جاتی
ہے وہی تو اصل کہانی ہوتی ہے۔۔۔

~~~~~ ختم شد ~~~~~